ادارہ اشاعت الاسلام مانچسٹر کی علمی، فکری اور اصلاحی پیشکش
شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت پر ایک خوبصورت تحریر

قرۃ العینین فی مناقب سیدنا الحسین رضی اللہ عنہ
المسمی ب

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما

از قلم

حافظ محمد اقبال رنگونی

مدیر ماہنامہ الہلال مانچسٹر

ملنے کا پتہ

MONTHLY AL HILAL MANCHESTER

26.Blackburn Street Old Trafford,Manchester M169LJ(U.K)

Tel: 01612329851

ادارہ اشاعت الاسلام کی ایک اور فخریہ پیشکش

❁ نام کتاب : مناقب سیدنا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما

❁ مصنف : حضرت مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی مدظلہ العالی

❁ صفحات : ۲۰۰

❁ اشاعت : محرم الحرام 1447ھ

❁ ناشر : ادارہ اشاعت الاسلام مانچسٹر

❁ تعداد : ۱۱۰۰

برطانیہ میں ملنے کا پتہ

MONTHLY AL HILAL MANCHESTER

26.Blackburn Street Old Trafford,Manchester M169LJ(U.K)

Tel: 01612329851 Email. imdadia@hotmail.co.uk

پاکستان میں ملنے کے پتے

☆ صدیقی ٹرسٹ، المنظر اپارٹمنٹ ۴۵۸ گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک، کراچی ۷۴۸۰۰

☆ جامعہ ابوہریرہ، القاسم اکیڈیمی، خالق آباد، نوشہرہ، کے پی کے

☆ محمود پبلی کیشنز اسلامک ٹرسٹ، اردو بازار، لاہور Mob: 0302-4284770

تفصیلی فہرست

صفحہ	عنوانات	
۱۷	مقدمہ	✻
۱۸	شہادت حسین رضی اللہ عنہ کوئی افسانہ نہیں ہے	✻
۱۹	ہر ذاکر اور راوی کی اپنی اپنی نئی کہانی	✻
۱۹	حادثہ کربلا کی صحیح تاریخ پر کوئی مستند کتاب نہیں	✻
۱۹	مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کا تجزیہ	✻
۱۹	محرم کی ماتمی مجالس میں من گھڑت قصے کہانیاں	✻
۱۹	ذاکرین اور ملاؤں کے کاروبار کا موسم	✻
۱۹	جناب جواد حسین نقوی کی کھلی کھلی باتیں	✻
۲۰	ذاکرین کی مجلسیں مال بٹورنے کے لئے ہوتی ہے	✻
۲۰	ذاکری کی موجودہ تجارت قابل مذموم ہے	✻
۲۰	شیعہ مورخ شاکر حسین امروہی کا تجزیہ	✻
۲۰	رقص وسرود کی محفلیں گرمانے والے ایکٹر	✻
۲۲	شیعہ کے سنجیدہ علماء کی پریشانی	✻
۲۳	حسینی اسٹیج پر آنے والے نالائق ٹھیٹر کے ایکٹر	✻
۲۳	شیعہ مجتہد محمد حسین ڈھکو کا تبصرہ	✻
۲۴	ایام محرم میں ہونے والی حیاء سوز حرکتیں	✻

✻	مجالس محرم میں مرثیہ خوانوں کا حال	۲۴
✻	ماتمی مجلس یا تبرائی مہم؟ سابق شیعہ عالم ابوالحسن فیضی کا اعتراف	۲۶
✻	مجالس میں بے سروپا قصوں اور فضولیات کی بھرمار (شیعہ عالم اور مؤرخ کا بیان)	۲۷
✻	شیعہ علماء اہل بیت کی صحیح تعلیم کا پیغام دیں	۲۸
	شہید کربلا حضرت حسین رضی اللہ عنہ	۲۹
✻	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذات پاک پر ایک نظر	۲۹
✻	حضرت حسین رضی اللہ عنہ اہل کساء میں سے ایک	۲۹
✻	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان سب کے لئے خصوصی دعا	۲۹
✻	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صاحب عظمت والدین	۳۱
✻	سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف	۳۱
✻	خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف	۳۹
✻	سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی اور بہن کا مختصر تعارف	۴۳
✻	سیدنا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما	۴۷
✻	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کا خواب	۴۷
✻	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت	۴۷
✻	حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے چھ ماہ بڑے	۴۸
✻	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچے کے کان میں اذان دینا اور نام رکھنا	۴۸
✻	یہ دونام پہلے کبھی نہیں رکھے گئے تھے	۴۸
✻	حضرت ام الفضل اور اہلیہ یقطر کا دودھ پلانا	۴۸
✻	پیدائش کے بعد غسل نہیں دیا گیا (ملا باقر مجلسی کا بیان)	۴۸
✻	کیا آپ کی ولادت سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش نہ تھیں؟	۴۹
✻	امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر ایک روایت	۴۹

✵	کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کا دودھ نہیں پیا تھا؟	۵۰
✵	ملا باقر مجلسی کی دو متضاد روایتیں	۵۰
✵	حضرات حسنین رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شبیہ تھے	۵۰
✵	حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان	۵۰
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک	۵۱
✵	حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نانا جان کی نگاہ محبت میں	۵۱
✵	یہ دونوں میرے محبوب اور بہار ہیں	۵۲
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رونے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے قرار ہو جانا	۵۲
✵	دونوں بچوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ	۵۳
✵	دوران خطبہ دونوں بچوں کو اپنے پاس بٹھا لینا	۵۴
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر	۵۴
✵	حضرات حسنین رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانہ مبارک پر	۵۴
✵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے ساتھ کھیلنا	۵۵
✵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو ڈھونڈنے کے لئے جانا	۵۵
✵	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کہ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں	۵۵
✵	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد حسین رضی اللہ عنہ سبط من الاسباط کا معنی	۵۵
✵	سبط نواسہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے	۵۵
✵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرئیل امین کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شاباش کہنا	۵۶
✵	حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی بچپنے میں ایک کرامت	۵۶
✵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار اشخاص کے لئے خصوصی دعا	۵۶
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ شرف صحابیت سے مشرف ہیں	۵۷
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو صحابیت سے نکالنے کی شرمناک مہم	۵۷

✵	حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب	۵۷
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ صحابی اور صاحب روایت صحابی ہیں	۵۸
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بچپن میں بیعت کا شرف ملنا	۵۹
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین کے ادوار میں	۵۹
✵	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان کو قیمتی چادریں دینا	۵۹
✵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان کا وظیفہ ان کے والد کے برابر دینا	٦۰
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب چاہیں ہم سے مل سکتے ہیں	٦۰
✵	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے خالو تھے	٦۱
✵	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ عمرہ پر لے جانا	٦۱
✵	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم پر مجاہدین اسلام کے ساتھ جانا	٦۱
✵	حضرت علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	٦۲
✵	شیعہ علماء کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر تقیہ کا الزام لگانا	٦۳
✵	حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا پہرہ دینا	٦۳
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خلفائے ثلاثہ کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنا	٦۳
✵	حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی شہادت	٦۴
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں	٦۴
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا	٦۵
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس بیعت سے کبھی باہر نہیں نکلے	٦۵
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خط حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام	٦٦
✵	مخالفین کے اصرار کے باوجود بیعت توڑنے سے انکار کرنا	٦٦
✵	حضرت الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	٦۷
✵	ایک سوال جس کا جواب شیعہ علماء نہ دے سکے	٦۷

✵	حضرات حسنین رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں	۶۸
✵	حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہر سال پاس آنا	۶۸
✵	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ان کو عطیات دینا اور ان کا اکرام کرنا	۶۹
✵	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سالانہ ہزار درہم اور تحفے دینا	۶۹
✵	شیعہ مؤرخ مرزا تقی احمد کی شہادت	۶۹
✵	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملنے والا عطیہ ایک سائل کو دینا	۶۹
✵	حضرت حسین رض کا بیت المال کا مال اپنی ضرورت کے لئے رکھ لینا	۶۹
✵	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو وظیفہ بھیجنا	۷۰
✵	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو دس دس لاکھ درہم دینا	۷۰
✵	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اچھے تعلقات	۷۱
✵	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دربارہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ وصیت کرنا	۷۱
✵	شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی کا بیان	۷۱
✵	حضرت الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۷۱
✵	عہد معاویہ رضی اللہ عنہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جہاد کے لئے جانا	۷۲
✵	حافظ ابن کثیر اور شیعی مؤرخ امیر علی کا بیان	۷۲
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ اموی خلافت کے خلاف نہ تھے	۷۲
✵	حضرت الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۷۳
✵	بنو ہاشم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں	۷۴
✵	بنو ہاشم کو اللہ نے بڑی فضیلت اور شرف عطا فرمایا ہے	۷۴
✵	بنو ہاشم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتے تھے	۷۵
✵	حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۷۵
✵	حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں	۷۵

✴	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قدموں میں لگی غبار صاف کرنا	۷۵
✴	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی فضلیت سے لوگ واقف نہیں ورنہ؟	۷۶
✴	حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت جابر عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں	۷۶
✴	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو زمین پر چلتے پھرتے جنتی کہنا	۷۶
✴	حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نگاہ میں	۷۶
✴	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا احترام کرنا	۷۶
✴	حضرت حسین حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی نظر میں	۷۷
✴	حضرت حسین رضی اللہ عنہ آسمان والوں کی محبوب شخصیت ہیں	۷۷
✴	علامہ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ (ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ) کا خراج عقیدت	۷۷
✴	حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا خراج عقیدت	۷۷
✴	علامہ عزالدین ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کا خراج عقیدت	۷۸
✴	حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا خراج عقیدت	۷۸
✴	حضرت علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا خراج عقیدت	۷۹
✴	حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا خراج عقیدت	۸۰
✴	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کی بیعت سے انکار کرنا	۸۰
✴	یزید کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت لینے کی کوشش کرنا	۸۰
✴	حضرت محمد بن حنفیہ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مکہ چلے جانے کا مشورہ دینا	۸۱
✴	حضرت عبداللہ بن مطیع کا آپ کو مکہ میں قیام کا مشورہ دینا	۸۱
✴	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام اہل کوفہ کے بارہ ہزار خطوط	۸۱
✴	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ جانے کا عزم کرنا اور اہل کوفہ کی بے وفائی	۸۱
✴	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کوفیوں کے حقوق میں بددعا (شیعہ مجتہد شیخ مفید کا بیان)	۸۱
✴	کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ طلب اقتدار کے لئے جارہے تھے؟	۸۳

✻	حضرت حسین رضی اللہ عنہ سلطنت دینا جانتے ہیں لینا نہیں	۸۳
✻	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ جانے کا مقصد کیا تھا	۸۴
✻	حضرت الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۸۴
✻	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حضرت مسلم بن عقیل کو عراق بھیجنا	۸۵
✻	اہل کوفہ کا حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ دھوکہ کرنا اور آپ کا دکھی ہونا	۸۵
✻	اہل کوفہ نے جھوٹ بولا ہے، آپ ان کے دھوکہ میں نہ آنا	۸۶
✻	حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پروانہ	۸۷
✻	شیعہ شیخ محمد بن محمد بن نعمان (شیخ مفید) کا بیان	۸۷
✻	صحابہ کرام کا آپ کو کوفہ جانے سے منع کرنا	۸۸
✻	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا آپ کو روکنے کی کوشش کرنا	۸۸
✻	اہل کوفہ نے آپ کے والد اور آپ کے بھائی کے ساتھ دھوکہ کیا	۸۸
✻	حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کو جانے سے روکنا	۸۸
✻	آپ کی محبت کے دعویدار آپ کے ساتھ دھوکہ کریں گے	۸۹
✻	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا آپ کو جانے سے روکنا	۸۹
✻	اہل کوفہ کی باتوں پر اعتبار نہ کریں، اہل وعیال کو ساتھ نہ لے جائیں	۸۹
✻	ان لوگوں نے آپ کے والد کو قتل کیا اور بھائی کو زخمی کیا تھا	۸۹
✻	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا آپ کو پھر ایک بار روکنے کی کوشش کرنا	۹۰
✻	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا آپ کو روکنے کی کوشش کرنا	۹۰
✻	حضرت ابوواقد اللیثی کا آپ کو روکنا	۹۱
✻	حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کا آپ کو جانے سے منع کرنا	۹۱
✻	بھائی نے اپنے بچوں کو جانے سے روک لیا	۹۱
✻	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائی کی کونسی ایک بات یاد آئی؟	۹۱

✵	حضرت علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۹۱
✵	حضرت عمرو بن عبدالرحمٰن مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کا مشورہ	۹۲
✵	اہل مکہ میں سے ہر شخص نے آپ کو کوفہ جانے سے روکا تھا	۹۲
✵	دوران سفر فرزوق شاعر سے ملاقات اور اس کا مشورہ	۹۲
✵	حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سفر کر کے آپ کو روکنے آئے	۹۲
✵	حضرت الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۹۳
✵	خیر خواہوں کا آپ کو روکنے کی ایک اور وجہ	۹۳
✵	مولانا قاضی اطہر مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۹۳
✵	اہل بیت کے ساتھ شیعوں کی بے وفائیاں	۹۴
✵	حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کوفیوں کے لئے بددعا	۹۴
✵	شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۹۵
✵	جناب جواد حسین نقوی کی شہادت	۹۶
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ نفری دینے کی یقین دہانی	۹۶
✵	مؤرخ طبری اور صاحب نہج الاحزان کا بیان	۹۶
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بیان کہ شیعوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے	۹۷
✵	حضرت حر رضی اللہ عنہ کا آپ کو واپس لوٹنے کا مشورہ مگر؟	۹۷
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بیان کہ کوفہ والو تم بہت برے ہو	۹۸
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تین تجاویز	۹۹
✵	شمر اور ابن زیاد کی ضد اور ہٹ دھرمی	۹۹
✵	حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۱۰۰
✵	شیعہ علماء کی تائیدات	۱۰۱
✵	مقتل الحسین میں ان تجاویز کا ذکر اور ان کے محدثین کی تصدیق	۱۰۱

✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کربلا میں خطاب	۱۰۲
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے	۱۰۴
✷	آپ کے جسم مبارک پر تیر و تلوار کے 67 نشانات	۱۰۵
✷	کربلا کے شہدائے بنی ہاشم رضی اللہ عنہم	۱۰۵
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت عاتکہ حضرت رباب رضی اللہ عنہا کا مرثیہ	۱۰۶
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر یزید نے کیا کہا؟	۱۰۷
✷	خدا کی ابن زیاد پر لعنت ہو اس نے مجھے مسلمانوں میں مبغوض کرایا	۱۰۸
✷	یزید کا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے مکالمہ	۱۰۸
✷	یزید کا ایک قاتل کو سزائے موت دینا (ملا باقر مجلسی شیعی کا بیان)	۱۰۹
✷	شمر کا یزید سے انعام مانگنے پر غصہ ہونا (مرزا تقی احمد شیعی کا بیان)	۱۰۹
✷	یزید کے گھر میں ماتمی مجلس کا انعقاد (ملا باقر مجلسی کا بیان)	۱۱۰
✷	ماتمی مجلس تین دن تک چلتی رہی (باقر مجلسی شیعی)	۱۱۱
✷	یزید کا اپنی بیوی کو ماتم کے لئے کہنا (ایک ذاکر کا بیان)	۱۱۱
✷	شہادت حسین پر یزید کا اپنے منہ پر ماتمی طمانچہ مارنا	۱۱۲
✷	قافلہ حسینی کے ساتھ یزید کا سلوک کیا تھا (شیعہ روایات)	۱۱۳
✷	یزید کا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانا	۱۱۳
✷	امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے لئے ضرورت کی ہر چیز مہیا کرنے کا حکم کرنا	۱۱۴
✷	حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کو ان کا ساز و سامان واپس دلوانا	۱۱۴
✷	ایک کوفی کا غم میں روتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زیور لوٹنا	۱۱۵
✷	قافلہ حسینی کی مدینہ منورہ روانگی	۱۱۵
✷	حضرت امام ازین العابدین رضی اللہ عنہ سے یزید کا پھر سے معذرت کرنا	۱۱۵
✷	قافلہ کو ساز و سامان دے کر رخصت کرنا	۱۱۵

✵	قافلہ حسینی کے ساتھ ایک شامی مرد کا حسن سلوک	۱۱۶
✵	مدینہ پہنچنے پر حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا نے کیا کہا	۱۱۶
✵	حضرت الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قابل غور سوال	۱۱۶
✵	مدینہ منورہ کی ایک خاتون کا قاتلوں سے سوال	۱۱۷
✵	تم قیامت کے دن نبی پاک کو کیا جواب دو گے؟	۱۱۷
✵	حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا غمزدہ ہو جانا	۱۱۸
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بھتیجی کا اظہار غم	۱۱۸
✵	شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر جنات کا اظہار غم	۱۱۸
✵	اگر یہی کہانیاں صحیح ہیں؟	۱۱۹
✵	مظالم اہل بیت کے واقعات غلط، مبالغہ آمیز اور من گھڑت ہیں	۱۲۰
✵	شیعہ مؤرخ شاکر حسین نقوی امروہی کا تجزیہ	۱۲۰
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت کا ذمہ دار کسے بتلایا؟	۱۲۰
✵	ہمارے شیعوں نے ہماری حمایت سے انکار کر دیا	۱۲۱
✵	ہم تمہاری دعوت پر آئے اور تم نے ہم پر تلوار تان لی	۱۲۱
✵	بے وفائی اور غدر تمہاری جڑوں میں ہے	۱۲۱
✵	تم نے ہمیں بلا کر ابن زیاد کے حوالہ کر دیا اور تیغ کینہ چلا دیا	۱۲۲
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کوفیوں کے لئے بددعا	۱۲۲
✵	اپنے چھوٹے بیٹے کی شہادت پر بلانے والوں کے لئے بددعا	۱۲۳
✵	اہل کوفہ کے شیعہ ہونے کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں	۱۲۴
✵	شیعہ مجتہد قاضی نور اللہ شوستری اور آیت اللہ مطہری کا بیان	۱۲۴
✵	جناب حر شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کوفیوں کو شہادت کا مجرم بتلایا	۱۲۵
✵	جناب بریر بن خضیر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے کوفیوں سے کیا کہا؟	۱۲۶

✵	حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا نے اہل کوفہ کو کیا کہا؟	۱۲۷
✵	حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کا بیان	۱۲۸
✵	حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا کا کوفیوں سے خطاب	۱۲۸
✵	حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا اہل کوفہ سے خطاب	۱۲۹
✵	تمہارے سوا اور کون ہمارے قاتل ہیں؟	۱۲۹
✵	سید حسین موسوی نجفی شیعی کا بیان	۱۳۰
✵	شیخ فضل بن حسن طبرسی شیعی کا بیان	۱۳۱
✵	قاتلان حسین سب کے سب کوفی تھے	۱۳۱
✵	ملا کاظم الاحسائی نجفی شیعی کا بیان	۱۳۱
✵	ملا حسین بن احمد نجفی شیعی کا بیان	۱۳۲
✵	کوفہ کے یہ دغاباز لوگ (حضرت شاہ عبدالعزیز محدث رحمۃ اللہ علیہ کا بیان)	۱۳۲
✵	یہ بے ایمان اور منافق لوگ (مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث کا بیان)	۱۳۳
✵	ایک عراقی کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تگڑا جواب	۱۳۳
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سفر عراق کا مقصد جنگ کرنا نہ تھا	۱۳۴
✵	حافظ ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۱۳۵
✵	حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۱۳۶
✵	ایک اہم سوال اور اس کا جواب	۱۳۷
✵	قاتلان حسین کا نام لینے کے بجائے صرف یزید کا نام کیوں لیتے ہیں	۱۳۷
✵	جواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تبرا کرنے کے لئے	۱۳۷
✵	شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے یزید کو علیحدہ نہیں رکھا جاسکتا	۱۳۷
✵	امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید حکما قاتل ہے	۱۳۷
✵	یزید نے اپنے والد کی نصیحت و وصیت کا خیال کیوں نہیں رکھا	۱۳۸

✵	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا کہا تھا	۱۳۸
✵	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ایک حدیث بھی سنائی تھی	۱۳۸
✵	یزید پر سارا بوجھ ڈالنے کا ایک سبب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر تبرا کرنا ہے	۱۳۹
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ میں نہیں، ثقیفہ میں شہید ہو چکے تھے	۱۳۹
✵	ایرانی مذہبی سربراہ علامہ خمینی کا عقیدہ	۱۴۰
✵	شہداء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کا نام اور تذکرہ کیوں نہیں کرتے؟	۱۴۰
✵	شیعوں کی سوچ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سوچ سے الگ ہے (آغا میری شیعی)	۱۴۱
✵	شمر بن ذوالجوشن کا تعارف	۱۴۲
✵	شمر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی کا بھائی تھا	۱۴۲
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ہر مسلمان کا دل دکھی ہے	۱۴۳
✵	مفسر شہیر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۱۴۳
✵	حضرت ام سلمہ نے خواب میں کیا دیکھا تھا؟	۱۴۵
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور مقام شہادت کی پیشن گوئی	۱۴۵
✵	قاتلان حسین خدا کے مجرم ہیں (حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ)	۱۴۶
✵	شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر راضی رہنے والے بھی مجرم ہیں	۱۴۸
✵	عبیداللہ بن زیاد کو اس کے کیئے کی سزا دنیا میں بھی مل گئی	۱۴۹
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی گستاخی کی سزا اسی صورت میں اسے ملی	۱۵۰
✵	قاتلان حسین رضی اللہ عنہ میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا (حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ)	۱۵۱
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر تیر چلانے والا سخت پیاس میں	۱۵۲
✵	روز قیامت شفاعت نبوی سے محروم لوگ	۱۵۴
✵	حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۱۵۴
✵	صحابہ اور اہل بیت کے بارے میں اپنی زبان کو قابو میں رکھو	۱۵۵

✷	ایک جہلمی کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذات پر حملہ	۱۵۶
✷	وہ خارجی جو آپ کو شہید ماننے کے لئے تیار نہیں	۱۵۶
✷	محمد احمد عباسی خارجی کی گستاخانہ کتاب	۱۵۶
✷	دین کی عزت پر جان جائے تو یہی عزت ہے (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)	۱۵۷
✷	نہی عن المنکر کے خلاف اٹھنا بھی دین ہے	۱۵۸
✷	حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۱۵۸
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتوقیر ہر صورت واجب ہے	۱۵۸
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عبادات	۱۶۱
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سخاوت کے واقعات	۱۶۱
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شجاعت	۱۶۳
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تواضع وانکساری	۱۶۵
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت	۱۶۶
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روایات حدیث	۱۶۷
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ چند احادیث	۱۶۸
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سیرت النبی جاننے کا شوق	۱۷۰
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ علم وفضل کے اعلیٰ مقام پر	۱۷۱
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خطابت اور آپ کی مجالس دروس	۱۷۱
✷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال	۱۷۲
✷	حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	۱۷۲
✷	حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی جانی اور مالی عبادات	۱۷۳
✷	حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کبار تابعین میں سے ہیں	۱۷۳
✷	مسجد نبوی میں آپ کا حلقہ درس حدیث	۱۷۳

✵	اس مجلس میں بیٹھو جہاں دینی نفع ملے	۱۷۴
✵	سوائے پیغمبر کے دوسرے کو مفترض الطاعت کہنا جھوٹ ہے	۱۷۵
✵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا وصی نہیں بنایا تھا	۱۷۵
✵	امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تقیہ کے قائل نہ تھے	۱۷۶
✵	ائمہ اہل بیت کو بدنام کرنے والے چار راوی	۱۷۶
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج واولاد	۱۷۷
✵	حضرت فاطمہ، حضرت سکینہ، حضرت علی اصغر کا تذکرہ	۱۷۸
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھرانے میں رشتہ داریاں	۱۸۲
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عراق میں مزار مبارک	۱۸۳
✵	سر اور جسم مبارک کی تدفین کہاں ہوئی تھی	۱۸۴
✵	حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ کا بیان	۱۸۴
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چند قیمتی اقوال	۱۸۶
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک عاجزانہ دعا	۱۸۷
✵	کربلاء (نظم) از: حافظ نور محمد انور مرحوم	۱۸۹
✵	حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے فضائل ومناقب	۱۸۹
✵	نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں نواسوں کے بارے میں کیا فرمایا ہے	۱۸۹
✵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی گستاخی، خاتمہ بالخیر سے محرومی	۱۹۷

مقدمہ

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

ہندوستان کے صوبہ بہار سے راقم الحروف سے عقیدت رکھنے والے ایک بزرگ مولانا عبدالشکور بہاری صاحب نے آج سے تقریبا دوسال قبل (محرم الحرام 1445ھ) میں ایک دوست کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا کہ چونکہ ان دنوں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا کے موضوع پر مختلف مساجد اور کانفرنسوں میں علمائے کرام گفتگو کرتے رہتے ہیں اسلئے اگر آپ کی اس موضوع پر کوئی تحریر ہو تو ارسال کریں تاکہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں اور اسے اپنے ساتھیوں بالخصوص علماء میں بھی تقسیم کریں۔

اسی طرح برطانیہ کے بعض نوجوان علماء نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا تاکہ انہیں بھی محرم کے دنوں میں جمعہ کے اجتماعات، مجالس دروس اور دیگر مجلس و محفل میں اس موضوع پر بیان اور گفتگو کرنے میں آسانی ہو جائے۔

راقم الحروف نے ان دوستوں سے عرض کیا کہ راقم نے خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت پر جو کتاب لکھی ہے اس میں آپ کی اولاد کے تذکرے میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت اور آپ کی شہادت پر بھی مختصرا گفتگو کی ہے فی الحال اس کا مطالعہ کر لیجئے اور اللہ نے چاہا تو کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں اس پر تفصیلی گذارشات عرض کر دوں گا۔

امسال (١٤٤٧ھ) پھر سے بعض دوستوں کا اس مضمون پر اصرار ہوا اور راقم الحروف کے ساتھی مولانا ثقلین حیدری صاحب نے تو سختی کے ساتھ حکم فرمایا کہ چونکہ موجودہ حالات میں جو ان دنوں ہند و پاک کے مختلف علاقوں میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے نام پر ہو رہے ہیں ضروری ہے کہ اس پر جلد کام شروع کریں اور مجھے بھیجیں تاکہ میں مختلف واٹس گروپ میں شامل

اشاعت کردوں تاکہ اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے عقائد کی حفاظت کے ساتھ ساتھ یہ ان دوستوں کے لئے بھی مفید اور اصلاح کا ذریعہ بنے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت وعقیدت میں اسلام کی بہت سی حدوں کو سال بہ سال توڑتے جارہے ہیں۔اب چونکہ ہمارے ان مہربانوں کا یہ اصرار جاری رہا تو راقم الحروف نے کتاب میں موجود مضمون پر از سرنو نظر ڈالی اور ایک نئی ترتیب اور عنوانات کے ساتھ اب یہ کتاب آپ کے سامنے ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت اور آپ کی زندگی پر گفتگو کے بجائے دور حاضر میں جس موضوع پر سب سے زیادہ بحث ومباحثہ ہوتا ہے وہ ''واقعہ کربلا'' اور آپ کی مسافرانہ اور مظلومانہ شہادت ہے جس پر صرف اہل اسلام ہی نہیں دوسرے مذاہب کے لوگ بھی گفتگو کرتے ہیں بالخصوص ہندو پاک،عراق،ایران،لبنان میں محرم کے ابتدائی دنوں میں تو اس کی ایک الگ پہچان اور داستان ہوتی ہے مگر آپ ایمانداری سے ان کے بیانات اور مجالس کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ موضوع اب ایک ناول اور افسانہ کی صورت اختیار کرتا جارہا ہے پہلے تو ان واقعات کا راوی ایک تھا اس نے جو کچھ کہا اور لکھا اسے حقیقت کا روپ دے دیا گیا اور وہ بغیر کسی جرح وتنقید کے آگے نقل ہوتا چلا گیا،لوگ ان واقعات کو سن کر روتے اور تڑپتے پھڑکتے رہے مگر اب شیعہ کی ہر عبادت گاہ میں ہونے والی مجالس کا اپنا ایک نیا راوی ہے جو اس واقعہ میں ایسے ایسے رنگ بھرتا ہے کہ قریب کی مجالس میں بیٹھے راوی اور ذاکر بھی حیرت زدہ رہ جاتے ہیں اگر آپ ان کے پانچ ذاکرین سے شہادت حسین پر گفتگو سنیں تو آپ کو ان کا ہر ذاکر ایک نئی روایت اور ایک نیا قصہ سنائے گا جو پہلے دور کی کتابوں میں آپ تلاش کرتے کرتے تھک جائیں گے مگر وہ قصہ اور روایت آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔شیعہ علماء اور ذاکرین کے انہی غلط قصے اور کہانیوں کی بناء پر مجالس کے بانیوں نے بھی اب اپنے ذاکرین کو سختی سے تاکید کی ہے کہ جب وہ مجلس پڑھنے کے لئے آئیں تو کم از کم کتابوں کا اچھی طرح مطالعہ کر کے آئیں،کیونکہ ان کے بیانات جب یوٹیوب پر شامل اشاعت ہوتے ہیں تو ہر سننے والا سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے کیونکہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کوئی افسانہ نہیں کہ جس کا جس طرح جی چاہے قصے سنا کر اور مجلس کو رلانے کے بعد لاکھوں لے کر چلتا بنے۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''افسوس یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تاریخ کا اتنا مشہور اور عظیم تاثیر رکھنے والا واقعہ بھی تاریخ سے کہیں زیادہ افسانہ کی صورت اختیار کر چکا ہے اگر آج جو یائے حقیقت چاہے کہ صرف تاریخ اور تاریخ کی محتاط شہادتوں کے اندر اس حادثہ کا مطالعہ کرے تو اکثر صورتوں میں اسے مایوسی سے دوچار ہونا پڑے گا اس وقت جس قدر بھی مقبول اور متداول ذخیرہ اس موضوع پر موجود ہے وہ زیادہ نوحہ خوانی سے تعلق رکھتا ہے جس کا مقصد گریہ وبکاء کی حالت پیدا کرنا ہے نہ کہ تاریخی حیثیت سے بیان واقعات، بعض چیزیں جو تاریخ کی شکل میں مرتب ہوئی ہیں وہ بھی دراصل تاریخی نہیں ہیں مرثیہ خوانی اور مجلس طرازی کے مواد ہی نے ایک دوسری صورت اختیار کر لی ہے۔ آج اگر جستجو کی جائے کہ دنیا کی کسی زبان میں بھی کوئی ایک کتاب ایسی موجود ہے جو حادثہ کربلا کی صحیح تاریخ ہو تو واقعہ یہ ہے کہ ایک بھی نہیں۔'' (شہادت حسین ؓ، ص ۳)

پھر واقعہ کربلا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر شیعہ علماء اور ان کے ذاکرین جس شرمناک اور حیاء سوز لب ولہجہ میں گفتگو کرتے ہیں اور من گھڑت واقعات سنا کر اپنے سامعین کو رلاتے اور ان کے جذبات کو بھڑکاتے ہیں یقین مانئے ان کا کربلاء کے واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس موضوع پر سب سے پہلے لکھنے والے ابومخنف لوط بن یحی الازدی (۱۵۷ھ) کے حاشیہ خیال میں بھی کبھی اس قسم کی باتیں نہ آئی ہوں گی جو چودہ سو سالوں کے بعد ان کے علماء اور ذاکرین کے دل ودماغ میں آتی ہیں۔ آپ ان کی کسی بھی مجلس میں چلے جائیں اور ان کے ان ذاکروں سے پوچھئے کہ وہ جو قصے کہانیاں سنا سنا کر اپنے مجمع کو گرماتے اور تڑپاتے ہیں اس کی اصل کیا ہے اور کس کتاب میں بسند صحیح یہ بات لکھی ہے تو آپ کو ان قصوں کی حقیقت معلوم ہو جائے گی مگر کیا کریں ان ذاکروں کے مال ودولت کمانے اور بٹورنے کا یہی تو موسم ہوتا ہے۔ ہماری بات پر یقین نہ ہو تو اپنے ہی لاہور کے ممتاز عالم جناب جواد حسین نقوی صاحب سے سن لیجئے وہ فرماتے ہیں:

''(یہ شیعہ ملاؤں اور ذاکروں کا) کاروبار ہے لیکن یہ مذہب کے پلیٹ فارم میں آکر کاروبار کرتے ہیں چونکہ یہ جتنی فرقہ وارانہ باتیں کرتے ہیں ابھی محرم آرہا ہے جو سب سے زیادہ فرقہ وارانہ باتیں کرے گا اس کو سب سے زیادہ مجالس کی دعوت ملے گی ابھی

مجھے بتایا گیا کہ ان کا ریٹ بہت اوپر چلا گیا ہے پندرہ لاکھ دس مجالس کا لیتے تھے پھر تیس لاکھ کر دیا انہوں نے......ان حالات میں جیسے کرونا وغیرہ میں بہت سی چیزیں مہنگی ہوگئی ہیں رسکی کام ہوگیا ہے تو انہوں نے اپنا ریٹ بھی اتنا بڑھا دیا ہے کہ پینتیس لاکھ میں مجلس پڑھوں گا یہ مذہب نہیں ہے ان کا کاروبار ہے یا اپنے فرقے میں ہیرو بننا چاہتے ہیں یہ باقاعدہ مصدقہ باتیں ہیں میں کا ثبوت بھی دے سکتا ہوں (یہ ذاکر ملا) فرقہ وارانہ باتیں کرتے ہیں۔''

ممتاز شیعہ عالم سید صافی حیدر صاحب کا ایک بیان یوٹیوب پر موجود ہے جس میں موصوف شیعہ کی ایک بھری مجلس سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ہمارے یہاں ذاکرین گھڑنے والے کیا کم ہیں؟ فضائل اور مصائب میں بس رلانا ہے، رلا دیں، ارے تم جھوٹ بول کر رلاؤ گے، جو ظلم سعد اور شمر نے نہیں کیا وہ تمہارا دماغ سوچ رہا ہے اور تم تو شمر سے چار قدم آگے ہو، فرضی مصائب پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے دماغ میں وہ ظم آیا ہے آپ کا دماغ ظلم میں شمر سے آگے جارہا ہے آپ کو رلانے کے لئے بے حساب فرضی مصائب پڑھتے ہیں، جو لمبے لمبے مصائب پڑھتے ہیں سمجھ لیجئے کہ کچھ نہ کچھ گھڑا ہوا ہے اس کی تفصیل روایت میں اتنی آئی ہی نہیں ہے یہ ایسے پڑھتے ہین جیسے سامنے کھڑے ہوں۔''

آج سے ۸۵ سال قبل شیعہ عالم اور مؤرخ شاکر حسین نقوی امروہی نے بھی اسی بات کا رونا اس طرح رویا تھا:

''ذاکرین میں سے اکثر کی غرض محض کسب مال ہوتی ہے نہ کہ حصول ثواب گویا وہ ایک قسم کے تجارت پیشہ ہیں جو اپنے متاع کمال کو کوڑیوں کے مول بیچ ڈالتے ہیں اور خریداروں سے اسی طرح معاملہ کرتے ہیں جس طرح سوداگر اپنی جنس کی بابت کمی بیشی پر ردو بدل کرتا ہے اجرت ٹھہرا کر پڑھتے ہیں اگر کم ملے تو ناخوش ہوتے اور عدم توجہی سے کام کرتے ہیں اس پر لطف یہ کہ اس بے ہودہ کسب وتجارت اور دنیوی معاوضہ کے باوجود خود کو جناب سید الشہداء کے چاکران خاص میں سمجھتے اور دوسروں کے مقابلے میں

صاحب حقوق عظیمہ واجب الاحترام اور لائق توقیر جانتے ہیں درآنحالیکہ ان کا یہ فعل نہایت زبوں اور قابل نفرین ہے اور کسی طرح داخل عبادت اور ذریعہ ثواب آخرت نہیں ہوسکتا ہم ایسے اجرت کے کام کو کیونکر کار خیر سمجھ سکتے ہیں اور ایسے ذاکرین کو اجر کا مستحق قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ ان کی نیت ہی ڈانواں ڈول ہے اور ان کی نیت کچھ ہے بھی تو اول روپیہ پیدا کرنے کی ...... کیا اس اجرتی عمل کا جس کے معاوضہ میں وہ روپیہ لے چکا اس کو اجر ملے گا؟ ہرگز نہیں۔'' (مجاہد اعظم ص ۳۷۴)

''ذاکری کے سلسلہ میں جس قسم کی تجارت کا رواج ہوگیا ہے کیا وہ ائمہ معصومین کی تاسی ہے؟ کیا وہ سید الشہداء کی خوشنودی کا باعث ہوگا کیا ایسی حدیثیں موجود نہیں جن سے صاف مستنبط ہوتا ہے کہ ذاکری کی موجودہ تجارت نہایت ہی مذموم اور قابل اعتراض ہے۔'' (مجاہد اعظم ص ۳۸۳)

''ذاکری کی موجودہ تجارت نہایت ہی مذموم اور قابل اعتراض ہے بعض شکی مزاج حضرات کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس قسم کی اصلاحی صدائیں بلند نہیں کرنی چاہئیں اس سے نفس عزاداری بند ہوجائے گی حسین کا ذکر دنیا سے مٹ جائے گا یہ اعتراض جن حضرات کے دماغوں میں آئے ہیں ان سے نہایت ادب کے ساتھ عرض ہے کہ انہوں نے شہادت حسین کی قوت کا غلط اندازہ کیا ہے۔'' (مجاہد اعظم ص ۳۸۳)

اب ظاہر ہے جن لوگوں کا مقصد ان مجالس سے مال کمانا ہو کیا ان کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ واقعات کی تحقیقات میں اتریں اور اپنے عوام کو ان باتوں پر توجہ دلائیں جن سے ان میں دین کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہو اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے جس مقصد کے لئے اپنی جان کا نذرانہ راہ خدا میں پیش کیا تھا وہ مقصد بتائیں، افسوس کہ ایسا کچھ بھی نہیں نظر نہیں آتا البتہ اس میں کوئی شک نہیں اور ہم اسے تسلیم بھی کرتے ہیں کہ ان کے ذاکرین ایکٹنگ اور رونے رلانے کا فن اور ڈھنگ خوب جانتے ہیں اور مجالس عشرہ میں آپ کو طرح طرح کے نئے نئے ذاکر ٹی اور میڈیا میں نظر آئیں گے جن کا فن ان دنوں اپنے عروج پر رہتا ہے۔ دولت اور شہرت کمانے کے چکر میں اب تو وہ مرد اور عورتیں بھی میدان عمل میں اتر چکیں ہیں جو سال کے 355 دن تو ناچ گانے، رقص

وسرود کی محفلین سجانے ،اورٹک ٹاک پراپنے فن کا جادو جگانے اوراس سے اپنے فین بنانے اور مال کمانے میں لگی رہتی ہیں مگر محرم کا چاند نکلتے ہی ان کے اندر کی ساری سیاہی اب ظاہر پرنظر آجاتی ہے اوروہ بھی رونے رلانے کی ایکٹنگ اور مجلسیں سجانے اور جھوٹے قصے سنانے کی میں ان ذاکرین سے پیچھے نہیں رہتیں، پھرسڑکوں اور چوراہوں پر شہید کربلا کے نام پر جو کچھ ہوتا ہے وہ ایک عجب تماشا ہے اوراس کی اپنی ایک الگ داستان ہے

گمکتی ہیں کہیں ڈھولیں، اٹھا ہے تعزیہ بھاری
شہید کربلا کے نام پر، یہ رسم ہے جاری
جھمیلے عورتوں کے اور وہ نوحہ گری ان کی
بھرے میلے میں کیسی ہورہی ہیں پردہ دری ان کی
نہیں کچھ اس کا غم جو آبرو برباد ہوتی ہے
مگر خوش ہیں شہید کربلا کی یاد ہوتی ہے
عجب ہے اور کے غم میں لذائذ ترک ہو جائیں
شہید کربلا کے غم میں باجے خوب بجوائیں

محرم کی مجالس میں ذاکرین کی غیر سنجیدہ گفتگواور، رونے رلانے،سروں کی پیٹنے اور پنکھوں پر لٹکنے اور موضوع واقعات کے بیان پرخود اس جماعت کے سنجیدہ علماء بہت پریشان ہیں کہ یہ جاہل ذاکرین ان کی جماعت کو کہاں لے گئے ہیں اوراب تو یوٹیوب اور انٹرنیٹ پر ایسے علماء کے بیانات موجود ہیں جو ذاکرین کی ان باتوں سے سخت نالاں ہیں اوران کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اوراوروہ ان (بانیاں) سے درخواست کرر ہے ہیں کہ خدارا اس قسم کے ایکٹر ذاکرین کی ایکٹنگ سے اپنے عوام کی جان چھڑائیں جو لاکھوں لے کر بھی اپنے عوام کو کچھ نہیں دیتے۔ ہمارے ان کو ایکٹر کہنے سے تکلیف ہے تو سرگودھا کے شیعہ مجتہد محمد حسین ڈھکو صاحب سے پوچھ لیجئے جو شیعہ کے نادان ملاؤں اوران کے جہلاء سے خاصے پریشان ہیں اور وہ ان کی اصلاح کی کوشش میں ہیں تاکہ انہیں بتاسکیں کہ محرم کے دنوں میں وہ جس طرح کے کاموں میں ملوث ہوگئے ہیں اوردن بدن جس تیزی کے ساتھ ان کی مجالس میں رسومات وبدعات بلکہ خرافات کا اضافہ ہورہا ہے وہ

سراسر غلط اور بے اصل ہے اور ماتمی مجالس کے نام پر ان کے جو ذاکر اور ملا منبروں پر مجلس پڑھتے ہیں اس سے یہ ذاکر کم، اور تھیٹر کے ایکٹر زیادہ معلوم ہوتے ہیں موصوف نے اس سلسلے میں ''اصلاح المجالس'' کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے اسی سے چند اقتباسات ملاحظہ کریں.
موصوف لکھتے ہیں:

''رونے کا مقام تو یہ ہے کہ جہاں منبر رسول اور حسینی اسٹیج پر جانے والے بعض نالائقوں کی یہ حالت ہو کہ وہ عین ایام محرم الحرام میں بجائے واعظ یا ذاکر حسین معلوم ہونے کے اپنی وضع قطع شکل وصورت اور ڈیل ڈول سے کسی ٹھیٹر کے ایکٹر معلوم ہوتے ہوں وہاں اگر سامعین کی یہ حالت نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگی۔'' (اصلاح المجالس ص ۱۲۰)

''اس گروہ کی اکثریت اپنی مجلس کی ظاہری کامیابی کے لئے اور بالخصوص بکاء وابکاء (رونے رلانے) کی خاطر بلاتحاشہ کذب وافتراء ایسے گناہ کبیرہ کرتی ہے جس کا عمدا ارتکاب کرنے والا بالاتفاق دائرہ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے کذب تمام صفات رذیلہ کی جڑ ہے۔'' (ایضاص ۵۳)

☆......آج یہ منبر کے اجارہ دار اپنے نفس امارہ کی آتش انتقام بجھانے اہل ایمان کو اپنے دشنام وملام کا نشانہ بنانے اور علماء اعلام کو ہدف تنقید بنانے کے لئے استعمال کررہے ہیں۔افسوس (ایضا)

اور اب جو کچھ ماہ محرم کے جلسے اور جلوسوں میں ہورہا ہے اگر جناب شاکر نقوی اور سرگودھا کے محمد حسین ڈھکو صاحب اسے دیکھتے تو شاید خون کے آنسو روتے اور ان آنسوؤں کو پوچھنے والا بھی شاید کوئی نہ ملتا تاہم لاہور کے جناب جواد نقوی صاحب اس پر لگے ہوئے ہیں مگر معلوم ہوتا ہے ان کے ذاکرین اور بانیاں کے دل ان چکنے گھڑوں کی طرح ہیں جس پر پانی ٹھہرتا نہیں ہے۔ہاں اگر آئندہ اصلاح کی کوئی صورت نکل آئے اور کربلائی تاجر اور ذاکر کچھ عقل کو ہاتھ ماریں تو ہوسکتا ہے کہ ان بدعات شنیعہ اور افعال قبیحہ سے ان لوگوں کی جان چھوٹے۔

راقم الحروف نے اپنی کتاب ''ماتم نہ کیجئے'' میں۔مشہور شیعہ مؤرخ جناب شاکر حسین نقوی امروہی کی کتاب ''مجاہد اعظم'' سے چند اقباسات نقل کئے ہیں جی چاہتا ہے کہ یہاں پھر سے ان

اقتباسات کونقل کردیا جائے تاکہ وہ دوست جن کے پاس راقم کی کتاب ''ماتم نہ کیجئے'' موجودنہیں وہ کم از کم موصوف کی ان گذاشارت پر یہاں توجہ کرلیں اور اپنی بدعات شنیعہ سے اجتناب کریں۔موصوف شیعہ کے ان ماتمی افعال کومصیبت اور واقعہ کربلاء اورشہادت کی اہانت بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس شہادت کی علت غائی صرف یہی نہیں کہ محرم کا چاند نظر آیا اور ماتمی لباس پہنا مجلس عزامنعقد کی مرثئے اورنوحے پڑھے آنسو بہائے سر پیٹا سینہ کوٹا اوربس اگر اس شہادت کا مدعا صرف اتنا ہی ہے اور ہم نے اس سے یہی سبق حاصل کیا ہے تو دنیائے اسلام کے لئے یہ دوسری مصیبت ہے جو حادثہ عاشورہ سے کم نہیں اور اس واقعہ کی ذلت واہانت ہے۔مصائب وآلام سر پیٹنے اورآنسو بہانے کے لئے نہیں آتے بلکہ ان کی ایک اہم غرض ہوتی ہے جوان میں پوشیدہ رہتی ہے'' (مجاہد اعظم ص ۱۴۱)

موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں:

''مراسم یادگاری اس طرح ادا کی جائیں کہ بدعات سیئہ اورحرکات نامشروع کی حدتک نہ پہنچیں اوراس مصرعہ کی مصداق نہ بنیں کہ ماتم کریں حسین کا لوٹیں حسن پورہ۔ہم کوگفتگو ہے تو اس میں ہے کہ ہم ان حسینی یادگار کے ایام میں بعض ایسے شرمناک حرکات دیکھتے ہیں جوحیاءسوز اورنا قابل بیان ہیں۔'' (مجاہد اعظم ص ۱۴۷)

موصوف نقوی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں:

''کیا گریہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہمارا تعلق امام حسین علیہ السلام سے ایسا ہے جیسا کہ اپنے محبوب ترین عزیز سے ہوتا ہے۔خدا کرے کہ ایسا ہی تعلق ہولیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایسا نہیں ہے اس ناگواری امر کی تفصیل کی ضرورت نہیں ورنہ نہایت حیاسوز امور پیش ہوسکتے ہیں۔'' (مجاہد اعظم ص ۳۳۸)

''ان تکلفات ورسمیات کی ضرورت ہی کیا ہے نام کوتو عزاداری کرنا اوراس کے پردہ میں فضول ونامشروع حرکات کاعمل میں لانا بالکل اس مصرعہ کا مصداق بتاتا ہے ؎

ماتم کریں حسین کا، لوٹیں حسن پورہ

امام باڑوں کی زیبائش و آرائش ہانڈی جھاڑ فانوس آئینہ وغیرہ آلات شیشہ سے اس طرح کی جاتی ہے کہ ان کو عزاخانہ یا غم کدہ کہنے کے بجائے محفل خانہ یا عشرت کدہ سمجھا جا سکتا ہے...... یہ سب باتیں تو خوشی کی تقریبات پر دیکھنے میں آتی ہیں عزاخانہ تو درحقیقت اسی کو کہا اور سمجھا جا سکتا ہے جہاں یہ سامان جو خوشی سے مخصوص ہیں موجود نہ ہوں اور سادگی و حزن وملال کے وہ اسباب مہیا کئے جائیں جو قلوب پر اثر انداز سمجھے جائیں۔''

(مجاہد اعظم ص ۴۶۵)

موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں:

''ہم ہر سال محرم کا پہلا عشرہ یا پورا مہینہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک واقعات کربلا کو یاد کر کے روتے بھی ہیں اور رلاتے بھی ہیں امام باڑوں کی آرائش روشنی شیرینی چاء شربت حقہ پان نذر ذاکرین اور دوسرے رسوم میں روپیہ بھی صرف کرتے ہیں لیکن یہ تو بتلائیے کہ محمدی مشن اور حسینی مشن کا کون سا کام کرتے ہیں قطعا کچھ نہیں ہمارے سارے کام یزیدی ہمارے ساری افعال یزیدی کیا ایسی حالت میں ہم کو دربار محمدی یا سرکار حسینی سے کسی انعام کی امید رکھنا چاہئے محض رونے پیٹنے اور رسوم ظاہری ادا کر دینے سے روح محمدی اور روح حسینی ہرگز ہرگز خوش نہیں ہوسکتی جب تک کہ حسینی مشن کی تکمیل نہ کریں نہ یہ کہ فقط رسمی اور سطحی طور پر رو لئے اور بس۔'' (مجاہد اعظم ص ۳۵۲)

موصوف مرثیہ خوانون کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اب مرثیہ خوانوں کو لیجئے اکثر دیکھا جاتا ہے کہ رزم بزم اور بین کے موقعہ پر صورت حال دکھانے کے لئے مرثیہ خوان ایسا طرز بیان اختیار کرتے ہیں کہ تہذیب متانت داب مرثیہ خوانی اور آداب مجلس کے سراسر خلاف ہوتا ہے بعض تو ممبر کی چولیں تک ڈھیلی کر دیتے ہیں یہاں تو فضائل و مصائب اہل بیت کا حال بیان کرنا ہے سنجیدگی اور ادب سے سنانا چاہئے نہ کہ فضول ہاتھ پاؤں ہلانے اور منھ بنانے سے۔''

(مجاہد اعظم ص ۳۶۷)

اور سنئے:

’’ذاکری کی موجودہ تجارتی حیثیت کے مذموم ہونے کے علاوہ ایک بڑا رونا یہ بھی ہے کہ ہماری موجودہ ذاکری کا رجحان جس قسم کے خیالات ومضامین کے بیان کی طرف جارہا ہے اس سے ہماری قوم کی دماغی تربیت استدلالی حیثیت سے بہت خراب ہو رہی ہے ان کے قوائے فکر یہ کو مذہب کی آڑ سے برابر مغالطوں کا شکار بنایا جارہا ہے اور صحیح غور وفکر کا مادہ سلب ہو رہا ہے بڑی بڑے جبار ودستار والے ذاکر ممبر پر جا کر وہ وہ لطیف نکتے ارشاد فرماتے ہیں جن کی کسی لکھے پڑھے سے توقع نہیں کی جاسکتی کوئی حد ہے کہ ایک مشہور ذاکر ممبر پر جاتے ہیں اور اس کی وجہ بتاتے ہوئے کہ حضرت امام حسین کی اولاد میں امامت کیوں رہی اور حضرت امام حسن کی اولاد میں یہ سلسلہ کیوں نہ چلا فرماتے ہیں کہ سبز پھل کا بیج نہیں لیا جاتا جب سرخ ہوتا ہے اور پک جاتا ہے تو لیا جاتا ہے حضرت حسن زہر سے شہید ہوئے زہر کا رنگ سبز تھا اس لئے امامت کیونکر چلتی حسین تلوار سے شہید ہوئے خون کا رنگ سرخ ہوتا ہے اس لئے امامت چلی ہم نے اس نکتہ کا ماحصل بیان کیا ہے ورنہ اس مضمون کو بڑے آب وتاب سے فخر یہ لہجہ میں بیان کیا گیا تھا انصاف کیجئے کہ ان مہملات کو ذکر حسین سے کیا تعلق اور جو مجمع ان مزخرفات پر تحسین رضی اللہ عنہ وستائش کی صدائیں بلند کرے اس کی دماغی حالت کس قدر واجب الرحم ہے۔‘‘ (مجاہد اعظم ص ۳۸۵)

’’اس حقیقت حال پر جس قدر افسوس کیا جائے وہ کم ہے کہ شیعہ حضرات نے ایک ایسی رسم عزاداری کو جزو قرار دے دیا ہے جس کا رسوم محرم اور واقعات کربلا سے کچھ بھی تعلق اور لگاؤ نہیں۔‘‘ (مجاہد اعظم ص ۴۰۸)

شیعہ کے سابق عالم جناب سید ابوالحسن فیضی صاحب سے سنئے:

’’میرے دل میں ہمیشہ یہ احساس رہا ہے کہ ہمارے مبلغ اور ذاکرین حضرات کی علمی وعملی حیثیت بہت ہی کمزور ہے پنج تن پاک کی پاکیزہ اسٹیج پر سچ کی نسبت زیادہ جھوٹ سے کام لیا جاتا ہے اس بھولی بھالی قوم کو خوب بے وقوف بنا کر عقل وفکر سے عاری کر دیا گیا ہے شیعان پاک کے پاکیزہ منبر پر وہ مبلغ اور ذاکر کامیاب ہوتا ہے جو فضائل ومصائب کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام پر، امہات المؤمنین پر تبرا یعنی لعنت کرنے کے علاوہ (وگتی)

ٹھٹھا مذاق بھی کرے...... (ماخوذ از، حرمت ماتم اور ہماری ذمہ داری ص ۹۲)

اس حقیقت کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے گھر والے اور آپ کے رفقاء مسافرانہ اور مظلومانہ حالت میں شہید کئے گئے تھے اور جن لوگوں نے بھی ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے ہیں وہ سب کے سب بدترین مخلوق اور اللہ کے مجرم ہیں وہ کس منھ سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کی امید رکھیں گے۔ تاہم اس میدان میں جو کچھ اور جتنا کچھ پیش آیا اس کا کوئی ایسا عینی شاہد نہیں جو ان واقعات کو بیان اور نقل کرنے والا ہو تقریبا سو سال کے بعد اس پر لکھا گیا تھا اور وہ بھی ادھر سے ادھر سے سن کر، ظاہر ہے کہ اس میں رطب و یابس کا صرف امکان ہی نہیں یقینی بھی ہے اور یہ تاریخ ہے قرآن وحدیث نہیں کہ جس کی سچائی پر ایمان ہے اور جس کی سند پر خوب جانچ پڑتال ہوئی ہے۔ اب جو کچھ ہمارے سامنے تاریخ کی کتابوں میں آیا ہے اس کو سو فیصد درست سمجھنا اور اس پر اپنے عقیدے کی بنیاد رکھنا ہرگز درست نہیں ہے۔ شیعہ مورخ جناب شاکر حسین نقوی امروی صاحب کربلا کے واقعات پر لکھتے ہیں کہ:

ان واقعات میں بہت سے قصے بے سروپا ہیں جن کی نہ کچھ اصلیت ہے نہ وجود بلکہ وہ محض رونے رلانے کی غرض سے گھڑے گئے ہیں چادریں چھن جانا یا بے پردہ بازاروں اور شہروں میں پھرانا ہمارے خیال میں قابل وثوق نہیں ہے اور ان کا بیان کرنا سوئے ادب ہی نہیں بلکہ بلاشبہ کفر توہین ہے۔ (مجاہد اعظم ص ۴۴۱)

تعزیوں کے آگے سر جھکانا مرادیں مانگنا ان پر عرضیاں آویزاں کرنا جہلا اور عورتوں کا فعل ہے جو خوش اعتقادی سہی مگر جہالت حماقت اور قابل انسداد ضرور ہے اسی طرح دوسری باتیں بھی مثلاً فقیری پہنانا سقہ بنانا طوق وزنجیر وکلاوے پہننا وغیرہ ان کی موجد بھی عورتیں یا جاہل مرد ہیں لہذا یہ سب باتیں فضول و بے کار ہیں جن کو نہ عزاداری سے کچھ واسطہ ہے اور نہ اصول ماتم سے کچھ تعلق۔ (مجاہد اعظم ص ۴۴۷)

موجودہ دور میں بعض ایسے شیعہ علماء ضرور موجود ہیں جو ان افعال کو قبیح اور بدعت سمجھتے ہیں اور اپنی نجی محفلوں میں اس پر گفتگو بھی کرتے ہیں مگر ان میں اب اتنی جرات نہیں کہ وہ کھل

کران بدعات کے خلاف آواز اٹھائیں جواس وقت رنگ برنگ تعزیئے، پھراس میں ڈھول باجے، ناچ گانے، میوزک اور ڈانس، اور میلے کی شکل بن چکے ہیں اور دوسری طرف ذاکرین کی ایسی فوج ظفر موج ہے جنھوں نے بقول ان کے اسٹیج اور منبر پر قبضہ کیا ہوا ہے اور جس کے منھ میں جو آتا ہے بولتا چلا جاتا ہے اور اتنا بھی نہیں دیکھتا اور غور کرتا ہے اس سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت نبوت کی تکریم ہورہی ہے یا توہین؟ اگرانہیں ذرا بھی اہل بیت نبوت کی تکریم اور حرمت کا خیال ہوتا تو ہم سمجھتے ہیں کہ وہ کبھی اس طرح کی باتیں اور حرکتیں نہ کرتے، بلکہ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ، سیدنا حضرت حسن مجتبیٰ، سیدنا حضرت حسین، سیدنا حضرت امام زین العابدین، سیدنا حضرت امام باقر اور سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم کی ہدایات اور تعلیمات ان کے سامنے رکھتے تاکہ عوام محض ان جلسوں اور جلوسوں کو نجات س کا ذریعہ سمجھنے کے بجائے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت مطرہ کو اپنانے اور ان عبادات کو اپنی زندگی میں لانے کی فکر پیدا کریں جس پر ان بزرگوں کی زندگیاں گذریں تھیں اور انہوں نے ان پر عمل کرنے کی نصیحت اور تاکید کی تھی۔

خاتم النّبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور شہید کربلا سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کتاب سیرت آپ کے ہاتھوں میں ہے اسے پڑھیے اور دعا کیجئے کہ اللہ رب العزت ان سب کو اپنی شایان شان جزاء عطا فرمائے۔

دعا ہے کہ رب العزت اس رسالہ کو اپنے حضور شرف قبولیت عطا فرما اور اسے راقم الحروف، راقم کے والدین اور حضرت الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے خیرہ آخرت اور ذریعہ نجات فرما۔ آمین

فقط

محمد اقبال رنگونی عفا اللہ عنہ

۶ محرم الحرام ۱۴۴۷ء

شہید کربلا

سیدنا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی... امابعد!

شہید کربلا سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب نواسے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دوسرے صاحبزادے، اور حضرت سیدہ فاطمہ کا جگر گوشہ ہیں۔ آپ اور آپ کے بڑے بھائی حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور ان دونوں شہزادوں کو دن رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں بیٹھنے، سونے اور کھیلنے کی سعادت ملتی رہی ہے اور جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات رہے وہ آپ کی نظر محبت وشفقت میں ہی رہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنا خوشبودار پھول، اپنا محبوب، اور جوانان جنت کا سردار بتلایا، آپ نے اسلام کے گود اور گھرانہ نبوت میں نشوونما اور پرورش پائی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو جوانان جنت کا سردار فرمایا اور آپ ان میں سے ایک ہیں جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کے اندر لیا اور ان کے لئے اس طرح خصوصی دعا فرمائی:

اللهُمّ أَهْلِي، أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ، وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا، اللهُمّ أَهْلِي أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا اللهُمّ أَهْلُ بَيْتِي أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا۔ (مسند احمد ج ۴۴ ص ۱۷۴)

اے میرے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں ان سے نجاست کو دور فرمادے۔ اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں ان سے رجس کو دور کردے اور ان کو خوب پاک

کردے اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں ان سے رجس کو دور کر اور ان سب کو خوب پاک کر دے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے حضور اپنے گھر والوں کو ایک چادر میں لے کر (جن میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی ہیں) اس طرح تین مرتبہ دعائیں فرمائیں اور یہ دعا شرف قبولیت نہ پائے ایسا نہیں ہوسکتا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ حضرت علی مرتضی اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازیبا الفاظ بول کر ان کی ذات پر انگلیاں اٹھاتے ہیں اور غیر شریفانہ انداز اختیار کرتے ہیں وہ ذہنی اور قلبی مریض ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعاء کے ہوتے ہوئے کس مسلمان میں جرات ہے کہ وہ ان مقدس شخصیات کی ذات کو طنز وطعن کا نشانہ بنائے۔

آپ کے والد شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسی بلند و بالا ہستی ہیں تو آپ کی والدہ خاتون جنت بلکہ خواتین جنت کی سردار ہیں۔ اللہ تعالی نے آپ اور آپ کے بڑے بھائی بلکہ پورے خاندان کو بہت سی خصوصیات سے نوازا ہے۔

جس پہلو سے بھی ان کو دیکھئے آپ کو ان کی عظمت ہی عظمت دکھائی دے گی اور کیوں نہیں، جبکہ خود سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے محبت رکھنے اور ان کا احترام کرنے کی تعلیم وہدایت فرمائی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے والد گرامی قدر

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ ......حضرت عبدالمطلب کے پوتے ......خواجہ ابوطالب کے چوتھے بیٹے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں کعبہ میں بتائی جاتی ہے آپ پہلے اپنے والد کے گھر پلے بڑھے بعد ازاں آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن تربیت میں آ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر آخرت تک آپ کے دامن شفقت میں رہے آپ نے بچپن میں بھی کسی بت کو پوجا اور نہ کبھی بت خانہ گئے۔

☆ ......حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نبوت کی ذمہ داریوں پر لائے گئے تو آپ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دعوت اسلام دی انہوں نے دوسرے دن ہی قبول اسلام کا شرف پالیا اور بچپن ہی میں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بارہا عبادت خداوندی میں شامل ہونے کا شرف نصیب ہوا، آپ اکثر و بیشتر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہتے اور جب اور جہاں آپ کو اسلام کی دعوت و تبلیغ اور اس کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں کسی خدمت کے لئے بھیجا جاتا تو آپ اس خدمت اور کام کو پوری ذمہ داری سے ادا کرآتے تھے۔

☆ ......حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم رہا کہ اس نے آپ کو مشرکین اور کفار مکہ کی دسترس اور ایذا رسانیوں سے محفوظ رکھا اور آپ ان تمام آزمائشوں اور تکلیفوں سے محفوظ رہے جن سے اس دور کے دیگر مسلمان دوچار تھے شاید ہی کوئی مسلمان ہو جو رؤسائے قریش کے ہاتھوں ستایا نہ گیا ہو مگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بچپن اور خواجہ ابوطالب کی قومی وجاہت کے سبب

کسی کو آپ پر کبھی ہاتھ اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔

☆......حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ہجرت کی رات بستر نبوی پر سونے کا شرف بھی ملا، اور لوگوں کی وہ امانتیں جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رکھی ہوئی تھیں آپ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت کے بعد آپ نے ان کی امانتیں ان لوگوں تک پہنچائیں۔

☆......حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو شرف مؤاخات بخشا اور پھر عملا آپ کو حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی مواخات میں دے دیا پھر کچھ عرصہ بعد اپنی لخت جگر سیدہ حضرت فاطمۃ الزہراء کے ساتھ آپ کا عقد فرما دیا اس طرح آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوٹے داماد ہونے کا شرف بھی ملا آپ خاتون جنت کے شوہر نامدار ہوئے اور جوانان بہشت کے سرداروں کے والد محترم و معظم بنے۔

☆......اسلام کی حفاظت وحمایت اور اس کی نصرت و مدافعت میں جتنے بھی معارک پیش آئے ہیں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان تمام معرکوں میں بھرپور حصہ لیا تھا اور اکثر معرکوں میں اسلام کا جھنڈا بھی آپ کے ہاتھ رہا آپ نے بدر واحد خندق وحنین اور خیبر کے معرکوں میں جرات وشجاعت کے جوہر دکھائے ہیں اور اللہ کی تائید ونصرت ہمیشہ آپ کے شامل حال رہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار ذوالفقار بھی آپ ہی کے پاس تھی۔

☆......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر آخرت کے بعد آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر پورے دل کی سچائی سے بیعت کی تھی اور ایک مخلص کارکن کی حیثیت سے آپ ہمیشہ خلیفہ بلافصل کے ساتھ کھڑے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب بھی آپ کو بلایا آپ نے ان کی آواز پر لبیک کہا آپ دل سے حضرت ابوبکر کو بڑا مانتے تھے اور کبھی آپ کے ادب واحترام میں پیچھے نہ رہے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات پر ایک پرسوز خطبہ دیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قدر وعظمت بہت زیادہ تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ سے بڑی محبت رکھتے تھے اور آپ کے دل میں ان کے لئے بڑی قدر تھی۔

☆……حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق میں سب سے پہلی آواز کس نے بلند کی تھی؟ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے۔ اور آپ نے صاف کہا تھا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کو خلیفہ قبول نہیں کریں گے آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کھلے دل سے بیعت کی اور زندگی بھر آپ کی حمایت میں کھڑے رہے اور آپ کے خلافتی کاموں میں آپ کے مشیر و معاون بنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی آپ سے بڑی محبت کرتے تھے اور ان کے دل میں بھی آپ کی بڑی قدر موجود تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے داماد بنے اور کبھی نہیں دیکھا گیا کہ ان دونوں گھرانوں میں کہیں نفرت کی کوئی آگ لگی ہو ہمیشہ محبت و عقیدت کے چراغ ہی روشن دیکھے گئے ہیں آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کو امت مسلمہ کے لئے ایک بہت بڑا حادثہ اور نقصان بتایا اور آپ ہمیشہ ان کے نامہ اعمال پر فخر اور رشک کرتے رہے اور آپ کو امام ہدایت سمجھتے رہے۔

☆……حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ جب مسلمانوں کے خلیفہ چن لئے گئے تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسلمانوں میں دوسرے تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی پہلی بیعت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کی تھی آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی محض رعایا نہ تھے آپ کے ہم زلف دوست اور مخلص ساتھی بھی تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت کے اکثر معاملات میں آپ کو اپنے ساتھ شریک رکھا تھا اور اہم معاملات میں حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ ہمیشہ آپ سے مشورہ بھی فرماتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھرانہ نبوت کے بڑے داماد تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی گھرانہ کے چھوٹے داماد ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دل میں آپ کی بڑی محبت تھی اور وہ آپ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اللہ تعالی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دولت سے نوازا تھا اور آپ کا یہ مال مسلمانوں کی خدمت میں بار بار کام آتا رہا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مال سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی کئی مرتبہ فیضیاب ہوئے تھے خصوصاً حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مہر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے مال سے ادا کیا تھا۔

☆……حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد آپ امیر المؤمنین ہوئے اور آپ نے خلافت کو زینت

بخشی آپ خلیفہ راشد تھے اور قرآن کی آیت استخلاف کا ہی تاریخی تسلسل تھے بعض لوگوں نے آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں ملوث بتانے کی سازش کی تو آپ نے اس کی سختی سے تردید کی اور بارہا کہا کہ میں خون عثمان رضی اللہ عنہ سے بری ہوں اور میرا اس میں کسی طرح کا کوئی عمل دخل نہیں ہے آپ نے چاہا کہ جن لوگوں کے ہاتھ خون عثمان رضی اللہ عنہ سے رنگین ہوئے انہیں پکڑیں اور سزا دیں مگر وہ آپ کے قابو میں نہ آئے الٹا انہوں نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا آپ جب بھی امت کی بھلائی اور خیر خواہی کے سلسلے میں کوئی قدم اٹھانا چاہتے تو یہی وہ لوگ تھے جو آپ کے آڑے آجاتے اور مختلف مکروفریب سے آپ کا راستہ روک دیا کرتے تھے آپ نے اپنی بے بسی کی یہ داستان اپنے خطبوں میں بارہا بیان کی ہے۔

☆......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت عام معمولی واقعہ نہ تھا یہ ایک بڑا حادثہ تھا جس نے پوری اسلامی سلطنت کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ قاتلین عثمان پر ہاتھ ڈالنے میں بے بسی کا اظہار کررہے تھے جبکہ امت مسلمہ انہیں فوری گرفتار کرنے اور سزا دینے پر مصر تھی اس اندیشہ کے پیش نظر کہ پوری دنیا کے مسلمان کسی بڑے انتشار میں نہ آجائیں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے اجلہ صحابہ اصلاح بین الناس کی خاطر میدان میں اترے اور بتایا کہ اگر شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا مسئلہ فوری حل نہ ہوا اور قاتلین اسی طرح دندناتے پھرتے رہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت متفرق ہوجائے گی ان سب کو جوڑے رکھنے کی واحد تدبیر یہ ہے کہ قاتلین عثمان اپنے انجام کو پہنچیں اور اس طرح یہ فساد رفع دفع ہوجائے چنانچہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ معاملہ طے ہونے کے قریب پہنچ ہی گیا تھا کہ فسادی پھر ایک مرتبہ اپنے گہری سازشی چال چل گئے اور جنگ جمل واقع ہوگئی ابھی اس واقعہ سے پوری طرح فارغ بھی نہ ہو پائے تھے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اپنے ساتھیوں نے آپ سے بغاوت کرلی اور آپ ہی کے خلاف زور شور سے میدان میں آگئے اب روافض سے خوارج نکلنے لگے یہیں سے نہروان کی آگ بھڑکی اور پھر صفین کی آگ بھڑکا دی گئی اور مسلمان ایک دوسرے کے خلاف میدان میں اتر آئے اور غیر ارادی طور پر آپس میں الجھ پڑے جس سے امت مسلمہ کو ایک بڑے جانی نقصان کا صدمہ

برداشت کرنا پڑا جس کا تمام فریقوں کو ہمیشہ افسوس رہا تھا۔

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا پورا دور خانہ جنگی اور شورش کی ہی نذر رہا اور اس پورے دور میں آپ ایک لمحہ سکون نہ پا سکے، آپس کی افراتفری اور بغاوتوں نے آپ کو اتنا الجھا دیا تھا کہ اسلامی فتوحات کا سلسلہ جس تیزی سے چلا آ رہا تھا وہ سلسلہ رک گیا تاہم آپ کی کوشش رہی کہ جن ممالک پر اسلام کا پرچم لہرایا جا چکا ہے وہاں ہونے والی بغاوتوں کو فرو کیا جائے اور اس کی حفاظت میں کوئی کمی کوتاہی نہ ہو اور مسلمان پھر سے ایک قوت بن کر ابھریں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد حالات میں کچھ تبدیلی آنے لگی مگر آپ کی اس دنیوی زندگی کے ایام پورے ہو چکے تھے اور آپ اپنے ساتھیوں کی بغاوتوں اور ان کی بار بار نافرمانیوں سے بہت دلبرداشتہ تھے اور اس وقتِ شہادت کے منتظر تھے جس کی پیشگوئی حضرت رسول خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو دی تھی۔

☆......حضرت علی مرتضیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے اور گھرانہ نبوت کے ممتاز فرد تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے بہت محبت اور شفقت کا معاملہ فرماتے تھے آپ نہ ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی فکر رہتی اور ملاقات ہو جاتی تو آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آتے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیمارداری اور خدمت کا شرف بھی نصیب ہوا آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سکرٹری بھی تھے اور آپ ہی تھے جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری وقتوں میں کاغذ اور قلم مانگا تھا تاہم یہ آپ کی محبت تھی کہ آپ اس وقت ایک لمحہ کے لئے وہاں سے جدا ہونے کو تیار نہ ہوئے کہ کہیں آپ اس دنیا سے رخصت نہ ہو جائیں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے اور قبر انور میں اتارنے کا شرف بھی ملا تھا۔

☆......اللہ تعالیٰ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مدح وشان میں آیات نازل فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ آپ کے فضائل اپنی امت کو بتلائے آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام لے کر ان کو جنت میں جانے اور اپنی معیت پانے کی بشارت دی آپ کو بہت سے ایسے فضائل وکمالات بھی ملے جن میں آپ کے ساتھ کوئی دوسرا

شریک نہیں ہے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم اور دوسرے تمام اصحاب کرام ہمیشہ آپ سے محبت کرتے رہے اور کبھی آپ کی عزت وتکریم میں پیچھے نہیں رہے جو دل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت اور عظمت سے خالی ہو اس دل میں ایمان کیسے رہ سکتا ہے جب بھی آپ کے خلاف کسی نے لب کشائی کی علماء اہل سنت نے آپ کی مدافعت کی اور ایسا کرنا اپنے ایمان کا تقاضا جانا۔

☆......حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ قرآن وحدیث کے بڑے عالم تھے اور قرآن اور حدیث پر آپ کی بڑی گہری نظر تھی اجلہ صحابہ اور تابعین نے آپ سے حدیث کی روایت کی ہے کتب احادیث میں آپ کی روایات موجود ہیں سرعت فہم اور گہرائی علم میں بھی آپ کمال درجے پر تھے اور صاحب فتاوی صحابی تھے آپ قضا اور علم میں بڑی اونچی شان رکھتے تھے اس بات کا اعتراف اجلہ صحابہ نے بھی کیا ہے۔

☆......حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روحانیت بہت صاف اور شفاف تھی آپ دنیاوی آلائشوں سے پاک اور اس کی آرائشوں تک سے دور دور رہے اور کیوں نہ رہتے آپ تو بچپن سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن تربیت میں آ گئے تھے آپ توحید الٰہی اور معرفت ربانی میں ایک خاص مقام پائے ہوئے تھے فکر آخرت اور خشیت الٰہی آپ کی زندگی کے ہر حصہ سے عیاں رہی ہے نماز کا وقت آتا تو آپ پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی اور کسی مقبرہ سے گزرتے تو فکر آخرت سے رو دیا کرتے تھے آپ کی ذات زہد وتقوی کا مرقع تھی اور آپ کی درویشانہ زندگی سب کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح تھی آپ کا کھانا پینا پہننا اور رہن سہن کسی پر مخفی نہ تھا آپ بیت المال سے اتنا ہی لیتے تھے جتنا ضرورت ہوتا اور اس میں بھی بڑی احتیاط کرتے تھے کہ کہیں کسی دوسرے کی حق تلفی نہ ہو جائے آپ کے پاس نہ مکان تھا نہ کوئی بڑی جائداد تھی جو کچھ آپ کے پاس ہوتا یا کبھی آ جاتا آپ اسے اللہ کے رستے میں خرچ کر دیا کرتے تھے اور اس پر خوش ہوتے تھے۔

☆......حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں جو شخص آپ کو خلیفہ راشد نہیں مانتا اس کا اہل سنت والجماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے امام احمد ایسے شخص کو گدھے سے زیادہ بدتر سمجھتے ہیں۔

☆......حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اپنے سے پہلے کے تینوں پیش رووں کے ساتھ بڑے اچھے اور مخلصانہ تعلقات رہے اور ان کی آپس میں رشتہ داریاں بھی ہوئیں ہیں یہ سب حضرات ایک دوسرے کو ہمیشہ محبت وعظمت سے دیکھتے تھے قرآن کریم نے ان کے آپس کے دوستانہ تعلقانہ کی تصدیق کی ہے البتہ جن لوگوں نے ان کے درمیان نفرت وعداوت کے قصے گھڑے ہیں یقین کیجئے وہ سب جھوٹ ہیں مسلمانوں کو اپنے اسلاف سے بدگمان کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا۔

☆......اللہ تعالی نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بے شمار کمالات عطا فرمائے اور بعض کمالات میں ان کو خصوصیات سے بھی نوازا لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ معاذ اللہ کوئی مافوق الفطرت ہستی تھے اور ان کمالات کی بناء پر آپ خدائی طاقتوں کے حامل ہوگئے تھے ایسا نہیں افسوس کہ شیعہ روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو تصویر دکھائی گئی ہے وہ اس تصویر سے قطعا مختلف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی خلیفہ راشد سیدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی ہے وہ تمام صفات اور شانیں جو اللہ وحدہ لاشریک کے لئے خاص ہیں اور نبوت کی وہ خصوصیات جو صرف اور صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیں وہ سب کی سب بڑی بے باکی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اتار دی گئی ہیں اور یہ لوگ اس پر اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ یہ سب عقائد ونظریات مصر کے ایک یہودی عبداللہ بن سبا نے ایک خاص مقصد کے تحت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت نبوت کی محبت کے نام پر وضع کیئے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے بخوبی واقف تھے کہ ابن سبا کی یہ کاروائی ان کی محبت کے لئے نہیں صف اسلام میں رخنہ اندازی اور اسلامی عقائد میں انتشار پیدا کرنے کے لئے ہورہی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کھل کر ان عقائد کی تردید کی اپنے آپ کو انسان کہا اور انہیں توبہ کی تلقین کی جو آپ کو خدا بتلانے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے اور نہ ماننے والوں کو پھر آپ نے بطور سزا آگ میں جلا دیا تھا۔

☆......ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت اور عقیدت رکھے اور ان کی اسلام، پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کے لئے کی گئی خدمات اور احسان کو یاد رکھے اور آپ کے

لئے دعاء اور ایصال ثواب میں کمی نہ کرے یہ اہل سنت والجماعت کے علامتوں میں سے ایک ہے حضرت الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل بیت کی سچی محبت خاتمہ بالخیر کی ضمانت ہے۔

☆ ...... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشگوئی کی تھی کہ وہ طبعی موت نہ مریں گے بلکہ آپ کو قاتلانہ حملے میں شہادت کی موت ملے گی اور آپ کا خون آپ کے سر کے بالوں اور داڑھی کو سرخ کردے گا بدری صحابی حضرت فضالۃ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی بہت بیمار ہوئے تو ہم آپ کی عیادت کو آئے اور بیماری کو دیکھتے ہوئے پوچھا کہ اگر خدانخواستہ آپ کو موت آجائے تو کیا کریں کیا یہاں کے بدو آپ کو یہاں دفن کردیں یا آپ کو مدینہ لے جائیں حضرت علی مرتضیٰ نے ان سے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں امیر بنے بغیر فوت نہ ہوں گا اور یہ بھی بتایا ہے کہ میری یہ داڑھی میرے سر کے خون سے رنگین ہوجائے گی اس میں یہ بات لپٹی ہوئی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس بات کی پیشگوئی فرمائی تھی ٹھیک اسی طور پر آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تھا اور ایک خارجی نے آپ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کئے۔ آپ کی شہادت ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ جمعہ کے دن سحری کے وقت ہوئی اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی اور مشہور قول کے مطابق آپ کو کوفہ کے دار الامارت میں دفن کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر بے شمار رحمتیں نازل ہوں، آمین

نوٹ: سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تفصیلی سیرت کے لئے راقم الحروف کی کتاب ''زبدۃ المناقب من حیاۃ سیدنا علی بن ابی طالب'' (دو جلد) کا مطالعہ فرمایئے۔ یہ کتاب 2011ء میں شائع ہوئی تھی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ

خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور چہیتی صاحبزادی ہیں، آپ اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں تھیں۔ آپ کا حلیہ مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت ملتا تھا، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چال ڈھال، اٹھنا بیٹھنا، بات چیت کرنا ہو بہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح نظر آتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھی اللہ تعالی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی بہت خوبصورتی سے نوازا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چاند سورج سے زیادہ حسین تھیں۔

آپ کو ''سیدۃ نساء العالمین، سیدۃ نساء اہل الجنۃ، زہرا، بتول، طاہرہ، مطہرہ، راضیہ، زاکیہ'' اور دیگر معزز اور شاندار القاب سے پکارا جاتا ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں آپ کی باقی تین صاحبزادیوں کے انتقال کے بعد تو آپ کی یہ اکیلی شہزادی ہی آپ کی نگاہ محبت کا محور و مرکز بن گئیں تھیں۔ آپ جب مدینہ سے باہر جاتے تو ان سے مل کر جاتے اور جب واپس تشریف لاتے تو ان سے ملتے اور پیار فرماتے تھے۔ اور جب آپ کہیں تشریف فرما ہوتے اور حضرت سیدہ تشریف لاتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرط محبت میں اٹھ جاتے اور ان کی پیشانی چوم کر انہیں پیار اور دعائیں دیتے تھے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس گھر میں پرورش پائی تھی جس گھر سے زیادہ مبارک اور

مقدس اور کوئی گھر نہیں ہے آپ ہر وقت نگاہ نبوت میں رہتی تھیں اور نبوت کی چھاؤں میں پلتی رہیں، ہوش سنبھالا تو آفتاب رسالت کی حسین رضی اللہ عنہ کرنین آپ کے سامنے تھیں۔آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی دوسری بچیوں کی طرح حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر بھی خاص توجہ دے رکھی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والا سب سے پہلا گھرانہ آپ ہی کا تھا حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور آپ کی تمام صاحبزادیاں نے اپنے والد گرامی قدر کے اعلان نبوت پر سب سے پہلے لبیک کہا اور یہ گھر سب سے پہلا دارالاسلام بنا تھا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا تو انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نگہداشت میں کوئی کوتاہی اور کمی نہیں کی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مطمئن تھے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا آپ کی سب بیٹیوں کا پورا پورا خیال رکھتیں ہیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منوہ ہجرت فرما گئے اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں تھیں پھر آپ نے دو صحابہ مکہ مکرمہ بھیجے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل وعیال کو لے کر مدینہ آئے تھے اس سفر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر والے بھی ان کے ساتھ تھے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رمضان المبارک ۲ ہجری کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر کی ساری ضرورتیں خرید کر لائے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کا گھر سجایا تھا، یہ گھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ مبارکہ سے کچھ فاصلہ پر تھا چونکہ فاصلہ ہونے کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنے جانے میں دقت ہوتی تھی اس لئے پھر آپ ایک قریبی مکان مین منتقل ہوگئیں یہ مکان حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے ان کو دیا تھا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بہت دعائیں دیں تھیں۔

خاتون جنت کے گھر کیا سامان تھا؟ کچھ بھی نہیں، سونے کے لئے ایک بستر تھا، رات کو پہننے کے کپڑے تھے، ایک مشکیزہ تھا، ایک رومال تھا، اور ایک پیالہ تھا، اور ایک دو اور چیزیں

تھیں۔آپ اپنے گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں، چکی بھی اپنے ہاتھوں پیستی تھیں جس کی وجہ سے اکثر چھالے پڑ جاتے تھے، گھر میں جھاڑو دینے اور چولھا جلانے کی وجہ سے آپ کے کپڑے بھی میلے ہوجاتے تھے کبھی کبھی آپ خود مشکیزہ میں پانی بھر کر لاتیں تھیں جس کی وجہ سے آپ کے سینے میں بھی درد رہتا تھا۔اس طرح اپنے شوہر نامدار اور اپنے بچوں کی خدمت کرتی تھیں۔ یوں بھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مالدار نہ تھے آپ محنت مشقت کر کے جو کچھ کما کر لاتے اس سے گھر کا گذارہ کرلیا کرتے تھے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا صبر وتحمل کا پیکر تھیں جو ملتا کھالیتی نہیں ملتا تو صبر کرتیں، ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کچھ باندیاں آئیں ہیں ان میں سے ایک مانگ لو تو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے کنیز مانگنے کی ہمت نہیں ہوتی، پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر بارگاہ رسالت میں آئیں تو یہ بات عرض کی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں صبر کی تلقین فرمائی اور تسبیحات کی تعلیم دی تھی۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نہایت پارسا، اور عبادت گزار خاتون تھیں، آپ کی درویشانہ اور زاہدانہ زندگی اس پر گواہ ہے اگر کبھی ان کے گھر کچھ فراخی کے آثار نظر آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے اور حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا اسی وقت ان سب چیزوں کو اپنے سے جدا کرلیا کرتی تھیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایثار اور سخاوت بہت مشہور تھا آپ کے در اور گھر سے کبھی کوئی خالی نہیں جاتا تھا کبھی اپنے لئے کچھ ہوتا اور کوئی محتاج آپ کے در پر آجاتا تو اسے اپنے اوپر ترجیح دے دیتیں اور خود فاقہ برداشت کرتی تھیں جب آپ کے پاس سات باغات آئے تو وہ سب کے سب آپ نے وقف کردئے اور اس کی آمدنی غرباء اور مساکین پر خرچ ہوتی تھیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اسلام کی نصرت اور حمایت میں بھی کردار کچھ کم نہ تھا آپ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ میدان جہاد میں شریک رہی ہیں جنگ بدر میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو

چوٹیں آئیں اور خون بہنے لگا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کپڑے کا ٹاٹ جلا کر اس کی راکھ کو زخم میں بھرا تھا۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خوشی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی نظر آتی تھی اور آپ غمزدہ ہوتیں تو آپ بھی غمزدہ ہو جاتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی کو جگر کا ٹکڑا بتلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس نے اسے دکھی کیا اس نے مجھے دکھی کیا ہے اور آپ نے یہ بات ایک خاص موقع پر فرمائی تھی۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اس روحانی بلند مقام اور آپ کی بڑی شان کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ہمیشہ دین پر استقامت اور عمل صالح کی تاکید فرمایا کرتے تھے اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت اور تاکید کا پورا پورا خیال رکھا کرتیں تھیں، خوف خدا اور فکر آخرت آپ کے ہر قدم اور عمل سے نظر آتا تھا آپ جب راتوں کو عبادت کے لئے اٹھتیں تو اس قدر طویل قیام کرتیں کہ آپ کے پیروں میں ورم بھی آجاتا تھا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارۃً اپنی رحلت کی خبر سنائی تو آپ بڑی غمزدہ اور رنجیدہ ہوگئیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بتلایا کہ وہ بہت جلد اپنے والد سے جاملیں گی تو ان کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر آخرت اختیار کرلیا تو گویا آپ پر غم والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا اور اپنے والد گرامی قدر کی یاد میں آپ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل پڑتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ان کی تیمارداری کیا کرتی تھیں اور آپ کی زندگی کے آخری لمحات تک آپ کی خدمت میں مصروف رہیں جب حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو فکر ہوئی کہ میرا جنازہ اس طرح اٹھے کہ لوگوں کی نظریں پڑیں تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کو تسلی دی اور کہا کہ ایسا نہیں ہوگا اور انہوں نے پھر اس کا طریقہ بتلایا تو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے چہرہ پر مسکراہٹ آگئی۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہی ان کے پاس تھیں اور

انہوں نے آپ کو وصیت کی تھی کہ وہ انہیں غسل دیں چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے حسب وصیت آپ کو غسل دیا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کی مدد کرتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کو صرف چند ماہ گذرے تھے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی وقت سفر آ گیا اور آپ رمضان المبارک سن ۱۱ ہجری کو مالک حقیقی کے پاس چلی گئیں اس وقت آپ کی عمر مبارک تقریباً ۲۸، ۲۹ سال تھی۔

آپ کا جنازہ حضرت علی مرتضیٰ کی خواہش پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھایا تھا اور جنت البقیع کی مٹی کو آپ کی آخری آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ جہاں ہر وقت لاکھوں مسلمان حاضر ہوتے ہیں اور آپ کے لئے ایصال ثواب اور دعا کرتے رہتے ہیں۔ اللہ رب العزت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پوری امت کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔ آمین

نوٹ: خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تفصیلی سیرت پر راقم الحروف کی کتاب ''تمنائے حسن خاتمہ از ذکر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا'' کا مطالعہ کیجئے۔ یہ کتاب ۱۴۳۱ھ میں شائع ہوئی تھی۔

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں آپ کی ولادت ہجرت کے تیسرے سال رمضان المبارک میں ہوئی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام حسن رکھا تھا۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور سے بہت مشابہ تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں بہت پیارے تھے اور اکثر اوقات ان دونوں بچوں کے پاس تشریف لاتے، ان کو پیار فرماتے، اور ان کے ساتھ کھیلتے تھے۔ آپ ان دونوں کے خوش ہونے پر خوش ہوتے تھے اور ان کے رونے سے آپ تڑپ جاتے تھے اور جب تک وہ خاموش نہ ہوتے آپ کو چین نہ آتا تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک آٹھ سال کی تھی کہ نانا جان کی محبت وشفقت کا نورانی اور روحانی سایہ سر سے اٹھ گیا تھا اور پھر کچھ ماہ کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی سفر آخرت پر چلی گئیں۔ تاہم آپ کے والد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محبوب ساتھی حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم موجود تھے اور ان کی زیرنگرانی آپ کی تعلیم وتربیت ہوتی رہی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے خالو تھے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما باوجودیکہ عمر میں بڑے تھے مگر قرابت نبوی کی وجہ سے ان دونوں کا ہر طرح لحاظ فرماتے تھے اور ان کو دوسروں پر ترجیح دیا کرتے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت مختصر تھا تاہم حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں آپ نے جہاد میں بھی حصہ لیا تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد کے دور خلافت میں پوری طرح آپ کے معاون رہے تھے اور ان کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے جانشین بنے پھر آپ مسلمانوں کو انتشار اور ان کا خون بہانے سے بچانے کے لئے خلافت سے دستبردار ہوگئے اور خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دی ہوئی وہ پیشن گوئی اپنی پوری شان اعجاز کے ساتھ پوری ہوئی جس میں آپ نے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر اہل ایمان کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا۔ آپ کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو تحفے تحائف اور عطیات اور وظائف آتے آپ ان کو قبول فرماتے تھے اور اس سے اپنی ضروریات پوری کرتے تھے آپ نے کبھی اس کے لینے سے انکار نہیں کیا تھا۔

ایک مرتبہ جب آپ اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انھوں نے ان دونوں شاہزادوں کا بڑا اکرام واحترام کیا تھا اور بڑے عطیات سے نوازا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آنا جانا تھا اور محبت وعقیدت کے یہ تعلقات برابر قائم تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ علم وفضل کے اس کمال پر تھے کہ مدینہ منورہ میں جو لوگ صاحب افتاء تھے آپ ان میں سے ایک تھے مدینہ منورہ میں آپ کے علمی اور روحانی حلقے کی اپنی ایک شان تھی اور لوگ جوق در جوق آپ کے علمی حلقے میں آتے اور علمی اور روحانی پیاس بجھاتے تھے۔

آپ کو اللہ کی عبادت بہت محبوب اور مرغوب تھی، اور کبھی کبھی خوف خدا سے آپ کانپ جایا کرتے تھے جب مکہ مکرمہ تشریف لاتے تو زیادہ تر وقت طواف میں گزرتا تھا آپ بکثرت نمازیں پڑھتے تھے، اور روزہ بھی رکھا کرتے تھے، آپ نے پچیس مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی تھی اور بیس مرتبہ پیدل حج کیا تھا آپ بڑے سخی تھے جو کچھ ملتا لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور ہر نیکی کے کاموں میں آپ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے آپ غرباء اور مساکین کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور اللہ کے رستے میں مال خرچ کرنا آپ کو بہت محبوب تھا اور آپ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ آپ کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد ۵ ربیع الاول ۴۹ ہجری کو ۴۷ سال کی عمر میں انتقال کر گئے تھے علماء نے آپ کی موت کا سبب زہر دینا بتلایا ہے اور آپ کو شہید کہا ہے آپ کی قبر مبارک جنت البقیع میں اپنے والدہ مکرمہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے پہلو میں ہے جہاں لاکھوں لوگ آپ کو سلام پیش کرتے ہیں۔

نوٹ: سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تفصیلی سیرت کے لئے راقم الحروف کی کتاب ''لطائف المنن فی مناقب سیدنا الحسن رضی اللہ عنہ'' کا مطالعہ کیجئے جو شائع ہو چکی ہے۔

حضرت محسن رضی اللہ عنہ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تیسرے صاحبزادے حضرت محسن ہیں جو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، ان کا بچپنے میں انتقال ہو گیا تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بہنیں

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی دو بہنیں تھیں جن کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

① حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا:

آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں (٦ ھ) میں پیدا ہوئیں تھیں۔آپ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ سے ہوا تھا جن سے ان کی اولاد بھی ہوئیں۔آپ حادثہ کربلا میں اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں اور جب ان کو گرفتار کر کے شام لایا گیا تو انہوں نے بھرے دربار میں بڑی جرأت اور حوصلہ کے ساتھ گفتگو کی تھی۔آپ بڑی عقلمند اور صابرہ خاتون تھیں۔

② حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

آپ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی صاحبزادی ہیں جو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ۹ ہجری میں پیدا ہوئیں تھیں ان کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا اور ان سے دو بچے زید اور رقیہ ہوئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حضرت عون کے ساتھ ہوا، پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے بھائی محمد بن جعفر سے ان کا نکاح ہوا۔پھر ان کے بعد عبداللہ بن جعفر کے نکاح میں آئیں تھیں۔آپ کا انتقال ۴۹ ہجری میں ہوا تھا ان کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن عمر یا حضرت سعد بن ابی وقاص نے پڑھائی تھی۔

اللہ تعالی ان سب پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔

سیدنا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے نواسہ، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے صاحبزادے ہیں اللہ تعالی نے آپ کو بڑے فضائل اور کمالات عطا فرمائے ہیں اور امت مسلمہ قیامت تک ان کے ذکر خیر سے اپنے آنکھوں کو روشن اور دلوں کو منور کرتے رہیں گے۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کا خواب

آپ کی پیدائش سے پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ام الفضل لبابہ بنت الحارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن کا ایک حصہ کٹ کر ان کی گود میں آگرا ہے وہ اس خواب سے سخت پریشان ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گھبرائے ہوئے آئیں اور اپنا خواب سنایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اچھا اور مبارک خواب ہے فاطمہ کے گھر لڑکا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں آئے گا۔

رَأَيْتِ خَيْرًا، تَلِدُ فَاطِمَةُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ غُلَامًا، فَيَكُونُ فِي حِجْرِكِ۔

(مستدرک ج ۳ ص ۱۱۹۴)

اسد الغابہ لابن اثیر کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خواب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے متعلق تھا۔ (دیکھئے ج ۲ ص ۱۴)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت

کچھ دنوں کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی یہ شعبان ۴ ہجری کا واقعہ ہے آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایک سال بعد پیدا ہوئے ایک شیعی روایت کے مطابق حضرت حسین حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے تھے۔

وولدت فاطمة الحسن والحسين وبينهما ستة أشهر۔

(بحار الانوار ج ۴۳ ص ۴۸ ملا باقر مجلسی شیعی)

کوئی فرزند ششماہی متولد نہیں ہوا کہ زندہ رہا ہو بغیر عیسی بن مریم اور حسین بن علی کے۔

(جلاء العیون ج ۲ ص ۹۸۔ مجلسی شیعی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں دوسرے بچے کی پیدائش کی خبر ملی تو آپ تشریف لائے، بچے کو دیکھ کر خوش ہوئے، ان کے کان میں اذان دی (اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۸) اور تحنیک فرمائی۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۵۰)

نام پوچھا؟ تو کہا کہ حرب ہے۔ فرمایا کہ نہیں، اس کا نام حسین ہوگا۔ عمران بن سلیمان کہتے ہیں کہ حسن حسین اہل جنت کے ناموں میں سے دو نام ہیں۔ عرب میں اس سے پہلے یہ دو نام نہیں رکھے گئے۔ (الذریۃ الطاہرہ ص ۶۸)

مفضل کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے یہ دو نام اس سے پہلے ظاہر نہیں کئے تھے (یعنی کسی نے نہیں رکھے تھے) یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں نواسوں کے نام رکھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے کا عقیقہ کرنے (المصنف ج ۴ ص ۳۳۱) اور بچے کے سر کے بال اتار کر اس کے ہم وزن چاندی خیرات کرنے کی ہدایت بھی فرمائی تھی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۶۶)

بعد ازاں آپ کو حضرت امّ فضل رضی اللہ عنہا کے حوالہ کیا گیا اور جب تک آپ نے چلنا نہیں سیکھا تھا حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا ان کو دودھ پلاتی رہیں۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۶۹ للبیہقی)

مستدرک حاکم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو جناب یقطر کی اہلیہ نے بھی دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا تھا۔ (طبری ج ۵ ص ۲۸۲)

شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی کہتا ہے کہ پیدائش کے بعد آپ کو غسل نہیں دیا گیا۔ موصوف لکھتا ہے کہ آپ نے اپنی چچی سے فرمایا کہ

میرے فرزند کو لے آؤ اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے ابھی ان کو غسل نہیں دیا حضرت نے فرمایا کہ تم اس کو غسل دے کر کیا پاک کرو گی خدا نے اس کو پاکیزہ ومطہر کیا ہے۔

(جلاء العیون ج ۲ ص ۹۱)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش نہ تھیں (معاذ اللہ)

نوٹ: شیعہ علماء کے ہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خوشخبری اور پیدائش کے متعلق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر کیا گزری تھی اسے ان کی عجیب وغریب روایات میں دیکھئے۔

شیعہ کے مرکزی محدث ملا محمد بن یعقوب کلینی (۳۲۹ھ) امام جعفرؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت جبرئیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو ایک مولود کی بشارت دیتا ہے جو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوگا اور تمہاری امت اس کو قتل کرے گی یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ اللہ سے کہو کہ مجھے ایسے بچے کی ضرورت نہیں ہے (یا جبرئیل لا حاجة لی فیہ،) حضرت جبرئیل نے یہ بات خدا تک پہنچادی، خدا نے دوبارہ وہی بشارت بھیجی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر سے وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔ تیسری مرتبہ پھر اللہ نے وہی بشارت بھیجی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ خدا اس مولود کی اولاد میں امامت، ولایت اور وصیت مقرر کرے گا تو حضور راضی ہو گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات حضرت فاطمہ کو سنائی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سن کر کہا کہ مجھے ایسے بچے کی حاجت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ اللہ نے اس بچے کے ساتھ یہ دوسری بشارت بھی دی ہے تب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس پر راضی ہوئیں۔

(اصول کافی ج ۱ ص ۶۸۰۔ بحار الانوار ج ۲۳ ص ۲۷۲)

ایک اور شیعی روایت میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاملہ ہوئیں تو ان کو یہ حمل ناپسند لگا اور انہیں ان کی پیدائش بھی اچھی نہیں لگی:

فلما حملت فاطمة بالحسين كرهت حمله وحين وضعته كرهت وضعه۔

(الكافی ج ۱ ص ۶۷۹۔ بحار الانوار ج ۲۶ ص ۲۶۶)

امام جعفرؒ اس پر کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی گئی جس کو اپنے بچے کی ولادت ناگوار گزری ہو سوائے حضرت فاطمہ کے، کہ ان کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ناگوار گزری تھی کہ وہ قتل کئے جائیں گے

لم تر في الدنيا أم تلد غلاما تكرهه ولكنها كرهته لما علمت أنه سيقتل (ایضا)

قرآن کریم کی آیت (حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا) کے بارے میں فرماتے ہیں

کہ یہ آیت اسی سلسلے میں نازل ہوئی تھی۔

وفیہ نزلت ھذہ الآیۃ۔ (الکافی ج ۱ ص ۶۷۹)

قال أبو عبد اللّٰہ (علیه السلام): هل رأیتم في الدنیا اما تلد غلاما فتکرهه، ولکنها کرهته۔ (کامل الزیارات ص ۱۲۲ لجعفر بن محمد بن قولویه)

(قرآن کی آیت میں) والدین سے مراد حسنین رضی اللہ عنہما ہیں اور وہ جس کا حمل اور وضع حمل از روئے کراہت تھا امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ (جلاء العیون ج ۲ ص ۹۳۹)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا تھا (شیعہ علماء)

نیز شیعہ کی حدیث کی مرکزی کتاب ''اصول کافی'' کی روایت میں یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نہ تو اپنی ماں کا دودھ پیا تھا اور نہ ہی کسی دوسری عورت کا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنا انگوٹھا ان کے منہ میں رکھتے تو وہ ان انگوٹھوں کو چوس لیا کرتے تھے اور یہ ان کو دو تین دن کے لئے کافی ہو جایا کرتا تھا۔

لم یرضع الحسین علیه السلام من فاطمة علیها السلام ولا من انثی۔

(بحار الانوار ج ۴۴ ص ۱۹۸)

ہم شیعہ علماء کے ان بیانات سے کسی صورت اتفاق نہیں کرتے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ناگوار گزری تھی اور انہوں نے حضرت اپنی والدہ محترمہ کا دودھ نہیں پیا۔

حیرت کی بات ہے کہ اسی مجلسی نے جلاء العیون میں اس کے خلاف لکھا ہے کہ

''سوائے اپنی ماں جناب فاطمہ کے اور کسی عورت کا امام حسین نے دودھ نہ پیا۔''

(جلاء العیون ج ۲ ص ۹۳ مترجم)

اب اس کا فیصلہ اہل مجلس ہی کریں گے کہ ان دونوں میں سے کونسی بات درست ہے۔

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شبیہ تھے

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور سے بہت مشابہ تھے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک سے مشابہ تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے دونوں شہزادوں کا اس

طرح نقشہ کھینچتے ہیں۔

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى أَشْبَهِ النَّاسِ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ عُنُقِهِ إِلَى وَجْهِهِ وَشَعَرِهِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، وَمَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى أَشْبَهِ النَّاسِ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ عُنُقِهِ إِلَى كَعْبِهِ خَلْقًا، فَلْيَنْظُرْ إِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

(الشریعۃ ج ۵ ص ۲۱۴۵ للآجری۔ المعجم الکبیر ج ۳ ص ۹۵ للطبرانی)

یعنی جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ مبارک کو سر سے گردن تک دیکھنا ہو تو وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھے اور جس نے آپ کے بدن کا باقی حصہ مبارک دیکھنا ہو تو وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھے یعنی جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات کو سر سے پیر تک دیکھنا ہو اسے چاہئے کہ وہ ان دونوں شہزادوں کو بیک وقت دیکھ لے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بہت خوبصورت تھے آپ کا قد درمیانی تھا، پیشانی کشادہ اور سینہ چوڑا تھا آپ مضبوط جسم رکھتے تھے اللہ تعالی نے آپ کی آواز میں سوز رکھا تھا، آپ داڑھی کو خضاب لگاتے تھے اور یہ خضاب وسمہ کا تھا (یہ ایک بوٹی ہے جس کے پتے بطور مہندی کے استعمال کئے جاتے ہیں اور اس کا رنگ خوبصورت لگتا ہے) (کتاب المعرفۃ والتاریخ ج ۳ ص ۱۰۴) اور آپ کبھی کتم اور حناء کی بھی مہندی لگاتے تھے۔ (معرفۃ الصحابۃ ج ۲ ص ۹)

آپ کے بال مبارک لمبے تھے عمامہ پہننے کے باوجود آپ کے بال مونڈھوں تک لٹکے نظر آتے تھے:

قَدْ خَرَجَ شَعْرُهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ. (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۴۵)

سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ محبت میں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی پیدائش سے پہلے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آتے تو صرف حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کھیلتے، انہیں پیار کرتے اور دعا دیتے۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو

اب آپ دونوں بچوں کو دیکھنے کے لئے آیا کرتے، ان کی خیر خیریت دریافت کرتے، ان کو شفقت اور روحانیت سے بھرپور پیار عطا فرماتے، ان سے کھیلتے، ان کو گلے لگاتے، سینہ مبارک سے چمٹاتے اور ان کو بوسے دیتے تھے۔

- حضرت ابوایوب انصاری کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک پر چڑھے کھیل رہے تھے جب میں نے پوچھا کہ یہ دونوں آپ کو اتنے عزیز ہیں تو فرمایا کیوں نہیں، یہ دونوں دنیا میں میری بہار (پھول) ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۰)

- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان بچوں کے رونے کی آواز پر تڑپ جاتے تھے اور جب تک بچے چپ نہ ہوتے آپ کو بھی قرار نہ آتا تھا ایک مرتبہ آپ حضرت فاطمہ کے ہاں آئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز آئی تو آپ نے حضرت فاطمہ ؓ سے فرمایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ ان کا رونا مجھے بے چین کر دیتا ہے۔ (طبرانی ج ۳ ص ۲۸۴)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اٹھالیا اور پیار کیا جب تک وہ چپ نہ ہوئے آپ گھر سے باہر نہیں نکلے۔ (طبرانی ج ۳ ص ۱۱۶)

- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے فرما رکھا تھا کہ انہیں (یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو) رلانا نہیں۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اب کسی کو اندر نہ آنے دینا اس دوران حضرت حسین رضی اللہ عنہ آ گئے اور دروازہ بند دیکھ کر رونا شروع کر دیا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو جب ان کے رونے کی آواز آئی تو انہوں نے فوراً دروزاہ کھول دیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اندر گئے اور سیدھے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں جا بیٹھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۸۹)

- حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی حضرت حسن اس وقت بچے تھے اور آپ کی گود میں تھے اتنے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پیشاب کر دیا تو میں نے اسے ہلکا سا ہاتھ مارا (جس طرح ماں اپنے بچے کو پیار میں ہلکا ہاتھ مارتی ہیں)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دیکھ کر تڑپ اٹھے اور کہا کہ چلو رہنے دو، اللہ تجھ پر رحم کرے، اسے نہ مارو تکلیف ہوگی۔ (مستدرک ج۱ ص۱۶۶)

- ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے ہاں آئے تو دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کیا تمہیں پتہ نہیں کہ حسین کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے:

أَلَمْ تَعْلَمِي أَنَّ بُكَاءَهُ يُؤْذِيْنِي۔ (سیر اعلام النبلاء ج۳ ص ۲۸۴)

- حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن ہمارے گھر میں آرام فرما تھے اور دونوں بچے بھی سو رہے تھے اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پیاس لگی وہ بیدار ہو کر پانی مانگنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً اٹھ گئے اور مشکیزہ سے پانی لے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پلانے ہی لگے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی اٹھ گئے اور پانی پینے کے لئے آگے آئے اور کہا کہ مجھے پہلے پلائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا بیٹا پہلے بھائی نے پانی مانگا ہے اسے پینے دو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا کہ کیا آپ کو حسین رضی اللہ عنہ زیادہ پیارے ہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں، مجھے تو دونوں ہی پیارے ہیں البتہ پانی پہلے حسین رضی اللہ عنہ نے مانگا تھا اس لئے اسے دیا ہے۔ (تاریخ ابن عساکر ج۴ ص۳۱۷)

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب تھا اتنے میں آپ کے ہاں مروان آیا اور آپ سے کہا کہ میں آپ کی ایک بات سے خفا ہوں اور وہ یہ کہ تم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی محبت وعقیدت میں حد سے بڑھ جاتے ہو (یعنی بہت زیادہ محبت کرتے ہو) راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہ اس کی یہ بات سن کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ میں ان سے اتنی محبت کیوں رکھتا ہوں، میں نے خود اپنی آنکھوں دیکھا واقعہ بتلاتا ہوں کہ:

ایک مرتبہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھے اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما بھی ہمارے ہمراہ تھے دوران سفر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچوں کے رونے کی آواز آئی تو آپ نے اپنی سواری تیز کر لی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ انہیں پیاس لگی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے مشکیزہ کی جانب ہاتھ بڑھایا تو اس میں پانی نہ تھا آپ نے قافلہ میں موجود لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بھی اپنے مشکیزوں کو دیکھا مگر ان میں بھی پانی نہ تھا سب ختم ہو چکا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ان دو بچوں میں سے ایک بچہ مجھے دو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تعمیل حکم کیا اور ایک بچہ آپ کو پکڑا دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچہ کو اپنے سینہ مبارک سے چمٹا لیا مگر بچہ کا رونا کم نہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک اس کے منھ میں رکھ دی جسے بچے نے چوسنا شروع کر دیا یہاں تک کہ بچہ خاموش ہو گیا اور اس کی پیاس جاتی رہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دوسرا بچہ طلب کیا اور اس کے ساتھ بھی ایسا عمل کیا یہاں تک کہ اس کی بھی پیاس جاتی رہی اور اس کا رونا ختم ہو گیا۔

(در السحابۃ فی مناقب القرابۃ والصحابۃ ص ۳۰۶ للشوکانی طبع لاہور)

- ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اتنے میں دونوں بچے گرتے پڑتے مسجد میں آ گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو منبر سے نیچے اتر آئے اور دونوں کو اٹھا کر منبر پر اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸)

- ایک مرتبہ آپ نماز ادا کر رہے تھے اور دونوں بچے قریب سے کھیل رہے تھے جب آپ سجدے میں گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ پر بیٹھ گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک وہ آپ کی پیٹھ سے نیچے نہ اتر آئے۔

(سنن نسائی ج ا ص ۱۷۲)

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے حال یہ تھا کہ حضور کے ایک کندھے پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سوار تھے یہ منظر دیکھ کر ایک شخص کہنے لگا کہ آپ ان دونوں سے کس قدر محبت رکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ان دونوں سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۸۲)

- ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں جا رہے تھے رستے میں دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں آپ نے انہیں پکڑنے کے لئے ہاتھ آگے کیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ دوڑ

پڑے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دیکھ کر مسکرا اٹھے اور ان کے پیچھے دوڑنے لگے اور جب وہ پکڑے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سے گلے لگالیا اور ان کا منہ چوم لیا۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۹۵)

- ایک مرتبہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آئے تو دونوں بچے موجود نہ تھے آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ بچے کہاں ہیں عرض کیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلے ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے اور پھر ان دونوں کو اس طرح کھیلتے ہوئے پایا کہ ان کے ہاتھ میں کھجور کا ایک ٹکڑا تھا۔ (ایضاص ۱۸۱)
- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں اللہ اس شخص سے محبت کرے جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی اور ان سے پیار کیا۔

حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الأَسْبَاطِ۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹ سنن ابن ماجہ ص ۱۴)

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت رکھے اللہ اس سے محبت کرے حسین تو اسباط میں سے ایک سبط ہے۔

یعنی اولاد میں سے ایک، نواسوں میں سے ایک اور میرے جگر کا ٹکڑا ہے، وہ میرا محبوب نواسہ ہے۔ سبط ایک ایسے درخت کو کہا جاتا ہے جس کی جڑ ایک ہو مگر اس کی شاخیں کثیر ہوں۔ اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نسل کے بڑی اور باقی ہونے کا بھی اشارہ ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ عرب کی لغت میں سبط کا لفظ پوتا اور نواسہ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے بلکہ نواسوں کے لئے زیادہ مشہور ہے (تاج العروس ج ۵ ص ۱۴۸) حافظ ابن کثیر نے اس کے لئے امام یحی بن یعمر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے سورہ الانعام کی آیت ۸۵ کو دلیل میں لائے ہیں۔

ایک روایت میں یہ بات آپ کے دونوں نواسوں کے بارے میں ملتی ہے:

وفي رواية: "الحسن والحسين سِبْطا رسول الله - صلى الله عليه وسلم -".

(المفاتیح فی شرح المصابیح ج ٦ ص ٣٢٨)

حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، أَحَبَّ اللهُ مَنْ أَحَبَّهُ، الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سِبْطَانِ مِنَ الْأَسْبَاطِ۔ (المعجم الکبیر ج ۳ ص ۳۲ للطبرانی)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں:

امام حسین رضی اللہ عنہ کا کیسا تقدس ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے ان کو خاص تلبس ہے۔
(الافاضات ج۳ص۳۲)

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپس میں کشتی لڑ رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ منظر دیکھا تو خوش ہوئے اور ساتھ ہی فرمایا شاباش حسین رضی اللہ عنہ (ھی حسین) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات حضرت جبرئیل کہہ رہے تھے:

فقالت فاطمة: لم تقول هي حسين؟ فقال: "إنّ جبريل يقول هي حسين رضی اللہ عنہ"
(الاصابہ ج ۱ ص ۳۳۲)

- حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما روزانہ اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آجاتے تھے اور شام تک آپ کے پاس رہتے جب اندھیرا چھانے لگتا تو آپ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے کہ جاؤ ان کو ان کی والدہ کے پاس پہنچا دو۔

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اندھیرا چھا گیا تھا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ کیا میں ان دونوں کو گھر پہنچا آؤں اتنے میں بجلی چمکی میں ان دونوں کو لے کر نکلا میں نے دیکھا کہ بجلی کی چمک اس وقت تک باقی رہی جب تک کہ بچے اپنی والدہ کے پاس اندر داخل ہو گئے۔

فَمَكَثَ ضَوْؤُهَا حَتَّى دَخَلَا۔ (مسند احمد ج ۱۶ ص ۳۸۶ دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۷۶ للبیہقی۔ مرقات ج ۹ ص ۳۹۷۰ طبع بیروت)

- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جب سورہ احزاب کی یہ آیت اتری جس میں اللہ نے فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کردے تم سے نجاست کو، اے نبی کے گھر والو اور ستھرا کردے تم کو ایک ستھرائی سے۔

جس وقت یہ آیت اتری اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور

ایک چادر منگوا کر تمام حضرات نے اسے اپنے اوپر لے لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے نجاست کو دور فرما دے اور انہیں خوب پاک کر دے۔

(جامع ترمذی، ج ۵ ص ۲۰۴ ش)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بھی تھی اس سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شان طہارت کا پتہ چلتا ہے وہ کس اونچے درجہ کی ہوگی۔

نوٹ: اس آیت کی تفہیم کے لئے حضرت الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تجلیات آفتاب جلد دوم ص ٦٦ کا مطالعہ کیجئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ شرف صحابیت سے مشرف ہیں

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیت کے شرف سے بھی پوری طرح مالا مال تھے اور اللہ تعالی اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فضائل وخصائص حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان فرمائے ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف ان سب فضیلتوں اور خصوصیات کے حامل تھے بلکہ انہیں اہل بیت نبوت ہونے کی سعادت بھی حاصل تھی آپ دوہری فضیلت پائے ہوئے تھے۔ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی ۱۴۰۳ رحمۃ اللہ علیہ ھ) لکھتے ہیں:

”حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت قرآن کی دلالت حدیث کی صراحت محدثین ومؤرخین اور اصولیین وغیرھا تمام طبقات کے اتفاق سے ثابت شدہ ہے تو قرآن وحدیث میں صحابہ کے جو مناقب وفضائل اور احوال ومقامات قلب وارد ہوئے ہیں وہ سب کے سب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بھی ثابت ہوں گے نیز صحابہ کے جو حقوق کتاب وسنت نے امت پر عائد کئے ہیں وہ سب کے سب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھی ماننے پڑیں گے اسی کے ساتھ صحابہ کے خلاف اور مخالف اقدام کرنے والوں کا جو حکم ہے وہ بھی بلاشبہ مخالفین حسین رضی اللہ عنہ پر عائد ہونا ناگزیر ہوگا سو جہاں تک مقام صحابیت کا تعلق ہے اسکی عظمت وجلالت کے ثبوت میں اللہ اور رسول سے زیادہ سچا کون ہوسکتا ہے۔“ (شہید کربلا ص ۵۲)

سو جو لوگ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو صحابیت سے خارج کرنے کی تگ ودو میں لگے رہتے

ہیں اور مختلف بہانوں سے آپ پر کیچڑ اچھالتے ہیں یاد رکھئے اس قسم کے لوگ ضرور کسی روحانی مرض کا شکار ہیں ان کی بات پر ہرگز دھیان نہ دینا چاہیئے حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ محمود عباسی خارجی کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

محدثین حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو صحابی بلکہ صاحب روایت صحابی ثابت کرنے کے لئے کھلی تصریحات پیش کررہے ہیں حافظ ابن عبدالبر الاستیعاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

ترجمہ: حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد حدیثیں حفظ کی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے کئی روایتیں کیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ

روى عن جده رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبيه علي وأخيه حسين وخاله هند بن أبي هالة۔ (تهذيب التهذيب ج ۲ ص ۲۹۵)

انہوں نے روایت کی ہے اپنے جد پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اور اپنے والد حضرت علی سے، اور اپنے بھائی حسین سے اور اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے۔

اس پر حافظ نے (خت ۴) کا نشان دے کر بتلایا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایات کے رجال تاریخ بخاری اور سنن اربعہ کے رجال ہیں یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مؤثق مانی گئی ہے جن کے ثبوت میں کوئی شبہ نہیں............عباسی صاحب نے امام احمد کے ایک مجروح قول سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صحابیت کی نفی کر کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کی بھی نفی کرنی چاہی تھی مگر ان کی بدقسمتی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے ساتھ اور الٹا ان کی روایت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع حدیث کا ثبوت بھی ہوگیا............ان روایات سماع سے ایک لطیفہ اور مستزاد یہ پیدا ہوگیا کہ عباسی صاحب تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو عمر میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے چھوٹا دکھلا کر ان کی صحابیت کو ختم کرنا چاہتے تھے مگر ان حفاظ حدیث نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا استاد دکھلا کر انہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ مضبوط اور آپ کی قسم کا صحابی ثابت کردیا۔ (شہید کربلا اور یزید ص ۴۱)

خدا کی قدرت دیکھئے کہ محمود عباسی خارجی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے انکار کے لئے

یہ بہانہ تراشا کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہی صحابہ میں داخل نہیں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کس طرح صحابی ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ تو عمر میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے چھوٹے ہیں۔ مگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کے پکے ثبوت نے عباسی صاحب کا بھانڈا بیچ چوراہے میں لا کر پھوڑ دیا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف صحابی ہیں بلکہ صاحب روایت بھی ہیں۔ ہم آگے چل کر ان کی روایات پر بھی گفتگو کریں گے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بچپنے میں بیعت کا شرف ملنا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو لوگ مسلمان ہونے کے آتے تھے تو وہ آپ کے دست مبارک پر بیعت کرتے تھے اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے مختلف معاملات اور حالات پر بیعت بھی لی تھی تاہم آپ بچوں سے بیعت نہ لیتے تھے مگر حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو بچپن میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہو گیا تھا۔ ان دو شہزادوں کے علاوہ اگر کسی بچے کو یہ سعادت ملی تو وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ اور حضرت جعفر طیار کے بیٹے عبداللہ کو ملی تھی۔ زہے قسمت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین کے دور میں

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سات سال کے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ ان کے سر سے اٹھ گیا، آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بہت کم عمر تھے تاہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے بارے میں اکثر پوچھا کرتے تھے اور جب ملاقات ہوتی تو آپ ان کو پیار فرماتے تھے اور کبھی کبھی ان کے ذریعہ سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تک اپنا ہدیہ بھی بھیج دیتے تھے۔

- عہد صدیقی میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مقام حیرہ فتح ہوا وہاں سے بہت سا مال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا ان میں طیلسان کی قیمتی چادریں بھی تھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان میں سے ایک چادر عنایت کی۔

فوهب الطيلسان للحسين بن علي رضي الله عنهما. (فتوح البلدان ص ۲۵۴)

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے راقم الحروف کی کتاب (سیرۃ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی دوسری جلد

ملاحظہ کیجئے۔

- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری ایام میں آپ سن شعور کو پہنچ چکے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کا خاص خیال رکھتے تھے اوران کا دوسرں کی بہ نسبت بہت اکرام کرتے تھے آپ کے دل میں قرابت نبوی کی عظمت بہت زیادہ تھی۔
- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت اور محبت کالحاظ رکھتے ہوئے ان کا بھی وہی وظیفہ رکھا تھا جوان کے والد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تھا جو پانچ ہزار درہم تھا۔

ان حضرات نے کبھی اس رقم کو لینے سے انکارنہیں کیا اور نہ کبھی کہا کہ چونکہ ہم سے خلافت غصب کی گئی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت ناجائز ہے اس لئے ہم یہ وظیفہ نہیں لیں گے۔ اس سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ کے دیگر اہل بیت کے نزدیک ان بزرگوں کی خلافت برحق تھی۔ فافہم وتدبر

- ایک مرتبہ حضرت حسین حضرت عمر کی ملاقات کے لئے گئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا کہ والدصاحب کسی ضروری کام میں مصروف ہیں خود مجھے بھی ملاقات کی اجازت نہیں ملی ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے گئے جب آپ کی حضرت عمر سے ملاقات ہوئی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے صورت حال عرض کی اور کہا کہ اس وجہ سے میں بھی واپس چلا آیا تھا آپ نے یہ سن کرفرمایا کہ کیا آپ ابن عمر کے درجہ میں ہیں؟ یعنی کیا تم اور ابن عمر برابر کے درجہ میں ہو؟ نہیں ......تمہارا مقام اور ہے اس کا اور ہے جو کچھ ہمیں عزت ملی ہے یہ سب کچھ آپ کے گھرانے سے حاصل ہوئی ہے آپ لوگ نہ ہوتے تو ہمیں یہ مقام کیسے حاصل ہوتا؟ ہمیں اس گھر کی غلامی پر ہی تو فخر ہے

وأنت عندی مثلہ وھل انبتت الشعر علی الراس غیر کم۔

(تاریخ عمر لابن جوزی ص ۱۶۴)

نوٹ: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان محبت وعظمت کے رشتے کے سلسلے میں راقم الحروف کی کتاب (نور القمر بسیرۃ سیدنا عمر) کی دوسری

جلد ملاحظہ کیجئے۔

- سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ساتھ بہت زیادہ شفقت کا معاملہ فرماتے تھے یوں بھی آپ ان کے خالو تھے کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی دو خالہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان پر صرف شفقت ہی نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ ہونے اور ان سے خصوصی محبت فرمانے کی بناء پر ان کی تعظیم بھی فرماتے تھے۔
- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے اپنے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی لے لیا تھا ان کے ہمراہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے راستہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بہت زیادہ بیمار ہو گئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ وہیں ان کے ساتھ رہیں مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کو قسم دے کر جانے کو کہا تو پھر آپ عمرہ کے سفر پر نکل پڑے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دے دی۔
- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عہد عثمانی میں ہونے والے بہت سے غزوات میں بھرپور حصہ لیا تھا اور آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کی خلافت پر بھرپور اعتماد رکھا تھا آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافت حقہ سمجھتے تھے اور ان کے احکامات کی تعمیل کرتے اور خلیفہ اسلام کی جانب سے جو کچھ بھی ملتا تھا آپ اسے خوشی سے قبول فرماتے تھے آپ نے کبھی نہیں کہا کہ میں خلافت عثمان کو غلط جانتا ہوں اس لئے نہ تو کسی غزوہ میں جاؤں گا اور نہ کوئی ساز و سامان اور وظائف لوں گا اور نہ آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔
- ۲۶ ہجری میں طرابلس اور افریقہ کے علاقوں میں معرکہ لگا اس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ پوری طرح شریک تھے اس معرکہ میں عبداللہ نام کے چھ نوجوان بھی شریک تھے:

① حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ② حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

③ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ④ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

⑤ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

⑥ اس فوج کے سالار حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ تھے۔

- ۳۰ ہجری میں خراسان اور طبرستان کے علاقوں میں جہاد ہوا حضرت حسن اور حضرت

حسین رضی اللہ عنہما اس میں بھی پوری طرح شریک رہے اس معرکہ میں بھی عبداللہ نام کے پانچ نوجوان شریک تھے (جن کا ذکر ہم اوپر کرآئے ہیں) اس قافلہ کے امیر حضرت سعید بن العاص الاموی رضی اللہ عنہ تھے۔ (الکامل ج ۳،ص ۸۳، لابن الاثیر)

اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دل کی گہرائیوں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ راشد سمجھتے تھے اوران کی اطاعت کو اسلام کی اطاعت ہی جانتے تھے اگر اس باب میں آپ کے دل میں ذرا سا کوئی شک ہوتا تو آپ ہی بتائیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کبھی ان معرکوں میں حصہ لیتے ؟ اوران فتوحات سے ملنے والے اموال اور وظائف کو کسی صورت لینا پسند فرماتے ؟ نہیں......

شیعہ علماء تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب خراسان فتح ہوا تو وہاں کے رئیس کی دولڑکیاں قید ہوکر آئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جبکہ دوسری حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دی تھی۔

حضرت الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب عمت فیوضہم لکھتے ہیں:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر تک صحابہ کرام اور اہل بیت کرام میں کہیں کوئی سیاسی اختلاف نہ تھا (نہ کوئی دینی اختلاف تھا) سب مسلمان بطور امت ایک تھے۔''

(اشتہار، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تین سفر جہاد، کالم ۴)

البتہ شیعہ علماء کے اس جھوٹ کا کوئی علاج نہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ تقیہ کے طور پر کرتے رہے یہ آپ کی ہوشیاری تھی کہ آپ نے دوغلی پالیسی اپنائے رکھی کسی کو پتہ نہ چلنے دیا کہ آپ اوپر سے کچھ ہیں اور اندر سے کچھ اور ہیں، آپ اوپر سے تو ان کی بات ماننے کا ڈھونگ رچاتے تھے، ان سے برابر تحفے اور وظائف لیتے، ان کا ادب واحترام کرتے، ان سے محبانہ سلوک کا مظاہرہ کرتے تھے، مگر اندر سے پوری طرح ادھار کھائے بیٹھے تھے اور سوچ سوچ کر پریشان ہوجاتے تھے کہ وہ وقت کب آئے گا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہماری جان چھوٹے گی تا آنکہ مرد مجاہد شیخ الروافض عبداللہ بن سبا میدان میں نکلا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے مل کر ہمارے لئے سامان نجات پیدا کیا......شیعہ علماء کے اس عقیدہ اور اس سوچ کو اگر آپ صحیح سمجھتے ہیں تو خود ہی غور

کرلیں کہ اس سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تصویر کیا نظر آتی ہے؟

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف برپا کی گئی بغاوت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو ان کی حفاظت پر مامور کیا تھا اور انہوں نے اپنی ممکنہ حد تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کی تھی، اس میں وہ زخمی بھی ہوئے مگر باغی اپنے مذموم مقاصد تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردئے گئے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت رنج تھا اور آپ نے اپنے دونوں بیٹوں سے اس پر سخت باز پرس بھی کی تھی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو طمانچہ بھی مارا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سینہ پر بھی مارا تھا۔ شیعہ مؤرخ مسعودی لکھتا ہے:

قال لابنه كيف قتل أمير المؤمنين وأنتما على الباب ولطم الحسن وضرب صدر الحسين رضی اللہ عنہ۔ (مروج الذهب ج ۲ ص ۳۴۵)

آپ نے اپنے بیٹے سے کہا تمہارے ہوتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کس طرح شہید کردیئے گئے؟ آپ نے حضرت حسن کو طمانچہ مارا اور حضرت حسین کے سینہ پر بھی مارا۔

اس سے واضح ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عزت وعظمت موجود تھی اور وہ آپ کی زندگی کو عزیز سمجھتے تھے اور ان کی دل سے قدر کرتے تھے۔ افسوس کی بات ہے کہ شیعہ اسے تقیہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ محض دکھاوے کے لئے کررہے تھے وگرنہ وہ چاہتے تھے کہ آپ سے جان چھوٹے۔ (استغفر اللہ)

نوٹ: اس کی مزید تفصیل راقم الحروف کی کتاب (فتح المنان بسیرة عثمان بن عفان) میں ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خلفائے ثلاثہ کی اقتداء کرنا:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب تک مدینہ منورہ میں رہے خلفاء ثلاثہ کی اقتداء میں جمعہ، عیدین اور پنج وقتہ نمازیں ادا کرتے رہے اور کبھی ان بزرگوں کے خلاف کوئی بات ان کی زبان پر نہیں سنی گئی۔ اسی طرح بعد میں بھی جو حضرات مسجد نبوی میں بطور ائمہ خدمت سرانجام دیتے تھے آپ پورے اخلاص کے ساتھ ان کی اقتداء میں بھی نماز پڑھتے تھے آپ نے کبھی نہیں کہا کہ ان کی اقتداء

جائزنہیں اور نہ کبھی کہا کہ میں یہ نمازیں بطور تقیہ پڑھ رہا ہوں آپ کی اولاد نے ہمیشہ آپ کو ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے دیکھا تھا اور یہ بھی دیکھا کہ آپ نے کبھی گھر آکر جماعت کے ساتھ پڑھی گئی نمازیں نہیں لوٹائیں تھیں۔حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ اپنے اور اپنے والد حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کھل کر کہتے ہیں:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: إِنَّا لَنُصَلِّي خَلْفَهُمْ فِي غَيْرِ تَقِيَّةٍ وَأَشْهَدُ عَلَى عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي خَلْفَهُمْ فِي غَيْرِ تَقِيَّةٍ. (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۱۰)

ہم تقیہ کے بغیر ان کے پیچھے نمازیں ادا کرتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میرے والد یعنی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بھی بغیر تقیہ کے ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے والد امام باقر سے یہ بات اس طرح بیان فرمائی ہے:

عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَالْحُسَيْنُ يُصَلِّيَانِ خَلْفَ مَرْوَانَ، قَالَ: فَقِيلَ لَهُ: أَمَا كَانَ أَبُوكَ يُصَلِّي إِذَا رَجَعَ إِلَى الْبَيْتِ؟ قَالَ: فَيَقُولُ: لَا وَاللهِ، مَا كَانُوا يَزِيدُونَ عَلَى صَلَاةِ الْأَئِمَّةِ۔ (المصنف لابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۴)

حضرت امام جعفر اپنے والد امام باقر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دونوں مروان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کے والد گھر جاکر ان نمازوں کو لوٹاتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم نہیں لوٹاتے تھے۔

اب اگر کوئی ملا یا ذاکر اس بات پر ہی ضد اور اصرار کرے کہ جب تک خلفائے ثلاثہ اقتدار میں تھے انہوں نے بیشک ان کے پیچھے نمازیں ادا کیں مگر یہ سب تقیہ کے طور پر ہی پڑھیں تھیں تو پھر ہمارے پاس اس ہٹ دھرمی،ضد اور گھٹیا سوچ کا کوئی علاج نہیں ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اپنے والد کے معاون بنے رہے اور آپ کی شہادت کے بعد اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے تھے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا موقف حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کچھ مختلف تھا تاہم آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کبھی کوئی بات نہیں کی اور آپ ان کے ماتحت لڑی جانے والی لڑائیوں میں برابر دادشجاعت دیتے رہے ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی تھی وہ جھوٹ کہتے ہیں معلوم نہیں شیعہ ان روایات کا انکار کرنے پر بھی کیوں اتر آئے ہیں جنہیں خود ان کے مستند علماء قبول کر چکے ہیں۔ کیا جھوٹ اور محض انکار سے سے کبھی حقائق چھپ سکتے ہیں۔

شیعہ علماء لکھتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب بیعت کر چکے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا:

قال للحسین علیه السلام: قم فبایع، فقام فبایع، ثم قال: یا قیس قم فبایع فالتفت إلى الحسین علیه السلام ینظر ما یأمره، فقال: یا قیس إنه إمامي یعني الحسن علیه السلام۔ (بحار الانوار ج ۴۴ ص ۶۱ عوالم العلوم ص ۱۵۰ طبع قم۔ رجال کشی ص ۱۱۰۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۳۹۸)

حضرت حسین اٹھیں اور بیعت کریں پس حضرت حسین اٹھے اور انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر قیس سے کہا کہ اٹھو اور بیعت کرو، قیس نے حضرت حسین کی طرف دیکھا کہ وہ کیا حکم فرماتے ہیں؟ حضرت حسین نے فرمایا اے قیس اٹھ اور حضرت معاویہؓ کی بیعت کر، اس لئے کہ وہ میرے امام بھی ہیں۔

نوٹ: مشہور شیعہ عالم شیخ طوسی نے بھی اپنی کتاب امالی میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی بیعت کا ذکر کیا ہے (دیکھئے ص ۱۸۰)

اس وقت کچھ لوگ چاہتے تھے اور دباؤ ڈال رہے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس بیعت کو توڑ دیں اور اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے موقف کو سرعام مسترد کر دیں مگر آپ اس کے لئے تیار نہ ہوئے اور آپ اپنی بیعت پر آخر تک قائم رہے آپ نے ان لوگوں سے کہا:

فقال الحسین: انا قد بایعنا وعاهدنا، ولا سبیل الی نقض بیعتنا.

(اخبار الطوال ص ۲۲۰)

ہم حضرت معاویہؓ کی بیعت کر چکے ہیں ان کے ساتھ عہد ہو چکا ہے اس بیعت کو توڑنے کا ہمارے پاس کوئی جواز نہیں ہے۔

آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط لکھ کر بھی انہیں پورا اطمینان دلا دیا تھا:

فكتب إليه الحسين أتاني كتابك وأنا بغير الذي بلغك عني جدير والحسنات لا يهدي لها إلا الله وما أردت لك محاربة ولا عليك خلافا۔

(تہذیب ابن عساکر ج ۴ ص ۳۲۷)

حضرت حسینؓ نے لکھا کہ مجھے آپ کا خط ملا جو کوئی بات میری جانب سے آپ تک پہنچی ہے وہ میرے لائق نہیں ہے، نیک کاموں کی طرف اللہ ہی ہدایت دیتے ہیں، میرا آپ سے لڑائی کا ارادہ ہے، نہ ہی آپ کی مخالفت مقصود ہے۔

- جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو وہی لوگ جو حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین صلح و مصالحت کو ناپسند کئے ہوئے تھے پھر ایک مرتبہ اٹھ کھڑے ہوئے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکانے لگے اور ان کے ساتھ کئے گئے عہد کو توڑنے پر ابھارنا چاہا مگر آپ ان کی باتوں میں نہ آئے اور اپنے عہد کی پوری پاسداری رکھی آپ نے ان سے کہا ہمارے درمیان عہد معاہدہ ہو چکا ہے اب جب تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت ختم نہیں ہو جاتی ہم اپنے عہد کو کبھی نہ توڑیں گے۔ شیعہ کے معروف عالم شیخ مفید (محمد بن نعمان ۴۱۳ھ) کا بیان دیکھئے:

لما مات الحسن عليه السلام تحركت الشيعة بالعراق، وكتبوا إلى الحسين عليه السلام في خلع معاوية والبيعة له، فامتنع عليهم، وذكر ان بينه وبين معاوية عهدا وعقدا لا يجوز له نقضه، حتى تمضى المدة۔ (الارشاد ص ۱۸۲)

- ایک مرتبہ کسی نے والی مدینہ کو بتایا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں کھڑے ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں تو آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچادی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے والی مدینہ کے نام خط لکھا کہ آپ فکر نہ کریں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اخلاص کے ساتھ میری بیعت کی ہے اور وہ کبھی اپنے عہد سے بے وفائی نہیں کریں گے۔

لا تعرض للحسين في شيء، فقد بايعنا، وليس بناقض بيعتنا و لا مخفر ذمتنا۔

(اخبار الطوال ص ۲۲۴۔از احمد بن داؤد دینوری شیعی متوفی ۲۸۲ھ)

تم کسی معاملہ میں حسین رضی اللہ عنہ سے چھیڑ چھاڑ مت کرو کیونکہ انہوں نے ہماری بیعت کر لی ہے اور وہ ہماری بیعت توڑنے والے نہیں اور نہ ہمارے ساتھ کئے گئے عہد کو ذلیل کرنے والے ہیں۔

حضرت الاستاذ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب عمت فیوضہم ایک مجلس درس میں فرماتے ہیں:

یہ سوال کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو قبول کیا یا نہیں؟ اگر ان دونوں بزرگوں نے قبول کیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کو نہ کیا تو معلوم ہوا کہ پہلے خلفاء حق پر تھے اس لئے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں بخوشی قبول کیا اور یزید چونکہ وہ اپنے والد کی لائن پر نہیں تھا اس لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول نہ کیا...... آپ غور کریں کہ اس وقت اہل سنت والجماعت جو یہ بات کہتے ہیں کہ خلفائے راشدین برحق ہیں حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق تھی اپنے حق اور موقف میں وہ جو دلیل پیش کرتے ہیں کہ غلط حکمرانوں کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا جا سکتا جب حضرت علی اور ان کے صاحبزاگان نے ہاتھ دئے تو پتہ چلا کہ ان بزرگوں کی خلافت برحق تھی۔

نہایت افسوس کی بات ہے کہ شیعہ علماء بجائے اس کے کہ ان واقعات اور حقائق سے سبق حاصل کریں اور اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کریں الٹا یہ کہہ دیتے ہیں کہ ان حضرات نے خلفائے راشدین کی جو بیعت کی تھی وہ بطور تقیہ کی تھی اندر سے وہ اس بیعت پر کبھی مخلص نہ تھے وہ ہمیشہ تقیہ کی راہ سے اپنا بچ بچاؤ کر لیا کرتے تھے...... انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ اس پر فرماتے ہیں کہ:

شیعہ کا یہ موقف کہ تقیہ کے طور پر غلط حکومتوں کو قبول کیا جا سکتا ہے اس لئے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کیا حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کیا تو پھر کیا یہ سوال نہیں اٹھتا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تقیہ کیوں نہ کیا تھا؟ اگر ایسے حکمرانوں کے سامنے

تقیہ کر کے اطاعت کی جاسکتی ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تقیہ کی سیاہ چادر کیوں نہ پہنی؟ اور اگر نہیں کی جاسکتی تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیوں اطاعت کی تھی؟ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب بارہ سو سال سے یہ لوگ نہیں دے سکے ہیں......ان سے سادہ زبان میں پوچھا جائے کہ اس مسئلہ کا جواب دو کہ اگر حکمران غلط ہوں تو ان کو قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کیوں قبول نہ کیا اور اگر نا جائز ہے تو حضرت علی جیسے شیر خدا نے کیوں قبول کیا؟ (محرم کی دس راتیں ص ۹۰)

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان دونوں نواسوں کے ادب واحترام اور ان کی عقیدت وخدمت میں کبھی پیچھے نہیں رہے آپ کی جانب سے ان دونوں شاہزادوں کے لئے ایک بڑی رقم سالانہ بھیجی جاتی تھی اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ان تحائف ووظائف کو بخوشی قبول کرتے تھے اور اس سے اپنے گھر کی ضروریات کے علاوہ قرض بھی ادا کرتے اور اس سے غرباء ومساکین کی خدمت بھی کرتے تھے مفسر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں

فَلَمَّا اسْتَقَرَّتِ الْخِلَافَةُ لِمُعَاوِيَةَ كَانَ الْحُسَيْنُ يَتَرَدَّدُ إِلَيْهِ مع أخيه الحسن فيكرمهما معاوية إِكْرَامًا زَائِدًا، وَيَقُولُ لَهُمَا: مَرْحَبًا وَأَهْلًا، وَيُعْطِيهِمَا عَطَاءً جَزِيلًا۔ (البدایہ ج۸ ص ۱۵۰)

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوگئی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آمد ورفت رکھتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان دونوں بھائیوں کا بے حد اکرام فرماتے تھے اور انہیں خوش آمدید کہتے تھے اور انہیں بہت زیادہ عطیات دیا کرتے تھے۔

- حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہر سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کا بہت زیادہ اکرام فرماتے تھے اور ان حضرات کی ضرورتوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔

وَلِمَاتُوُفِّيَ الْحَسَنُ كَانَ الْحُسَيْنُ يَفِدُ إِلَى مُعَاوِيَةَ فِي كُلِّ عَامٍ فَيُعْطِيهِ وَيُكْرِمُهُ۔
(البدایہ ج۸ ص ۱۵۱)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہر سال آیا کرتے تھے اور (جب وہ تشریف لاتے تو) آپ ان کو عطیات دیتے اور ان کا اکرام فرماتے تھے۔

❋ ایک مرتبہ حضرت امام حسن اور حضرت عبد اللہ بن زبیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے نہ صرف یہ کہ انہیں خوش آمدید کہا بلکہ آپ کو تیس لاکھ درہم بھی دئے
مرحبا و أهلا بابن رسول اللّٰه، وَأَمَرَ لَهُ بِثَلَاثِمِائَةِ أَلْفٍ۔ (ایضاج ۸ ص ۱۳۷)

شیعہ مؤرخ مرزا محمد تقی سپر (۱۲۹۷ھ) نے بھی اس بات کا کھلا اعتراف کیا ہے:
ومقرر داشت کہ ہر سال ہزار ہزار درہم از بیت المال بہ حضرت او برند و بیرون ایں مبلغ ہموارہ خدمتش را بہ عروض وجوائز متکاثرہ می داشت۔
(ناسخ التواریخ ج۶ ص ۷۸)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ ہر سال ہزار ہزار درہم بیت المال سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجتے تھے علاوہ ازیں بیش قیمت تحفے تحائف بھی کثرت سے روانہ کرتے تھے۔

❋ ایک دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک سائل آیا اور عرض کیا کہ اے فرزند رسول میں بال بچوں والا اور درویش آدمی ہوں آپ مجھے آج کا کھانا عنایت کیجئے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کچھ دیر ٹھہر جاؤ، آج ہمارا وظیفہ آنے والا ہے وہ آجائے تو میں آپ کو دوں گا تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے پانچ تھیلیاں (ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے) قاصد نے آپ کی خدمت میں لاکر پیش کیں اور عرض کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ معذرت فرمارہے تھے یہ مختصر سی مقدار ہے اسے آپ اپنے استعمال میں لے آیئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں قبول فرماکر اس وقت وہ پانچوں تھیلیاں اسی سائل کو دے دیں اور اس سے معذرت بھی کی۔ (سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۵۵۹)

❋ مرزا احمد تقی شیعی (۱۲۹۷ھ) لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ یمن سے لدا ہوا بیت المال کا سامان

مدینہ سے گزر رہا تھا تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے وہ سارا اتار کر خود رکھ لیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے اس کی ضرورت تھی اس لئے میں نے لے لیا...... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ مال ادھر آتا تو بھی میں آپ کو بھیج دیتا تاہم یقین رکھیں کہ مجھے آپ کے اس عمل سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی ہے اور جب تک دم میں دم ہے آپ کو کبھی تکلیف نہ ہوگی میں آپ کا مرتبہ جانتا ہوں اور یہ عمل معاف کرتا ہوں۔

ودر زمن من بر تو صعب نمی افتد چه بر قدر ومنزلت تو دانایم ومعفو میدارم۔ (ناسخ التواریخ ج٦ ص ٥٧۔ قاتلان حسین ص 3 مولانا عبدالشکور صاحب مرزاپوری)

معروف شیعہ عالم ملا باقر مجلسی (١١١١ھ) لکھتا ہے:

''قطب راوندی نے جناب صادق سے روایت کی کہ ایک روز امام حسن نے امام حسین اور عبداللہ بن جعفر سے فرمایا کہ جائزہ (یعنی وظیفہ) معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے پہلی تاریخ کو تمہیں پہنچے گا جب پہلی تاریخ ہوئی جس طرح حضرت نے فرمایا تھا۔ جائزہ معاویہ رضی اللہ عنہ پہنچا ان دنوں امام حسن بہت قرض دار تھے جو کچھ حضرت کے لئے اس نے بھیجا تھا اس سے اپنا قرضہ ادا کیا اور باقی اہل بیت اور اپنے شیعوں میں تقسیم کر دیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا قرضہ ادا کیا اور جو کچھ باقی رہا اس کے تین حصے کئے ایک حصہ اہل بیت اور شیعوں کو دیا اور دو حصے اپنے عیال کے لئے بھیجے اور عبداللہ بن جعفر نے اپنا قرض ادا کیا اور جو باقی بچا وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ملازم کو انعام میں دیا اور جب یہ خبر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو اس نے عبداللہ بن جعفر کے لئے بہت مال بھیجا۔'' (جلاء العیون مترجم ج١ ص ٢٥٩ لکھنو)

شیعہ عالم عبدالحمید بن بہاء الدین (٦٥٦ھ) (ابن ابی الحدید) لکھتا ہے کہ

''معاویہ رضی اللہ عنہ زمین میں سب سے پہلے آدمی ہیں جنہوں نے دس دس لاکھ درہم لوگوں کو بطور عطیہ دئے وہ حضرت حسن اور حضرت حسین کو ہر سال دس دس لاکھ درہم دیتے تھے اسی طرح عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر کو بھی اتنی ہی رقم دیا کرتے تھے۔''

(شرح نہج البلاغۃ ج٣ ص ٧٠٥)

اس سب کے باوجود اب بھی اگر کوئی کہتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے ساتھ کبھی اچھا سلوک نہیں کیا تھا یا حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے کبھی یہ کہہ کر ان سے وظیفہ یا تحفہ نہیں لیا کہ ہم غصب کی چیز نہیں لیتے تو اس جھوٹ کا کوئی علاج نہیں ہے اور شیعہ علماء کے اس جھوٹ کا پردہ چاک کرنے والے بھی شیعہ کے اکابر ہی تھے۔ حضرت الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بحث میں لکھتے ہیں:

”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تک حضرت امام حسین اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے تعلقات بہت اچھے رہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہ پوری کوشش تھی کہ وہ روابط جوانہوں نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہایت بہترین انداز میں قائم کرر کھے ہیں ٹوٹنے نہ پائیں۔۔ شیخ ابن بابویہ قمی حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آخری وقت میں یزید کو جو نصیحتیں کیں ان میں سے ایک یہ تھی:

حق حرمت او را بشناس، و منزلت و قرابت او را با پیغمبر بہ یاد آور، و او را به کرده های او مؤاخذه مکن، و روابطی که من با او در این مدّت محکم کرده ام قطع مکن۔ (جلاء العیون فارسی ص ۵۹۲)

ترجمہ: امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق احترام کو پہچاننا اور انہیں جو قرب اور درجہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حاصل ہے اسے یاد رکھنا، ان کے کسی عمل پر ان سے مواخذہ نہ کرنا اور وہ تعلقات جو میں نے اب تک ان سے نہایت مضبوط کرر کھے ہیں انہیں ہرگز قطع نہ کرنا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی تک وہ وظیفہ وصول کرتے رہے جو حضرت امام حسن کے ساتھ بوقت صلح مقرر ہوا تھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آخر دن تک کوشاں رہے کہ اہل بیت کے ان بزرگوں کے ساتھ تعلقات نہایت اچھے اور محبت کے انداز میں قائم رکھے جائیں۔ (عبقات ج ۱ ص ۲۰۱)

اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ روابط برابر قائم رہے اور ایک دوسرے کے اکرام واحترام میں کبھی فرق نہیں آنے دیا۔ لڑانے والوں کی سازشوں کے باوجود حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کبھی ان کی مخالفت میں آواز نہیں اٹھائی، دونوں جانب سے عزت وعظمت برابر قائم رہی۔ اس پر اہل سنت اور شیعہ کی کتابیں گواہ ہیں۔ اس تاریخی

شہادت کے باوجود بھی کوئی شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اپنا غصہ نکالے تو یہ اس کی بدقسمتی ہوگی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جہاد کے لئے جانا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں جب اور جہاں جہاد کی ضرورت پیش آئی مسلمانوں نے اس میں بھرپور حصہ لیا ان نوجوانوں میں سے ایک حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے کبھی نہیں کہا کہ میں ان معرکوں میں اس لئے حصہ نہیں لیتا کہ یہ اسلامی جہاد نہیں ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں میں سے نہیں (معاذ اللہ)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں

وَقَدْ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ غَزَوُا الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ مَعَ ابْنِ مُعَاوِيَةَ يَزِيدَ، فِي سَنَةِ إِحْدَى وَخَمْسِينَ۔ (البدایہ ج۸ص ۱۵۰)

حضرت امام حسین ۵۱ رضی اللہ عنہ ہجری میں غزوہ قسطنطنیہ کے موقع پر یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لشکر میں بھی شامل تھے۔

شیعہ مؤرخ امیر علی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں کے خلاف قسطنطنیہ کے محاصرے میں اعزاز کے خدمت انجام دی تھی:

He (Hazrat Hussain) had served with honour against the Christians in the siege of Constantinople.(History of Saracens P 84)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہونے والے غزوات میں (۴۹ھ کا) غزوہ قسطنطنیہ بڑا مشہور معرکہ ہے اس میں حضرت عمر فاروق کے بیٹے حضرت عبداللہ اور حضرت زبیر کے بیٹے حضرت عبداللہ (البدایہ ص ج ۸ ص ۳۲) جیسے صحابہ شریک ہوئے تھے حضرت ابوایوب انصاری جیسی جلیل القدر شخصیت بھی اس غزوہ میں شریک رہی اور اسی غزوہ میں آپ کا انتقال ہوا تھا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اس غزوہ میں شریک تھے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بعد بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو صحیح سمجھتے تھے اور ان لشکروں میں پوری طرح شریک رہا کرتے جو مسلمانوں

کے سربراہ کی جانب سے مختلف مقامات پر بھیجے گئے تھے۔

حضرت الاستاذ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اس جہاد میں افواج اسلامی نے مدینہ منورہ سے تقریبا چار ہزار کلومیٹر کا فاصل عبور کیا اس لشکر میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ شامل نہ تھے آپ اس وقت وفات پا چکے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے برابر تعاون کرتے رہے ہیں۔

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوئی ہاشمی اموی تعصب نہ رکھتے تھے اس لئے آپ خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو اموی تھے ان کی خلافت کو اسلامی خلافت سمجھتے تھے اور ان کے زیر خلافت کئے گئے جہاد کو اسلامی جہاد یقین کرتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اموی تھے ان سے اموی خلافت کا آغاز ہوا آپ نے ان کی خلافت میں بھی جہاد میں حصہ لیا آپ نے ان کے ادوار میں تین معرکوں میں جہاد کرتے ہوئے تقریبا پندرہ ہزار کلومیٹر کے قریب زمین عبور کی۔'' (تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۴۵)

حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مجلس میں فرماتے ہیں:

''حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات اچھے رہے ہیں۔ شیعہ علماء کی طرف سے ایک یہ پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے ذریعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلوایا تھا...... بھائی اگر واقعی یہ واقعہ صحیح ہو تو آپ کی عقل کیا کہتی ہے؟ یہی کہ اگر یہ بات درست تھی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ جو ان کے بڑے بھائی تھے کیا وہ مدینہ میں ہی رہیں گے؟ پھر تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے الگ ہوجائیں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے دونوں بھائیوں نے صلح کی تھی اگر زہر خورانی کا یہ الزام صحیح ہو کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دخل تھا تو پھر کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی غیرت اس بات کو قبول کری گی کہ وہ مدینہ منورہ میں رہ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وظائف اور تحائف قبول کریں؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں آخر تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ہی رہے اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا

تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ہی رہ رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی لڑائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نہیں تھی ہاں جب اگلا جانشین ان کا یزید ہوا تو پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کیا کہ اب وہ عراق چلیں۔''

بنو ہاشم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام کہ ان کے دل میں بنو ہاشم کے لئے بوجھ تھا سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں ہے۔آپ بنو ہاشم کی سیادت وعظمت کا کھل کر اقرار کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ عزت وشرافت میں بنو امیہ کا مقام زیادہ ہیں یا بنو ہاشم کا؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا:

كُنَّا أَكْثَرَ أَشْرَافًا وكانوا هم أشرف، فيهم واحد لم يكن في بني عَبْدِ مَنَافٍ مِثْلُ هَاشِمٍ، فَلَمَّا هَلَكَ كُنَّا أَكْثَرَ عَدَدًا وَأَكْثَرَ أَشْرَافًا، وَكَانَ فِيهِمْ عَبْدُ المطلب لم يكن فينا مثله، فلما مات صرنا أَكْثَرَ عَدَدًا وَأَكْثَرَ أَشْرَافًا، وَلَمْ يَكُنْ فِيهِمْ وَاحِدٌ كَوَاحِدِنَا، فَلَمْ يَكُنْ إِلَّا كَقَرَارِ الْعَيْنِ حتى قالوا: منا نبي، فجاء نبي لم يسمع الأولون والآخرون بمثله، محمد صلّى الله عليه وسلّم، فمن يدرك الأولون والآخرون بمثله، محمد صلّى الله عليه وسلّم، فمن يدرك هذه الفضيلة وهذا الشرف؟ (البدایہ ج۸ ص۱۳۸)

ہم بہت زیادہ اشراف والے ہیں اور وہ بھی اشرف ہیں ان میں ہاشم ایک ایسا آدمی ہے کہ بنی عبد مناف میں اس جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے جب وہ فوت ہو گئے تو ہم زیادہ تعداد اور زیادہ اشراف والے ہو گئے اور ان میں جناب عبد المطلب بھی تھے ان جیسا ہم میں کوئی نہ تھا جب وہ فوت ہو گئے تو ہم زیادہ تعداد اور زیادہ اشراف والے ہو گئے اور ان میں ایک بھی ہمارے ایک کی طرح نہ تھا اور ابھی ہماری آنکھ ٹکی بھی نہ تھی کہ ان میں اعلان ہوا کہ ہم میں نبی ہے اور نبی آیا جس کی مثل اولین وآخرین نے نہ سنا تھا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس یہ شرف اور فضیلت اب کسے حاصل ہو سکتی ہے؟

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ دونوں شہزادے تمام صحابہ کرام بالخصوص خلفاء ثلاثہ کے ہاں ہمیشہ سے ہی قابل احترام و اکرام مانے گئے ہیں کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں سے بہت پیار فرماتے تھے اور ان سے محبت رکھنے کو اپنے ساتھ محبت رکھنا فرماتے تھے۔ رہی بات خود اہل بیت کے بزرگوں کی تو انہوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفائے کرام سے ہمیشہ عقیدت و محبت کے رشتے قائم رکھے تھے اور کبھی اس رشتہ پر کوئی آنچ نہیں آنے دی تھی۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) ایک شیعہ عالم کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

وَالنَّقْلُ الثَّابِتُ عَنْ جَمِيعِ عُلَمَاءِ أَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ مِنَ التَّابِعِينَ، وَتَابِعِيهِمْ مِنْ وَلَدِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، وَوَلَدِ الْحَسَنِ، وَغَيْرِهِمَا أَنَّهُمْ كَانُوا يَتَوَلَّوْنَ أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ، وَكَانُوا يُفَضِّلُونَهُمَا عَلَى عَلِيٍّ، وَالنُّقُولُ عَنْهُمْ ثَابِتَةٌ مُتَوَاتِرَةٌ.

(منہاج السنۃ ج۷ ص۳۹۶)

بنی ہاشم کے تمام علماء اہل بیت تابعین تبع تابعین جیسے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد وغیرہم بلا شبہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی محبت کا دم بھرتے تھے اور انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیا کرتے تھے اور ان سے یہ بات تواتر کے ساتھ نقل ہو کر ہم تک پہنچی ہے۔

(ترجمہ ج۲ ص۳۷۶)

حضرت امام حسین حضرت ابوہریرہ کی نگاہ میں

حافظ الحدیث سیدنا حضرت ابوہریرہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو کس محبت و عقیدت کی نظر سے دیکھتے تھے اسے دیکھئے وہ لوگ جو یہ پراپیگنڈہ کرتے نہیں تھکتے کہ حضرت ابوہریرہ کے دل میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت و عظمت نہ تھی وہ کم از کم یہ واقعہ تو پڑھیں۔

- ایک مرتبہ آپ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دور کسی جنازہ پر تشریف لے گئے واپسی پر ایک جگہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آرام فرمانے کے لئے لیٹ گئے۔ ابومہزم کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ اپنی چادر سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قدموں میں لگی غبار کو صاف کر رہے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ص۱۴۸۸)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ ایسا تو نہ کریں؟ حافظ الحدیث حضرت ابو ہریرہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ اللہ کی قسم آپ کی جو فضیلت مجھے معلوم ہے اگر دوسروں کو اس کا پتہ چل جائے تو وہ آپ کو اپنے کندھوں اور گردنوں پر اٹھالیں

فلو يعلم الناس منك ما اعلم لحملوك على عواتقهم. (تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹)

* حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ میں حسین سے محبت رکھتا ہوں آپ بھی اس کو محبوب بنا دیں اور اس کو بھی آپ دوست رکھیں جو حضرت حسین سے محبت رکھتا ہو۔ تو اس کے بعد سے مجھے سب سے زیادہ محبت حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ہوگئی ہے (تاریخ دمشق ج ۱۴ ص ۱۴۹)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن عبداللہ کی نگاہ میں

عبدالرحمٰن بن سابط کہتے ہیں کہ حضرت جابر نے فرمایا

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهُ۔

(مسند ابی یعلی ج ۲ ص ۳۴۸ بیروت)

جو شخص کسی جنتی شخص کو یہاں دیکھنا چاہے تو وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے اس لئے کہ میں نے یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوئی ہے۔

حضرت امام حسین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نگاہ میں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں اسے دیکھئے آپ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا رشتہ تھا وہ بھی سب جانتے ہیں آپ علم و فضل میں بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں اور باعتبار عمر بھی آپ بڑے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کہیں جارہے تھے اور ان کے لئے سواری لائی گئی تو حضرت عبداللہ بن عباس نے سواری کی رکاب تھام کر بڑے احترام کے ساتھ آپ کو سوار کرایا اس وقت ایک آدمی کہنے لگا کہ آپ تو ان سے عمر میں بڑے ہیں پھر بھی ایسا کررہے ہیں آپ نے کہا

تمہیں پتہ ہونا چاہیئے کہ یہ کون ہیں؟ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے ہیں اور یہ مجھ پر اللہ کا احسان ہے کہ میں نے انہیں عزت کے ساتھ سوار کرایا ہے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی قدر ومنزلت سے کون واقف نہ ہوگا آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور فاتح مصر ہیں آپ ایک دن خانہ کعبہ کے سایہ میں العاص نے انہیں دیکھ کر سب کے سامنے کہا کہ:

هَذَا أَحَبُّ أَهْلِ الْأَرْضِ إِلَى أَهْلِ السَّمَاءِ. (البدایہ ج ۸ ص ۲۰۷)

یہ ہستی آسمان والوں کی نگاہ میں تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں (فرشتوں کے دلوں میں بھی ان کی بڑی عزت اور محبت ہے)

علماء عظام اور صوفیہ کرام نے آپ کا تعارف کس شاندار انداز میں کرایا ہے اسے بھی دیکھتے جایئے۔

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۳ھ) کا بیان

آپ لکھتے ہیں کہ آپ بڑے دیندار بہت زیادہ روزہ رکھنے والے نماز پڑھنے والے اور حج کرنے والے تھے:

وكان الحسين فاضلا دينًا كثير الصيام والصلاة والحج.

(الاستیعاب ج ۱ ص ۳۷۸)

حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا خراج عقیدت

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ (۴۳۰ھ) آپ کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں کہ

أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَيْحَانَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَبِيهُهُ، أَذَّنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُذُنِهِ حِينَ وُلِدَ، سَيِّدُ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، خَامِسُ أَهْلِ الْكِسَاءِ، وَابْنُ سَيِّدَةِ النِّسَاءِ، أَبُوهُ الذَّائِدُ عَنِ الْحَوْضِ، وَعَمُّهُ ذُو الْجَنَاحَيْنِ، غَذَتْهُ أَكُفُّ النُّبُوَّةِ، وَنَشَأَ فِي حِجْرِ الْإِسْلَامِ،

أَرْضَعَتْهُ ثُدِيُّ الْإِيمَانِ، وَكَانَ يُشْبِهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عُنُقِهِ إِلَى كَعْبِهِ خَلْقًا وَلَوْنًا، وَسَمَّاهُ حُسَيْنًا۔ (معرفة الصحابہ ج ۲ ص ۹)

حافظ ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ (۴۳۰ھ) بھی لکھتے ہیں کہ آپ بڑے دل والے اور لوگوں کی مدد کرنے والے تھے۔

كَانَ تَقِيًّا نَقِيًّا فِي ذَاتِ اللهِ، مُجِدًّا قَوِيًّا، ذَا لِسَانٍ وَبَيَانٍ، وَنَجْدَةٍ وَجَنَانٍ۔

(معرفة الصحابة ج ۲ ص ۹)

علامہ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ کا خراج عقیدت

علامہ عز الدین ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ (۶۳۰ھ) آپ کا تعارف اس طرح کراتے ہیں

الحسين بْن عَلِيّ بْنِ أَبِي طالب بْن عبد المطلب بْن هاشم بْن عبد مناف القرشي الهاشمي، أَبُو عَبْد اللّٰهِ ريحانة النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وشبهه من الصدر إِلَى أسفل منه، ولما ولد أذن النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ في أذنه، وهو سيد شباب أهل الجنة، وخامس أهل الكساء، أمه فاطمة بنت رَسُول اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سيدة نساء العالمين، إلا مريم عليهما السلام.

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۴)

علامہ عز الدین ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

وكان الحسين رضي اللّٰه عنه فاضلًا كثير الصوم، والصلاة، والحج، والصدقة، وأفعال الخير جميعها. (اسد الغابۃ ج ۲ ص ۲۷)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بہت زیادہ صاحب فضیلت کثرت سے نماز روزہ حج صدقہ اور تمام خیر کے کام زیادہ کرنے والے تھے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۶ھ) کا بیان

آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ نے پیدل ۲۵ حج کئے تھے اور تمام نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے:

الحسين - بضم الحاء - ابن علي بن أبي طالب الهاشمي أبو عبد الله، سبط رسول الله - صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ - وريحانته، رضى الله عنه. وهو وأخوه الحسن سيدا شباب أهل الجنة... قال الزبير بن بكار: حدثني مصعب، قال: حج الحسين خمسًا وعشرين حجة ماشيًا. قالوا: وكان الحسين، رضى الله عنه، فاضلاً، كثير الصلاة، والصوم، والحج، والصدقة، وأفعال الخير جميعها (تهذيب الاسماء ج ۱ ص ۱۶۳)

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا خراج عقیدت

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) آپ کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ حضرت حسین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں پھول، بہار اور آپ کے محبوب ہیں:

الحُسَيْنُ الشَّهِيْدُ أَبُو عَبْدِ اللهِ بنُ عَلِيّ بنِ أَبِي طَالِبٍ بنِ عَبْدِ المُطَّلِبِ الإِمَامُ، الشَّرِيْفُ، الكَامِلُ، سِبْطُ رَسُوْلِ اللهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَرَيْحَانَتُهُ مِنَ الدُّنْيَا، وَمَحبُوْبُهُ. أَبُو عَبْدِ اللهِ الحُسَيْنُ ابْنُ أَمِيْرِ المُؤْمِنِيْنَ أَبِي الحَسَنِ عَلِيّ بنِ أَبِي طَالِبٍ بنِ عَبْدِ المُطَّلِبِ بنِ هَاشِمِ بنِ عَبْدِ مَنَافٍ بنِ قُصَيٍّ القُرَشِيُّ، الهَاشِمِيّ (سیر اعلام النبلاء ج۳ ص ۲۸۰)

الإِمَامُ الشَّرِيْفُ، الكَامِلُ، سِبْطُ رَسُوْلِ اللهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَيْحَانَتُهُ مِنَ الدُّنْيَا، وَمَحبُوْبُهُ (سیر اعلام النبلاء ج۳ ص ۲۸۰)

یعنی سیدنا حضرت حسین علی، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہما اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھول، محبوب اور دل بند تھے آپ گردن سے لے کر ٹخنوں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کان میں اذان دی تھی آپ کی والدہ حضرت سیدہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود اور آپ کے در اقدس پر انہوں نے پرورش پائی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اور ان کے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جوانان جنت کے سردار ہونے کی شہادت دی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کو اپنی چادر میں لیا تھا یہ

دونوں بھی اس میں داخل اور شامل تھے۔آپ بہت نیک پرہیزگار، صاف ستھرے خوبصورت، سخی، بزرگی، خطابت اور شجاعت میں اپنی مثال آپ تھے۔آپ میدان کربلاء میں بڑی جرأت کے ساتھ لڑے اور آخر کار جام شہادت نوش فرمالیا تھا۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا خراج عقیدت

شیخ مخدوم علی ہجویری (المعروف ب داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''آپ ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہیں شمع آل محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام تعلقات دنیا سے مجرد، اپنے زمانہ کے سردار، حضرت امام ابوعبداللہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں، آپ زمانے کے محقق اولیاء اللہ میں سے تھے اور اہل صفائے باطن کے قبلہ، کربلا کے شہید، اور اہل طریقت آپ کے حال اور سیرت کی اچھائی پر متفق ہیں اس لئے کہ جب تک حق ظاہر تھا آپ حق کے تابع رہے اور جب امر حق مغلوب ہو کر گم ہونے لگا تو آپ نے تلوار سونت لی اور جب تک اپنی عزیز جان اللہ تعالی کی راہ میں قربان نہ کردی آرام نہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی علامات آپ میں موجود ہیں۔۔۔۔آپ کے اوصاف اور مناقب اتنے زیادہ اور مشہور ہیں کہ امت میں سے کسی شخص پر پوشیدہ نہیں ہیں۔''

(بیان المطلوب ترجمہ کشف المحجوب ص ۱۱۸)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کی بیعت سے انکار کرنا

ماہ رجب سن ۶۰ ہجری میں حضرت امیر معاویہ کے انتقال کے بعد جب یزید نے تخت سنبھال لیا تو اسے بخوبی معلوم تھا کہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ مخالفت کی آواز حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی جانب سے اٹھے گی اس نے چاہا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس کی بیعت کرلیں مگر وہ اپنی کوشش میں ناکام رہا اس دوران حضرت عبداللہ بن زبیر مدینہ سے مکہ چلے آئے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ کو معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ سے نکل کر جارہے ہیں تو انہوں نے آپ سے کہا کہ

''آپ میرے نزدیک روئے زمین کے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہیں آپ سے

گذارش ہے کہ آپ کسی دوسرے شہر میں جانے کے بجائے دیہات یا کسی ویران علاقے چلے جائیں اور وہیں قیام کریں اور پھر وہاں سے حالات کا جائزہ لیں اگر حالات آپ کے موافق ہوں تو پھر کسی شہر چلے جائیں اور اگر کسی شہر جانے کی ہی خواہش رکھتے ہیں تو پھر مکہ مکرمہ چلے جائیں اور اگر کسی شہر جانے کی ہی خواہش رکھتے ہیں تو پھر مکہ مکرمہ تشریف لے جائیں۔'' (البدایہ)

چنانچہ دوسرے دن آپ اپنے اہل وعیال کو لے کر مدینہ سے باہر نکلے اور اپنے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ کے مشورہ پر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے آپ نے ان کی رائے کی تصویب فرمائی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ (الارشاد ص ۲۵۸ للمفید الشیعی)

راستہ میں جناب عبداللہ بن مطیعؓ ملے تو انہوں نے کہا کہ آپ بیشک مکہ تو جائیں مگر کوفہ کبھی نہ جائیں وہاں کے لوگ غدار ہیں وہاں کے لوگوں نے آپ کے والد کو شہید کیا ہے پھر انہوں نے آپ کے بھائی کے ساتھ بھی اچھا سلوک نہیں کیا تھا اور وہ آپ کے ساتھ بھی بے وفائی کریں گے آپ عرب کے سردار ہیں سو حرم مکہ میں قیام کریں۔ (تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۷۷)

چنانچہ آپ کے مکہ پہنچنے پر عقیدت مند لوگ دیوانہ وار آپ کے پاس آنے لگے دوسری طرف کوفہ سے بھی آپ پر خطوط کا تانتا بندھ گیا اور بار بار مطالبہ کیا جانے لگا کہ آپ جلد کوفہ آئیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کے لئے ہماری گردنیں حاضر ہیں، آپ آئیں اور ہمیں سنبھالیں، اہل کوفہ نے صرف ڈیڑھ سو خطوط تو عبداللہ بن مسمع اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ حضرت حسینؓ کے پاس بھیجے تھے (جلاء العیون ج ۲ ص ۱۸۹) پھر ان کی تعداد چھ سو سے زیادہ بڑھ گئی تھی (ایضاص ۱۹۰) پھر یہ بارہ ہزار خط آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ (ایضا)

معروف شیعی مجتہد شیخ مفید (محمد بن محمد بن نعمان ۴۱۳ھ) بھی لکھتا ہے کہ جب آپ کوفہ پہنچے تو دیکھا کہ آپ کے بلانے والے ایک ایک کر کے پیچھے ہٹ گئے تو آپ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

''اے کوفہ والو میں تو تمہارے پاس خود تو نہیں آیا تم نے مجھے خطوط اور قاصد بھیجے کہ آپ ہمارے پاس آئیں اس لئے کہ یہاں ہمارا کوئی امام اور قائد نہیں آپ کے یہاں سے امید

ہے کہ اللہ ہم سب کو ہدایت اور حق پر جمع کر دے گا۔'' (الارشاد ج ۲ ص ۳۱)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت سے قبل ان کوفیوں کو بددعا دیتے ہوئے کہا کہ

اللھم احکم بیننا وبین قوم دعونا لینصرونا فقتلونا۔

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۸۹)

شیعہ مجتہد شیخ مفید لکھتے ہیں کہ آپ نے ان کے حق میں بددعا کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اے اللہ ان کو فرقوں اور ٹکڑوں میں بدل دینا، ان کو مصیبتوں میں مبتلا کرنا، اور حکمرانوں کو کبھی ان سے خوش نہ رکھنا، اے اللہ تو ہی ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر، کیونکہ انہوں نے ہمیں یہ کہہ کر بلایا کہ وہ ہماری مدد کریں گے مگر یہ ہمارے دشمن بن گئے اور ہماری جان لینے کے درپے ہو گئے ہیں و

فإنهم دعونا لینصرونا ثم عدوا علینا فقتلونا۔

(الارشاد ص ۲۴۱، اعلام الوری ص ۹۴۹)

اس میں بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دعوت دینے والے اور پھر آپ کا ساتھ چھوڑ کر آپ کی جان کے درپئے ہونے والے اور یزیدیوں کے ساتھ مل جانے والے وہی تھے جو آپ کی محبت میں نعرے لگاتے تھے اور اپنے آپ کو شیعہ کہتے تھے۔

ایک خط ملاحظہ کیجئے جو کوفیوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا:

اما بعد: باغات سرسبز ہو چکے ہیں، پھل تیار ہو چکے ہیں، اگر آپ چاہتے ہیں تو آپ مضبوط لشکر کی طرف آ جائیے، والسلام (اعلام الوری ص ۲۲۳ از فصل بن حسن طبرسی، 548ھ)

شیعہ مفکر محمد ہادی بن مرزا لکھنوی لکھتے ہیں:

''روایات صحیحہ میں وارد ہے کہ جب جناب حسین قریب کربلا پہنچے تو عمر بن سعد پچاس ہزار سوار برائے قتل شاہ ابرار ہمراہ لے کر روانہ ہوا، گویا ان اشقیاء میں نہ شامی تھا نہ حجازی بلکہ سب کے سب اہل کوفہ تھے اکثر وہی بے حیا تھے جنہوں نے نامہائے پر دغا جناب امام حسین کو لکھے تھے کہ یا حضرت، جلد آئیے کہ فوج کثیر آپ کی مدد کو موجود ہے۔''

(خلاصۃ المصائب ص ۲۱۳)

اسی طرح دیگر متعدد خطوط اور مطالبے پر جس میں آپ کی حمایت اور نصرت کا وعدہ کیا گیا

تھااوراس طرح آپ کی خدمت میں پیغامات بھیجے گئے کہ آپ جیسے ہی آئیں گے وقت کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے گا اور اس مہم میں یہ لوگ آپ کی حفاظت میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے (مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا اور آپ ایک پلان کے تحت تنہا کر کے شہید کر دیئے گئے) اس پر آپ نے عراق جانے کا ارادہ کرلیا اور اہل وعیال سمیت مکہ مکرمہ سے روانہ ہوگئے۔ آپ کے جانے کا مقصد بھی لڑائی اور جہاد نہ تھا اگر ایسا ہوتا تو آپ مکہ مکرمہ میں اس کا باقاعدہ اعلان کرتے اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے۔

کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ طلب اقتدار کے لئے نکلے تھے؟

یہ صحیح ہے کہ یزید کے بارے میں جو خبریں اور اطلاعات مل رہی تھیں اس کی روشنی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ وہ اس اقتدار کے لائق نہیں ہے اور مسلم حکمرانوں کی جو صفات ہونی چاہئے یزید ان صفات سے عاری ہے اسی لئے جب آپ سے یزید کی بیعت کے لئے کہا گیا تو آپ نے اس کا انکار کر دیا تھا۔ البتہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اقتدار کے طالب تھے ان کا یہ گمان درست نہیں ہے۔ حضرت الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب عمت فیوضہم لکھتے ہیں:

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ جو برسوں سے مدینہ کے باسی تھے یزید کے اقتدار پر راضی نہ تھے۔ یہ نہیں کہ وہ اپنا اقتدار چاہتے تھے۔ تاریخ کے عام طالبعلم یہ سمجھتے ہیں کہ جب ان کو کوفہ کے لوگوں نے خطوں پر خط لکھ کر کوفہ بلایا تو اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہوسکتا ہے کہ آپ یہاں آئیں اور ہماری سیاسی قیادت کریں۔

یہ گمان صحیح نہیں، اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ کے قبیل سے ہے۔ اہل بیت کے یہ بزرگ وحدت سلطنت کے لیے سلطنتیں دینا تو جانتے ہیں، لینا نہیں۔ ان کی نظر میں رضائے الٰہی کے مقابل یہ دنیا کا چند روزہ اقتدار کوئی چیز نہیں تھا۔ سو یہ بات ہرگز لائق پذیرائی نہیں کہ آپ حصولِ اقتدار کے لیے مدینہ سے نکلے تھے۔ کوفہ جانے کا مطلب کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ وہاں نئے حالات میں وحدت سلطنت اسلامی کے لئے لوگوں کو کوئی اچھا مشورہ دے سکیں کہ وحدتِ سلطنت اسلامی بھی قائم رہے اور یزید سے بھی وہ دُور رہیں۔ ہوسکتا ہے کہ

یزید خود کبھی ان کے ہاں حاضر ہوجائے۔ (تجلیات آفتاب ج ۲ ص ۱۸۲)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ محض اس لئے یزید کے مقابلہ پر نکلے تھے کہ آپ حکومت کے خواہش مند تھے اور کاروبار حکومت کے دلدادہ تھے (جیسا کہ خارجی محمود احمد عباسی کہتا ہے۔ (رسومات محرم اور تعزیہ داری ص ۶۰)

ہم ان لوگوں کی یہ بات کیسے تسلیم کرلیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ محض حصول اقتدار کے لئے مکہ مکرمہ سے کوفہ آئے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کردار کو مشکوک بنا کر مسلمانوں کے دلوں سے آپ کی عظمت ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ ہر مسلمان آپ سے محبت کرتا ہے، آپ کی عظمت کا قائل ہے، آپ سے عقیدت رکھتا ہے اور آپ کی مظلومانہ شہادت پر غمزدہ ہے۔ حضرت الاستاذ مفکر اسلام حضرت علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ محرم میں ہونے والی ایک مجلس میں فرماتے ہیں کہ:

''جو لوگ یہ سمجھتے ہیں، کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسی لئے لڑے تھے، کہ وہ خود خلیفہ بننا چاہتے تھے، تو مان لو یہ بات غلط ہے، ان حضرات کا کردار کیا ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے تو اپنے ہاتھ میں جو حکومت تھی، وہ حکومت انہوں نے اپنے والد کے بعد عراق میں وراثت میں پائی تھی اور اسکے بعد عراق کے لوگوں نے ان کی خلافت کو قبول کیا تھا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی بنی بنائی حکومت جتنی بھی تھی وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے دی، تو اب کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لعل جس طرح حسین رضی اللہ عنہ ہیں اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی تھے، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آئی حکومت دے دی تو کیا حسین رضی اللہ عنہ کا کردار یہ ہوسکتا ہے کہ حکومت کی خاطر نکلے ہوں؟ یہ بالکل غلط ہے۔ وہ اقتدار کے بھوکے نہ تھے، نہ اقتدار کی طلب میں آئے تھے، جن مؤرخین نے اس طرح ان کی تصویر کھینچی ہے، اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق وہ تصویر غلط ہے، کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بچے اس کردار کے تھے؟ نہیں وہ تو بنیں حکومتیں دینا جانتے ہیں، لینے کے لئے وہ کبھی اٹھیں گے؟ اقتدار کے وہ کبھی بھوکے ہو سکتے ہیں؟ "ہرگز نہیں" (محرم کی دس راتیں ص ۹۲)

اور اگر آپ بقول ان لوگوں کے اقتدار کے لئے بھی بلائے گئے ہوں تو اس میں اعتراض کی بھی کیا بات ہے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۶۲ رحمۃ اللہ علیہ ھ) اس اعتراض کے

جواب میں فرماتے ہیں:

''ایک شخص ایک روز کہنے لگا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ دنیا کے واسطے لڑے تھے، میں نے کہا یہ غلط ہے وہ حضرات دنیا کے طالب ہرگز نہ تھے بہت سے بہت یوں کہہ سکتے ہیں کہ سلطنت تو دنیا نہیں آیت الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوۃ اس کی واضح دلیل ہے۔''

(افاضات ج ۵ ص ۲۲۸)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حضرت مسلم کو عراق بھیجنا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کوفہ سے پہلے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو وہاں بھیجا تاکہ وہ وہاں کے حالات سے تفصیلاً آگاہ کرے اور بتلائے کہ جن لوگوں نے خطوط لکھ لکھ کر آپ کو وہاں آنے کی دعوت دی اور اپنی حمایت اور نصرت کا یقین دلایا ہے اس کی کیا حقیقت ہے۔ حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ جب وہاں پہنچے اور حالات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ حقیقت اس کے برعکس ہے یہ سب ان کے زبانی جمع خرچ تھے، کوئی بھی دل سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حامی نہیں تھا۔ معروف شیعہ عالم ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ جب ابن زیاد نے اہل کوفہ سے کہا کہ اگر تم نے حضرت مسلم کا ساتھ دیا تو اس کا انجام تم خود زیاد نے اہل کوفہ سے کہا کہ اگر تم نے حضرت مسلم کا ساتھ دیا تو اس کا انجام تم خود بھگتو گے تم پکڑے جاؤ گے یا مارے جاؤ گے۔ یہ سن کر سب اپنی جان بچانے میں لگ گئے۔ جب شام ہوئی تو تیس آدمیوں سے زیادہ حضرت مسلم کے ساتھ نہ تھے جب حضرت مسلم نے یہ کیفیت دیکھی اور اہل کوفہ کا عذر اور ان کا مکر بھی انہوں نے دیکھ لیا اور مسجد میں جا کر مغرب کی نماز ادا فرمائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو فقط دس آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے۔ چاہا کہ مسجد سے نکلیں جب دروازہ کندہ سے باہر آئے تو کوئی ایک بھی آپ کے ساتھ نہ تھا اس وقت حضرت مسلم اپنی تنہائی سے متاثر ہوئے۔ (جلاء العیون ج ۲ ص ۲۰۰)

حضرت مسلم کو یہ دیکھ کر حد درجہ افسوس ہوا کہ اہل کوفہ نے ان سے کیا کیا وعدے کئے تھے اور اب یہ کیا کر رہے ہیں۔ حتی کہ حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ تن تنہا کوفہ کی گلی کوچوں میں سراسیمہ پھرتے تھے کہ وہ اب کہاں جائیں تو آپ ایک خاتون کے گھر گئے، اور دروازہ پر پانی مانگا، اس نے پانی دیا جب

آ آپ نے پانی پی لیا تو کہا کہ اب یہاں سے جائیے آپ میرے دروازہ پر نہیں بیٹھ سکتے۔ پھر جب اسے ان کے حال پر رحم آ گیا تو انہیں اپنے گھر میں داخل کرا دیا لیکن بعد میں اس کے بیٹے نے مخبری کر دی تو ابن زیاد کا دستہ انکی گرفتار کے لئے آ گیا تو پھر آپ نے ان کا تن تنہا مقابلہ کیا یہاں تک کہ بعد میں پھر انہیں شہید کر دیا گیا۔

حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ہی اپنے ایک قاصد سے کہہ دیا تھا کہ تم جا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان حالات کی اطلاع دے دو کیونکہ وہ مکہ مکرمہ سے اپنے خاندان اور ساتھیوں کے ساتھ نکل پڑے ہیں۔ مجھے تو اپنی جان جانے کا کوئی غم نہیں، میں تو ان کے لئے فکر مند ہوں جو یہاں آ رہے ہیں۔ میں حسین اور ان کی اولاد کے لئے فکر مند ہوں۔ قاصد یہ پیغام لے کر روانہ ہو گیا۔ حضرت مسلم نے اس خط میں کیا لکھا تھا، اسے دیکھئے:

''میں نہیں چاہتا کہ آپ یہاں آئیں اور قتل کر دئے جائیں آپ اہل بیت کو لے کر واپس چلے جائیں کوفیوں کے دھوکہ میں نہ آنا یہ وہی لوگ ہیں جن سے چھٹکارا پانے کے لئے آپ کے والد مرنے کی تمنا رکھتے تھے۔ اہل کوفہ آپ سے جھوٹ بول رہے ہیں انہوں نے مجھ سے بھی جھوٹ بولا ہے۔'' (جلاء العیون ج ۲ ص ۲۰۲)

قاصد نے یہ خط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے خط پڑھنے کے بعد فرمایا کہ اب جو مقدر میں ہے وہ ہونے والا ہے۔ یہ کہہ کر آپ آگے چل پڑے۔ اور پھر پتہ چلا کہ ابن زیاد کے حکم پر حضرت مسلم شہید کر دئے گئے ہیں۔ ان کی اس شہادت پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کیا فرمایا، ہم آگے اسے بیان کریں گے۔

شیعوں کی بے وفائی پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام حضرت مسلم کا پیغام

حضرت مسلم بن عقیل (جنہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان خطوط کی روشنی میں اپنے سے پہلے عراق بھیجا تھا اور ان سے تعاون کرنے کا حکم دیا تھا مگر عراقیوں نے ان کو دھوکہ دیا اور پھر دشمنوں کے نرغے میں انہیں اکیلا چھوڑ دیا اور آخر کار وہ شہید کر دئے گئے) نے وصیت کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ:

’’میری طرف سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھ دینا کہ کوفیوں نے مجھ سے بے وفائی کی ہے،ان پر اعتماد نہ کرنا۔‘‘ (دیکھئے جلاء العیون)

حضرت مسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام یہ پیغام بھی بھیجا کہ کوفہ کے لوگ بے وفا اور غدار ہیں ان کی باتوں اور خطوط پر اعتبار نہ کریں اور یہاں نہ آئیں ورنہ یہ لوگ آپ کے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے جو انہوں نے میرے ساتھ کیا ہے۔

شیخ مجتہد محمد بن محمد نعمان مفید کا اقرار

شیعہ مجتہد شیخ محمد بن نعمان (شیخ مفید ۴۱۳ھ) بھی تسلیم کرتا ہے کہ حضرت مسلم بن عقیل اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ذمہ دار وہی لوگ تھے جنہوں نے آپ کو بلا کر دھوکہ دیا تھا۔موصوف لکھتے ہیں:

’’آپ نے پہلے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو بھیجا اور چاہا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں اور جہاد کے لئے ان سے بیعت لیں چنانچہ اہل کوفہ نے اس پر بیعت کی پختگی کا اظہار اور ہر قسم کی مدد اور خلوص کی ضمانت دیتے ہوئے وثوق اور اطمینان دلایا اور عقد وعقود پڑھے۔لیکن جلد ہی انہوں نے بیعت توڑ کر آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور انہیں (حضرت مسلم) کو دشمن کے حوالہ کر دیا آپ کو ان کے سامنے شہید کیا گیا لیکن کسی نے نہ روکا بلکہ وہ لوگ جو حضرت حسین سے جنگ کرنے کے لئے نکل آئے آپ کا محاصرہ کیا،آپ کو اللہ کے شہروں کی طرف جانے سے روک دیا ایسی بے چارگی کی حالت پیدا کر دی کہ نہ کسی مددگار کو پاتے اور نہ ہی ان سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ،وہ آپ کے اور دریائے فرات کے درمیان حائل ہوگئے یہاں تک کہ انہوں نے آپ پر قابو پا کر شہید کر دیا۔آپ اس دنیا سے پیاسے، جہاد کرتے ہوئے نہایت صبر سے اللہ کی رضا کے لئے مظلوم ہوگئے آپ کی بیعت توری گئی آپ کی عزت وحرمت کو حلال سمجھا گیا،نہ کسی عہد و پیمان کو پورا کیا اور نہ کسی معاہدہ کا خیال کیا آپ اسی طرح شہید ہو کر اس دنیا سے گئے جس طرح آپ کے باپ اور بھائی گئے تھے ان سب پر اللہ کا سلام ہو۔‘‘ (الارشاد ص ۲۵۵ مترجم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا آپ کو عراق جانے سے روکنا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ عراق کا قصد کر کے نکل پڑے ہیں تو آپ ان کے پیچھے دوڑے اور تین دن کی مسافت طے کرنے کے بعد ان سے ملاقات ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں روکا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں عراق اس لئے جا رہا ہوں کہ وہاں کے لوگوں نے عہد و پیمان کیا ہے اور مجھے خطوط بھیجے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضور! آپ کبھی ان کے عہد و پیمان پر بھروسہ نہ کریں اور ان کے خطوط پر التفات نہ کریں۔ تاہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ سے معذرت کی اور رخصت ہونے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کو گلے لگا لیا اور آپ بہت روئے۔ (آداب الصالحین ص ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ سے کیا کہا اسے دیکھئے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ أَهْلَ العِرَاقِ قَوْمٌ مَنَاكِيرُ، قَتَلُوا أَبَاكَ، وَضَرَبُوا أَخَاكَ، وَفَعَلُوا وَفَعَلُوا.

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۹۳)

آپ عراق نہ جائیں یہ لوگ اچھے کردار کے نہیں ہیں، انہوں نے ہی آپ کے والد کو شہید کیا اور آپ کے بھائی کو مارا اور ان کے ساتھ نہایت نازیبا سلوک کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جس جگہ جا رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ واپس نہ آئیں۔ پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ احادیث اور پیشن گوئیاں ہوں جو آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور مقام شہادت کے متعلق بیان فرمائیں تھیں۔ اسی لئے جب وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو رخصت کر رہے تھے تو ساتھ ہی وہ یہ جملہ بھی فرما رہے تھے۔ اے قتیل (شہید) ہو جانے والے، میں تجھے اللہ کے سپرد کرتا ہوں:

أَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ مِنْ قَتِيلٍ۔ (البدایہ ج ۶ ص ۲۵۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ کا آپ کو کوفہ جانے سے روکنا

عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ نے بھی عرض کیا کہ آپ کوفہ کا عزم ترک کر دیں کیونکہ وہاں عبیداللہ بن

زیاد حاکم عراق موجود ہے اور کوفہ والے لالچی لوگ ہیں بہت ممکن ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے وہی آپ کے خلاف لڑنے کے لئے میدان میں نکلیں (تاریخ اسلام ج ۲ ص ۵۶۔ مولانا نجیب آبادی)

انہوں نے آپ سے کہا کہ (کوفہ کے وہ لوگ جو دعوی کرتے ہیں کہ وہ آپ کے ساتھ ہیں یاد کریں کہ وہ دولت کے لالچ میں آپ کے) والد کا ساتھ چھوڑ گئے تھے بلکہ ان کے دشمن بن گئے تھے اور پھر وہی ہوا جو خدا کو منظور تھا۔ ان کے بعد آپ کے بڑے بھائی کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی آپ ان لوگوں کے پاس جا رہے ہیں اور یہ سمجھ کر جا رہے ہیں کہ وہ آپ کی حمایت کریں گے؟...... جو لوگ آپ کی محبت کے دعوے کر رہے وہ سب کے آپ کے مخالف ہو جائیں گے۔ (مروج الذہب ج ۳ ص ۴۵۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا عراق جانے سے منع کرنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی آپ سے یہی بات فرمائی کہ مکہ مکرمہ نہ چھوڑیئے اور بیت اللہ سے دور نہ جائیں آپ کے والد حضرت علی نے مکہ اور مدینہ چھوڑ کر کوفہ کو ترجیح دی مگر آپ نے دیکھا کہ ان کے ساتھ کوفہ والوں نے کس قسم کا سلوک کیا تھا، یہاں تک کہ ان کو شہید ہی کر کے چھوڑا، آپ کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی کوفیوں نے لوٹا، انہیں قتل کرنا چاہا، آخر زہر دے کر مار ہی ڈالا اب آپ کو ان پر ہرگز اعتبار نہیں کرنا چاہئے نہ ان کی بیعت پر، نہ ان کے خطوط اور پیغامات قابل اعتماد ہیں۔...... اچھا اگر تم میرا کہنا نہیں مانتے ہو تو کم از کم عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لے جاؤ کیونکہ کوفہ والوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (ایضا)

آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو دھوکہ دیں گے، آپ کو جھٹلائیں گے، آپ کی مخالفت کریں گے، آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور اگر وہ آپ پر حملہ کریں گے تو ان کا حملہ بہت سخت قسم کا ہوگا۔ (تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۰۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی عرض کیا کی اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں آپ کے بالوں کو پکڑ کر آپ کو روک لیتا کہ آپ وہاں نہ جائیں آپ جن کے پاس جا رہے ہیں پتہ ہے وہ کون لوگ ہیں؟

إِلَى أَيْنَ تَخْرُجُ؟ إِلَى قَوْمٍ قَتَلُوا أَبَاكَ وَطَعَنُوا أَخَاكَ۔ (المصنف ج۷ ص۴۷۷)

ایسی قوم کے پاس آپ جارہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد کو شہید کرڈالا اور آپ کے بھائی کو نیزے کا وار کر کے زخمی کیا ہے۔

آپ نے ان سے کہا:

إِنَّ أَهْلَ الْعِرَاقِ قَوْمٌ غُدُرٌ فَلَا تَغْتَرَّنَّ بِهِمْ۔ (البدایہ ج۸ ص۱۶۰)

عراقی لوگ غدار ہیں ان سے آپ دھوکہ نہ کھائیں (وہ بلاکر آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے اور آپ سے بے وفائی کر جائیں گے)

تاہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی معذرت کر دی لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پھر بھی صبر نہ ہوا آپ ان کی جان کے بارے میں بہت فکرمند اور پریشان تھے دوسرے دن صبح واپس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ:

''اے میرے بھائی! میں چاہتا ہوں کہ صبر کرلوں مگر مجھ سے صبر نہیں ہوتا مجھے اس راہ میں آپ کی جان جانے کا ڈر لگا رہتا ہے اہل عراق دغاباز لوگ ہیں آپ ہرگز ان کے پاس نہ جائیں آپ مکہ میں ہی رہیں آپ اہل حجاز کے سردار ہیں۔ اگر اہل عراق آپ کو بلا رہے ہیں تو انہیں لکھیں کہ وہ پہلے اپنے دشمن سے پیچھا چھڑا لیں اس کے بعد آپ جائیں۔ اگر آپ مکہ سے جانا ہی چاہتے ہیں تو کوفہ نہ جائیں یمن چلے جائیں۔'' (تاریخ طبری ج۴ ص۲۰۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا آپ کو روکنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بھی جب معلوم ہوا کہ آپ عراق کا سفر کر رہے ہیں تو انہیں بھی اس بات کا خوف محسوس ہوا کہ وہ لوگ جنہوں نے آپ کو خطوط بھیج کر ان کے پاس آنے کی دعوت دی کہیں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فکرمند ہو گئے اور فرمایا:

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے سفر عراق میں میں جلدی کرلی۔ خدا کی قسم اگر میں انہیں پالیتا تو میں پوری قوت کے ساتھ ان کو جانے سے روکتا جب تک کہ وہ مجھ پر قابو نہ پالیتے یعنی میں انہیں ہر حال میں عراق جانے سے روکتا۔'' (البدایہ ج۸ ص۱۷۳)

حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ کا آپ کو روکنا

حضرت ان کو پتہ چلا کہ آپ عراق کی جانب سفر شروع کر چکے ہیں تو وہ ان کی تلاش میں نکلے اور مقام ملل میں ان کی ملاقات ہوگئی تو آپ نے بھی انہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ آپ ادھر نہ جائیں یہ آپ کے لئے اچھا نہیں ہے وہاں آپکی جان بھی جاسکتی ہے آپ نے فرمایا کہ میں سفر شروع کر چکا ہوں اب واپس نہیں ہوسکتا:

فَقَالَ: لَا أَرْجِعُ. (تاریخ دمشق ج ۱۴ ص ۲۰۸)

حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ کا آپ کو روکنا

آپ کے سوتیلے بھائی حضرت محمد بن الحنفیہ نے بھی آپ کی منت سماجت کی کہ وہاں نہ جائیں یہ لوگ غدار ہیں آپ سے کبھی وفا نہ کریں گے اس لئے آپ وہاں جانے سے اجتناب برتیں تاہم آپ اپنے بھائی کی اس رائے سے متفق نہ ہوسکے اور اپنا ارادہ نہ بدلا تو انہوں نے اپنے بچوں کو روک لیا:

فَأَبَى الْحُسَيْنُ أن يقبل، فحبس محمد بن الحنفية ولده فلم يبعث أَحَدًا مِنْهُمْ

(البدایہ ج ۸ ص ۱۶۵)

علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۴۴ھ) لکھتے ہیں کہ: ''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ والوں نے اپنا وفد بھیجا کہ آپ کوفہ آیئے ہم آپ کی بیعت کرنے کو تیار ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے (کوفہ والوں کی بات پر اعتبار کر کے) وہاں جانے کا ارادہ کرلیا اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو اس ارادے سے روکا اور ان کو کوفہ والوں کی پچھلی غداریاں یاد دلائیں کہ کس طرح انہوں نے ان کے والد ماجد حضرت علی کو شہید کیا تھا اور کس طرح ان کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دیا تھا اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی ان کو اس ارادے سے روکنے کی کوشش کی مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان خطرات کو نہیں مانا یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رونے لگے اور کہا کہ افسوس میرے عزیز...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ سے کہا میں آپ کو اللہ تعالی کی امان اور حفاظت میں دیتا ہوں۔ ان کے بھائی حضرت حسن

رضی اللہ عنہ نے (اپنی زندگی میں) ان سے ایک دفعہ کہا تھا کہ:

کوفے کے شریروں سے بچتے رہنا کہ وہ تمہیں دغا دے جائیں اور دشمنوں کے حوالے کر دیں اور اس وقت تم پچھتاؤ جبکہ تمہیں ضرورت کے وقت کوئی پناہ گاہ اور سہارا نہ ملے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے قتل کی رات میں اپنے بھائی کی یہ بات یاد آئی اور انہوں نے اپنے بھائی کے لئے دعائے رحمت کی۔

حضرت عمرو بن عبدالرحمٰن مخزومی کا مشورہ

جناب عمر بن عبدالرحمٰن مخزومی کو جب آپ کے سفر کوفہ کا پتہ چلا تو وہ بھی آپ کے پاس آئے اور کہا کہ:

''اس سفر میں آپ کے لئے مجھے فکر ہے آپ اس شہر میں جا رہے ہیں جہاں عہدہ دار اور امراء ہیں ان کے پاس خزانہ ہے، لوگ درہم و دینار کے غلام ہیں مجھے اس بات کا خوف ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کا ساتھ دیں گے وہی لوگ آپ سے کہیں آپ کے مقابلے پر نہ آ جائیں۔'' (تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۰۲)

بلاشبہ مکہ مکرمہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ جانے پر رنجیدہ نہ ہوا ہو (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۵۳۴) انہیں اس پر افسوس تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کا مشورہ ماننے کے بجائے ان لوگوں کا مطالبہ مان رہے ہیں جن کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ لوگ دھوکہ باز ہیں۔

دوران سفر آپ کی ملاقات عرب کے مشہور شاعر فروزوق سے ہوئی آپ نے اس سے عراق کے حالات معلوم کئے تو اس نے کہا کہ حضور! سچی بات یہ ہے کہ ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں آپ کے مخالفین کے ساتھ ہیں اس لئے بہتر ہے کہ آپ اپنا ارادہ ملتوی کر دیں۔

(طبری ج ۴ ص ۲۰۵)

اس دوران آپ کو اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفر کا خط ملا انہوں نے بھی آپ کو آگے جانے سے رکنے کے لئے کہا پھر وہ خود بھی آپ کے پاس پہنچ گئے اور آپ کو آگے جانے سے منع کیا مگر آپ

نے ان کا مشورہ بھی قبول نہیں کیا اور آگے چل پڑے۔

حضرت الاستاذ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی لکھتے ہیں:

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے وہ خیر خواہ جنہوں نے آپ کو عراق نہ جانے کا مشورہ دیا وہ یہ تھے حضرت عبداللہ بن عمر...... حضرت عبداللہ بن عباس...... حضرت عبداللہ بن زبیر...... حضرت محمد بن علی...... حضرت عبداللہ بن جعفر...... حضرت عبداللہ بن مطیع...... حضرت عبداللہ بن عیاش...... جناب یزید بن الاصم...... جناب ابو واقد اللیثی۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ان خیر خواہوں کو عراق کے لوگوں پر ہرگز کوئی اعتماد نہ تھا جس طرح حضرت علی اپنے پورے دور خلافت میں ان کی شکایت کرتے رہے۔ مدینہ منورہ کے اکثر لوگوں کی بھی یہی رائے تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ گو وہاں نقل مکانی اور عزلت نشینی کے لئے جارہے ہیں لڑنے کے لئے نہیں، لیکن یہ لوگ آپ کو وہاں کسی پیرایہ امن میں نہ رہنے دیں گے...... ان خیر خواہوں میں سے کسی کی زبان سے یہ بات نہ سنی گئی کہ آپ جنگ نہ کریں سب یہی کہتے رہے کہ یہ کوفہ کے لوگ آپ کو وہاں بلا کر دھوکہ دے رہے ہیں۔

خیر خواہوں کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو روکنے کی ایک اور وجہ

صحابہ کرام کے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو روکنے کی ایک اور جہ ہندوستان کے ممتاز محقق عالم مولانا قاضی اطہر مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۱۷ھ رحمۃ اللہ علیہ) یہ لکھتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بہت سے صحابہ کرام نے اس اقدام سے منع کیا اور اس کے خلاف مشورے دئے مگر یہ فہمائش اس لئے نہیں تھی کہ یزید خلیفہ عادل اور امام برحق ہے اس کے خلاف خروج غلطی ہے بلکہ ان کی تمام تر فہمائش حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس بات پر تھی کہ آپ جو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے اندر اس اقدام میں کامیابی کی طاقت وشوکت ہے تو آپ کا یہ اندازہ صحیح نہیں ہے کیونکہ پوری طاقت وشوکت سمٹ سمٹا کر بنوامیہ میں آگئی ہے اور وہ اپنی طاقت کے مقابلہ میں کسی کو کامیاب نہیں ہوے دیں گے۔''

وكان ظنّه القدرة على ذلك ولقد عذله ابن العبّاس وابن الزّبير وابن عمر

وابن الحنفيّة أخوه وغيره في مسيره إلى الكوفة وعلموا غلطه في ذلك۔

(تاریخ ابن خلدون ص ۲۷۰)

آپ کو اندازہ تھا کہ مجھے اس بات کی طاقت ہے اور ابن عباس، ابن زبیر، ابن عمر، اور ان کے بھائی محمد بن الحنفیہ وغیرہ نے ان کے کوفہ جانے پر سخت وسست لہجہ میں سمجھایا کیونکہ انہوں نے اس اندازہ میں ان کی غلطی کو جانا۔ (ماخوذ از علی وحسین رضی اللہ عنہما ص ۱۳۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں آپ کے اپنے قریبی رشتہ دار حضرات بھی تھے ان سب نے آپ کو عراق جانے سے اس لئے روکا کہ کہیں آپ کسی بڑی مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں اور انہوں نے آپ کے سامنے بار بار ان خطرات کی نشاندہی بھی کی جو بعد میں صحیح ثابت ہوئی۔ تاہم آپ اپنا ارادہ بدلنے کے لئے تیار نہ ہوئے اور عراق کی جانب چل دئے تاریخ شاہد ہے کہ وہاں پھر وہی کچھ ہوا جس کا اندیشہ ان بزرگوں نے (بالخصوص آپ کے برادر اکبر حضرت امام حسن بہت پہلے) کیا تھا۔ وہ لوگ جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے اور آپ کی مدد ونصرت کے وعدے کئے انہوں نے ہی آپ کی حمایت سے ہاتھ اٹھا دئے اور آپ کو اپنے رفقاء کے ساتھ اکیلا چھوڑ دیا یہ صرف آپ کے ساتھ ہی نہیں ہوا عراق کے ان شیعوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اسی طرح بدتمیزی اور بدسلوکی کی تھی اور ان کے والد محترم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہاتھوں بہت زیادہ تکلیف برداشت کرتے رہے ہیں۔

اہل بیت کے ساتھ شیعوں کی بے وفائیاں

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) شیعہ کی بدعہدی، بے وفائی اور ان کے مال وزر کی حرص کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے آپ کو خطوط لکھے، نصرت کے وعدے کئے، آپ نے ان کی باتوں پر بھروسہ کر کے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو وہاں بھیجا مگر ان لوگوں نے انہیں دھوکہ دیا۔ انہوں نے آخرت کے بجائے دنیا کو ترجیح دی اور وہ دشمنوں کے ساتھ مل کر آپ کے خلاف لڑے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ان لوگوں نے یہی سلوک کیا حتی کہ آپ نے انہیں بددعا دیتے ہوئے کہا اے اللہ میں تو ان سے تنگ آ گیا ہوں تو ان کو مجھ سے دور

کردے۔

وَأَمَّا الشِّيعَةُ فَهُمْ دَائِمًا مَغْلُوبُونَ مَقْهُورُونَ مُنْهَزِمُونَ، وَحُبُّهُمْ لِلدُّنْيَا وَحِرْصُهُمْ عَلَيْهَا ظَاهِرٌ. وَلِهَذَا كَاتَبُوا الْحُسَيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَلَمَّا أَرْسَلَ إِلَيْهِمُ ابْنَ عَمِّهِ، ثُمَّ قَدِمَ بِنَفْسِهِ غَدَرُوا بِهِ، وَبَاعُوا الْآخِرَةَ بِالدُّنْيَا، وَأَسْلَمُوهُ إِلَى عَدُوِّهِ، وَقَاتَلُوهُ مَعَ عَدُوِّهِ، فَأَيُّ زُهْدٍ عِنْدَ هَؤُلَاءِ، وَأَيُّ جِهَادٍ عِنْدَهُمْ؟. وَقَدْ ذَاقَ مِنْهُمْ عَلِيُّ [بْنُ أَبِي طَالِبٍ] - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - مِنَ الْكَاسَاتِ الْمُرَّةِ مَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللّٰهُ، [حَتَّى دَعَا عَلَيْهِمْ] فَقَالَ: اللّٰهُمَّ قَدْ سَئِمْتُهُمْ وَسَئِمُونِي، فَأَبْدِلْنِي بِهِمْ خَيْرًا مِنْهُمْ، وَأَبْدِلْهُمْ بِي شَرًّا مِنِّي وَقَدْ كَانُوا يَغُشُّونَهُ وَيُكَاتِبُونَ مَنْ يُحَارِبُهُ، وَيَخُونُونَهُ فِي الْوِلَايَاتِ وَالْأَمْوَالِ۔ (منہاج السنۃ ج ۲ ص ۹۱)

شیعہ ہمیشہ سے مغلوب ومقہور اور شکست خوردہ رہے ان پر دنیا کی محبت اور اس کی حرص کھلی ہوئی رہی ہے اسی لئے انہوں نے حضرت حسین کے ساتھ خط وکتابت کی آپ نے اپنے چچازاد بھائی کو (وہاں کے حالات معلوم کرنے کے لئے) بھیجا اور پھر خود بھی وہاں آگئے ان خطوط لکھنے والوں نے آپ کو دھوکہ دیا اور دنیا کے بدلے آخرت کو فروخت کردیا اور آپ کو قاتلوں کے حوالہ کردیا اور اور آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہو کر آپ سے جنگ کی تو پھر خود ہی انصاف کریں کہ ان میں کونسا خوف خدا تھا؟ اور وہ کونسا جہاد کر رہے تھے؟ ان لوگوں کی انہی زیادتیوں سے حضرت علی بن ابی طالب کو اتنی مصیبتوں سے گزرنا پڑا جن کی حقیقت کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں معاملہ یہاں تک جا پہنچا کہ حضرت علی کو دعا کرنی پڑی کہ اے اللہ میں ان سے تنگ آ گیا ہوں تو انہیں مجھ سے ملول کردے۔اے اللہ مجھے ان کے بدلے میں بہتر ساتھی عطا فرما اور میرے بدلے میں ان کو برا حکمراں دے۔ یہ لوگ حضرت علی (اور آپ کے خاندان) کے ساتھ خیانت اور دھوکہ دہی کرتے رہے اور ان سے خط وکتابت کرتے جن سے حضرت علی کا مقابلہ جاری تھا یہ لوگ ولایت اور مالوں میں خیانت کے مرتکب ہوتے تھے۔

(ترجمہ ص ۱۷۰)

جناب جواد حسین رضی اللہ عنہ نقوی لاہوری کا اعتراف

لاہور کے معروف شیعہ عالم جناب جواد نقوی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت دراصل شیعوں کی بے وفائی اور نقض عہد کی وجہ سے ہوئی تھی۔موصوف کہتے ہیں شیعوں نے بے وفائی کی۔کوفیوں نے بے وفائی کی۔کوفہ میں شیعہ تھے انہوں نے بے وفائی کی،ساتھ نہیں دیا،عہد کیا،بلایا،دعوت دی،حمایت نہیں کی۔

ملاباقر مجلسی سے سنئے۔

''لوگ ہمیں غدار اور قاتلان حسین کہتے ہیں،آج میں اقرار کرتا ہوں کہ ہاں،شیعوں نے ہی اہل بیت سے غداری کی اور ان کو شہید کیا،پر قسم لے لو وہ ہم نہیں تھے،بلکہ ہمارے آباء واجداد تھے،ہم تو ان کا کفارہ ادا کر رہے ہیں ماتم کر کے۔

(بحارالانوار ج ۴۴ ص ۵۵،جلاء العیون ج ا ص ۲۴٦،الاحتجاج ص ۱٦۲)

اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ کے وہ لوگ جو بظاہر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی آل واولاد کی محبت اور عقیدت کا دم بھرتے تھے وہ سب جھوٹ اور دھوکہ تھا یہ لوگ چاہتے تھے کہ جس طرح بھی بن پڑے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کسی طرح کوفہ کی حدود میں آجائیں تاکہ وہ اپنے دل کا غیظ وغضب نکال سکیں اور خاندان نبوت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا جائے۔ان کا بار بار خط لکھنا اور آپ کی محبت وعقیدت میں گیت گانا اور نعرے لگانا یہ سب کچھ درحقیقت آپ کے خلاف ایک بڑی گہری چال تھی جس کا پھر آپ نے بھی کھلا اظہار کیا تھا۔

بہرحال عراقی شیعہ کے مسلسل خطوط اور ان کی طرف سے تعاون کی یقین دہانیوں کرائی گئی کہ ایک لاکھ آدمی آپ کے ساتھ ہیں۔(طبری ج ۴ ص ۲۰۹)

نہج الاحزان کا شیعہ مؤلف حسن بن علی یزدانی لکھتا ہے:

نیز عریضہ نوشتہ بودند کہ صد ہزار شمشیر از برائے تصرف تو مہیا اس۔

(نہج الاحزان ص ۵۵)

انہی یقین دہانیوں کی بناء پر جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں کہ آپ نے پہلے اپنے چچازاد بھائی مسلم

بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا کہ وہ جا کر وہاں کے حالات دیکھیں اور آپ کو مطلع کریں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ مختلف اور دشوار گزار مراحل سے گزرتے ہوئے وہاں پہنچے اور ان لوگوں نے آپ کے ساتھ ظاہرا جس برتاؤ کا مظاہرہ کیا اس سے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ متاثر ہو گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کا سگنل دے دیا ادھر اہل کوفہ نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو پھر بے یار و مددگار چھوڑ دیا حضرت مسلم نے یہ خبر حضرت حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچائی تاہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ رکے نہیں، کوفہ جانے کے لئے تیار ہو گئے ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ اہل مکہ و مدینہ نے بھی آپ کو کوفیوں کی بے وفائی اور غداری سے خبردار کیا تھا حضرت عمرو بن عبدالرحمٰن حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن زبیر وغیرہم رضی اللہ عنہم نے آپ کو روکنے کی کوشش کی مگر وہ سب اس میں ناکام رہے اور آپ ذی الحجہ ۶۰ ہجری کو مکہ مکرمہ سے عراق روانہ ہو گئے۔

ہمارے شیعوں نے ہمیں دھوکہ دیا (حضرت حسین رضی اللہ عنہ)

راستہ میں حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کی اطلاع بھی ملی تو آپ نے اپنے رفقاء کو جمع کر کے فرمایا شیعوں نے ہمیں دھوکہ دیا اور اکیلا چھوڑ دیا ہے:

قد خذلنا شیعتنا۔ (خلاصۃ المصائب ص ۴۹)

شیعان ما دست از یاری ما بر داشت اند۔

(جلاء العیون از ملا باقر مجلسی و ناسخ التواریخ ص ۱۶۳)

بیشک میرے شیعوں نے مجھے چھوڑ دیا اور میری مدد کرنے سے اپنا ہاتھ اٹھا لیا

آپ نے اناللہ پڑھا اور لوگوں نے کہا کہ اب اللہ ہی آپ کا محافظ ہے آپ نے فرمایا ان کے بعد اب زندگی کا کوئی مزہ بھی تو نہیں رہا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"حر بن یزید نے آپ سے کہا کہ خدارا واپس چلیئے میں نے وہاں آپ کے لئے کوئی بھلائی نہیں چھوڑی پھر آپ کو سارا واقعہ بتلایا آپ نے پلٹنے کا اردہ کر لیا تھا لیکن مسلم کے بھائی نے کہا کہ جب تک ہم بدلہ نہیں لے لیتے یا قتل نہیں ہو جاتے واپس نہیں جائیں گے چنانچہ یہ لوگ چل پڑے اور آپ کربلا آئے آپ کے ساتھ ۴۵ لوگ سواری پر تھے جبکہ سو کے

قریب افراد پیدل چل رہے تھے۔ (الاصابہ ج ا ص ۳۳۳)

کوفہ والو، تم بہت برے لوگ ہو

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت والے دن اپنے سامنے کھڑے مخالفوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

ویليكم يا أهل الكوفه أنسيتم كتبكم وعهودكم التي أعطيتموها وأشهدتم الله عليها؟ يا ويلكم أدعوتم أهل بيت نبيكم وزعمتم أنكم تقتلون أنفسكم دونهم، حتى إذا أتوكم أسلمتموهم إلى ابن زياد، وحلاء تموهم عن ماء الفرات؟ بئس ما خلفتم نبيكم في ذريته، مالكم لاسقاكم الله يوم القيامة، فبئس القوم أنتم۔ (بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۔ ذبح عظیم ص ۳۳۵)

خرابی ہو تم پر اے اہل کوفہ کیا تم اپنے خطوں اور وعدوں کو بھول گئے؟ جس میں خدا کو درمیان میں دے کر لکھا تھا کہ اہل بیت آئیں ہم ان کی نصرت ومتابعت میں اپنی جانیں نچھاور کردیں گے تم پر افسوس ہے کہ جب وہ آ گئے تو تم نے ان کو ابن زیاد کے حوالہ کردیا اور ان پر دریائے فرات کا پانی بند کردیا واقعی تم لوگ رسول کے بدترین اخلاف ہو کہ ان کی ذریت طاہرہ کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہو، خدا قیامت میں تم کو سیراب نہ کرے تم بہت برے لوگ ہو۔ (قاتلان حسین ص ۴۴)

آپ کے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں کے ذمہ دار کون تھے اسے خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بتلا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

اني أقدم على قوم بايعوني بألسنتهم وقلوبهم، وقد انعكس الأمر لأنهم استحوذ عليهم الشيطان فأنسيهم ذكر الله، والآن ليس لهم مقصد إلا قتلي وقتل من يجاهد بين يدى۔ (موسوعہ کلمات الامام الحسین صفحہ ۴۸۳)

(حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ) میں تو یہ سمجھ کر کوفیوں کے پاس جا رہا تھا کہ انہوں نے زبان اور دلوں سے میری بیعت کی ہے لیکن معاملہ اس کے برعکس نکلا۔ (اور انہوں

نے مجھے دھوکہ دیا یہ زبان اور دل کے کھوٹے نکلے) ان کوفیوں پر شیطان نے قابو پالیا ہے اور انہیں اللہ کی یاد سے بھلا دیا ہے اب ان کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ مجھے اور میرے ساتھ آنے والوں کو شہید کر ڈالیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تین تجاویز

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب اپنے ہی شیعوں کی بے وفائی کھلی آنکھوں دیکھ لی اور سمجھ لیا کہ یہ لوگ مجھے دھوکہ دے کر یہاں لائے ہیں اور اب مجھے اکیلا چھوڑ گئے ہیں تو آپ نے حالات کے پیش نظر فریق مقابل کے سربراہ عمرو بن سعد سے کہا کہ میں تین باتیں پیش کر رہا ہوں ان میں سے ایک چیز آپ اختیار کرلیں:

① میں اسلامی سرحدوں میں سے کسی ایک سرحد پر نکل جاؤں اور وہاں جا کر اسلامی فوج کی حفاظت کروں اور ان کے ساتھ مل کر اعدائے اسلام کا مقابلہ کروں۔

② میں واپس مدینہ منورہ چلا جاؤں۔

③ مجھے یزید کے پاس لے چلو تا کہ میں براہ راست اس سے گفتگو کروں۔

(تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۰۷ مترجم)

شمر اور عبید اللہ بن زیاد کی ضد اور ہٹ دھرمی

چنانچہ عمرو بن سعد نے ان کی بات قبول کر لی اور یہ معاملہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ممکن تھا کہ معاملہ یہیں رک جائے لیکن شمر بن ذی الجوشن نے سختی سے ان تجاویز کو مسترد کر دیا اور کہا کہ جب تک یہ تمہاری بات نہیں مانیں، انہیں یزید کے پاس نہیں بھیجا جا سکتا چنانچہ یہ تجاویز عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دی گئیں۔ شمر نے عبید اللہ بن زیاد سے کہا کہ عمرو بن سعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے میں تامل کر رہا ہے اور یہ حضرت حسین کے ساتھ فوجوں کے درمیان بیٹھ کر آپس میں گفتگو بھی کرتے ہیں اس لئے تمہیں چاہئے کہ تم ان سے کہو کہ جب تک وہ آپ کا حکم نہیں مانتے ان کی کوئی قبول نہیں کی جائے گی (البدایہ ج ۸ ص ۱۰۵۹ مترجم) چنانچہ عبید اللہ بن زیاد نے حکم بھیجا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اپنے آپ کو میرے حوالہ کریں پھر بات آگے چلے گی اور شمر سے کہا

کہ اگر عمر بن سعد نے ان سے جنگ کرنے میں تاخیر کی تو تم عمر بن سعد کو قتل کر دینا اور اس کی جگہ سنبھال لینا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۰۴۹ مترجم)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ بات قبول نہ فرمائی ظاہر ہے کہ اب جنگ کے سوا اور کون سا راستہ نکل سکتا تھا۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

أَرَادَ الرُّجُوعَ فَأَدْرَكَتْهُ السَّرِيَّةُ الظَّالِمَةُ، فَطَلَبَ أَنْ يَذْهَبَ إِلَى يَزِيدَ، أَوْ يَذْهَبَ إِلَى الثَّغْرِ، أَوْ يَرْجِعَ إِلَى بَلَدِهِ، فَلَمْ يُمَكِّنُوهُ مِنْ شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ حَتَّى يَسْتَأْسِرَ لَهُمْ، فَامْتَنَعَ، فَقَاتَلُوهُ حَتَّى قُتِلَ شَهِيدًا مَظْلُومًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

(المنتقی ص ۲۶۸ منہاج السنۃ ج ۴ ص ۵۵۷ وج ۶ ص ۳۴۰)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا سے واپس لوٹ جانے کا ارادہ کیا تو ظالم لشکر نے آپ کو روک لیا آپ نے یزید کے پاس جانے کی مہلت طلب کی یا سرحد کی طرف چلے جانے یا پھر اپنے شہر مدینہ منورہ لوٹ جانے کی پیش کش کی مگر انہوں نے آپ کی ایک بات قبول نہ کی اور کہا کہ پہلے آپ ان کے قیدی بن جائیں مگر آپ نے اپنے آپ کو ان کے حوالہ کرنے اور عبید اللہ بن زیاد کے پاس جانے سے صاف انکار کر دیا اور جنگ کی یہاں تک کہ آپ کو قتل کر دئے گئے اور شہید مظلوم ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ رحمۃ اللہ علیہ ھ) لکھتے ہیں:

قال له الحسين: اختر مني إحدى ثلاث: إما أن ألحق بثغر من الثّغور، وإما أن أرجع إلى المدينة، وإما أن أضع يدي في يد يزيد بن معاوية. فقبل ذلك عمر منه، وكتب به إلى عبيد الله، فكتب إليه لا أقبل منه حتى يضع يده في يدي، فامتنع الحسين، فقاتلوه فقتل معه أصحابه وفيهم سبعة عشر شابًّا من أهل بيته... الخ (الاصابہ ج ۱ ص ۳۳۳)

مؤرخ ابن جریر طبری نے تاریخ میں (دیکھئے ج ۴ ص ۲۰۷) حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ دمشق میں ...... امام شمس الدین ذہبی (۷۴۸ھ) نے سیر اعلام النبلاء ...... (دیکھئے ج ۳ ص ۲۱۰) میں بھی مذکورہ بیان نقل کیا ہے۔

شیعہ علماء کی تائیدات

شیعہ علماء کو اہل سنت علماء کے ان بیانات سے اتفاق نہ ہو تو وہ کم از کم شیعہ مؤرخین اور محدثین کی بات پر تو یقین کرلیں۔ ابوالفرج الاصفہانی (۳۵۶ھ) نے مقاتل الطالبین (دیکھئے جلد ا ص) میں......شیخ مفید (۴۱۳ھ) نے اپنی معروف کتاب الارشاد (دیکھئے ص ۲۱۲) میں......ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار (دیکھئے ج ۱۰ ص ۲۱۱) میں اور شیخ عباس قمی (۱۳۵۹ھ) نے منتہی الآمال (دیکھئے ص ۳۳۵ھ) میں بھی اسے اسی طرح بیان کیا ہے۔ واقعہ کربلا کے بارے میں شیعہ علماء کا ملجاء و ماوی اور مؤرخ ابومخنف لوط بن یحیی الازدی (۱۵۷ھ) کی کتاب مقتل الحسین رضی اللہ عنہ بڑی مشہور ہے اس میں بھی یہ تین شرائط اس طرح موجود ہیں:

اختاروا منی خصالا ثلاثا اما ان ارجع إلى المکان الذي اقبلت منه، واما ان اضع یدی في ید یزید بن معاویة فیری فیما بینی وبینه رأیه واما ان تسیرونی إلى ای ثغر من ثغور المسلمین شئتم۔ الخ (مقتل الحسین ۸/۱۸)

میں جہاں سے آیا ہوں میں وہاں واپس چلا جاؤں (لڑنا میرا مقصود نہیں نہ میں یہاں لڑنے کے لئے آیا ہوں بچوں کو لے کر کون لڑنے کے لئے آتا ہے) (۲) میں یزید کے ساتھ ملاقات کر کے براہ راست گفتگو کروں (تم لوگ اسکے اور میرے درمیان رکاوٹ نہ بنو، میں جانوں وہ جانے) (۳) یا مجھے کسی سرحدی علاقے میں بھیج دو (میں زندگی وہی بسر کروں اور اگر کبھی لڑنا پڑے تو کفار کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو جاؤں)

ابومخنف کہتا ہے کہ یہ صرف میری بات نہیں بلکہ اس روایت کو شیعہ محدثین کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے:

قال ابو مخنف واما ما حدثنا به المجالد بن سعید والصقعب بن زهیر الازدی وغیرهما من المحدثین فهو ما علیه جماعة المحدثین۔

یاد رہے کہ ہاتھ میں ہاتھ رکھنے سے مراد یہ نہیں کہ آپ یزید کی بیعت کر لیتے بلکہ آپ اس سے ملاقات کر کے دو بدو گفتگو اور اس بارے میں مذاکرات کرنا چاہتے تھے اور آپ چاہتے تھے کہ اپنی

بات اور رائے خود اسکے سامنے بیٹھ کر پیش کروں۔

وإما أن أضع يدي فِي يد يَزِيد بن مُعَاوِيَة فيرى فِيمَا بيني وبينه رأيه۔

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۱۳)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کربلا میں خطاب

حضرت حسین رضی اللہ عنہ عمرو بن سعد کے سامنے یہ تین شرطیں رکھیں کہ ان میں سے کوئی ایک بات طے ہو جائے تو معاملہ سلجھ جائے گا۔ عمرو نے جب یہ تینوں شرطیں ابن زیاد کو بتلائیں تو اس نے بجائے اس کے کہ ان میں سے کوئی بات قبول کر کے معاملہ ختم کرے اس نے صاف کہہ دیا کہ جب تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کریں گے میں انہیں یہاں سے نہیں جانے دوں گا۔ ظاہر بات ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ وہ ابن زیاد کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ دیں اور اس کی غلامی قبول کریں چنانچہ آپ نے اس کا انکار کر دیا آپ نے فرمایا کہ

فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْن: لا وَاللهِ لا يكون ذَلِكَ أبدا۔ (طبری ج ۵ ص ۳۸۹)

نہیں، خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوسکتا

اور معاملہ پھر بگڑتا چلا گیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی اندازہ ہو گیا کہ ابن زیاد ان کی جان کا دشمن ہے اور وہ طے کر چکا ہے کہ مجھے راستے سے ہٹا دیا جائے گا تاہم چند روز اس موضوع پر بات چیت ہوتی رہی مگر نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی کیونکہ ابن زیاد فیصلہ کر چکا تھا کہ اس نے کیا کرنا ہے۔

چنانچہ پھر آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے انہیں بتایا کہ تم لوگ جس کے خون کے پیاسے ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں، میں نے کبھی کسی کو دکھ نہیں پہنچایا اور نہ کبھی وعدہ خلافی کی ہے، سو تم لوگ جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر لو مگر اس دن سے ڈرو جس دن تم سب کو اللہ کے سامنے کھڑے ہونا ہے اور وہ تم سے ایک ایک ظلم کا حساب لے گا۔ آپ کا دردمندانہ خطاب ملاحظہ فرمائیے۔

ہر ایک شخص جو مجھ سے واقف ہے اور ہر ایک وہ شخص بھی جو مجھے نہیں جانتا جو مجھے نہیں جانتا، وہ اچھی طرح آگاہ ہو جائے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا میری ماں اور جعفر طیار رضی اللہ عنہ میرے چچا تھے اس فخر نسبتی کے علاوہ مجھے یہ فخر بھی حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کو جوانان جنت کا سردار بتایا ہے اگر تم کو میری بات کا یقین نہ ہو تو ابھی تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے صحابی زندہ ہیں تم ان سے میری اس بات کی تصدیق کر سکتے ہو۔ میں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی، میں نے کبھی نماز قضا نہیں کی، اور میں نے کسی مومن کا قتل نہیں کیا، نہ اسے تکلیف پہنچائی۔...... تم کیسے مسلمان ہو اور کیسے امتی ہو کہ اپنے رسول کے نواسا کو قتل کرنا چاہتے ہو، نہ تم کو اللہ کا خوف ہے نہ رسول کی شرم ہے........... میں مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں پڑا ہوا تھا تم نے وہاں بھی مجھ کو رہنے نہیں دیا پھر مکہ مکرمہ کے اندر بیت اللہ میں مصروف عبادت تھا تم کوفیوں نے مجھ کو وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور میرے پاس مسلسل خطوط بھیجے کہ ہم تم کو امامت کا حقدار سمجھتے ہیں اور تمہارے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنا چاہتے ہیں جب تمہارے بلانے کے موافق میں یہاں آیا تو اب تم مجھ سے برگشتہ ہو گئے اب بھی اگر تم میری مدد کرو تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے قتل نہ کرو اور آزاد چھوڑ دو تا کہ میں مکہ یا مدینہ میں جا کر مصروف عبادت ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ خود اس جہاں میں فیصلہ کر دے گا کہ کون حق پر تھا اور کون ظالم تھا۔

(تاریخ اسلام ج ۲ ص ۶۵)

شیعہ علماء کی معتبر ماتمی کتاب مقتل ابو مخنف و قیام مختار میں بھی اس خطبہ کا ذکر اس طرح موجود ہے آپ نے لوگوں سے کہا کہ:

''اے لوگو! میرا حسب نسب بیان کرو کہ میں کون ہوں؟ پھر اپنے حسب نسب کا جائزہ لو اور بتاؤ کہ میرا قتل تمہارے لئے کہاں تک جائز ہے؟ جبکہ میں پیغمبر خدا اور ان کی دختر کا فرزند ہوں، میں خدا اور اس کے رسول کے سب سے پہلے تصدیق کرنے والے کا بیٹا ہوں کیا حضرت حمزہ سید الشہداؑ میرے والد کے چچا نہ تھے؟ اور جعفر طیار جو اس وقت باغ جنت میں ہیں میرے چچا نہیں تھے؟ کیا میرے نانا کا یہ فرمان میرے اور میرے بھائی کے بارے میں تم تک نہیں پہنچا کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں؟...... الخ''

(مقتل ابو مخنف ص ۶۷ مترجم)

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس آخری بیان سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کے دل کو

جس بات نے بہت زیادہ رنجیدہ اور دکھی کیا تھا وہ کوفیوں کی بے وفائی اور بدعہدی تھی، آپ تو ان کے بار بار کے مطالبے پر آئے تھے مگر پھر بھی انہوں نے آپ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور آپ کو ظالموں کے درمیان کھڑا کر دیا اور پھر کربلا میں آپ اور آپ کے اہل وعیال، دوست احباب سب مظلومانہ حالت میں خاک وخون میں تڑپا دیئے گئے اور کوفیوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو آپ کی عزت وحرمت کے لئے سامنے آتا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کو اپنی رحمت ومہربانی سے دور کر دے جن کے ہاتھوں پر خاندان نبوت کا خون ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی بات ان تک پہنچادی تھی آپ چاہتے تھے کہ یہ معاملہ امن کے ساتھ کسی نتیجہ پر پہنچ جائے ابن زیاد اور شمر نے آپ کے پیغام امن کو جنگ میں بدلنے کی پوری منصوبہ بندی کر رکھی تھی وہ نہ چاہتے تھے کہ یہ مسئلہ پر امن طور پر حل ہو جائے وہ جانتے تھے کہ اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے درمیان ملاقات ہو جاتی ہے پھر ان کے ناپاک ارادے اور مکروہ منصوبے ناکام ہو جائیں گے اسی لئے وہ اسی بات پر مصر رہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو پہلے ہمارے حوالہ کریں ہماری بیعت کریں پھر بات آگے چلے گی مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کی بات قبول کرنے سے انکار کر دیا پھر وہاں تاریخ کا وہ المناک غمناک اور افسوسناک حادثہ رونما ہوا جس کے تکلیف دہ اثرات سے امت مسلمہ اب تک تڑپ رہی ہے آپ کے سامنے آپ کے اہل وعیال اور دوست احباب یکے بعد دیگرے شہید ہوتے گئے چھوٹے بچے آپ کے ہاتھ پر تھے ظالموں نے انہیں بھی اپنے ظلم کا نشانہ بنالیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اکیلے رہ گئے، ظالموں نے آپ کو پے در پے حملے کر کے زخمی کر دیا تھا زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے آپ کی طاقت جواب دے گئی اور شقی القلب کوفیوں نے آپ کو نہایت ہی بے رحمی سے شہید کر دیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۷ علیہ الرحمۃ ھ) لکھتے ہیں:

مگر انجام کار بوجه نقض عهد كوفياں تدبير حضرت سيد الشهداء عليه السلام نر نشانه ننسشت وروز عاشوراه قيامت قبل از قيامت در ميدان

کربلا برخاست انا للہ و انا الیہ رجعون۔

(شہادت امام حسین اور کردار یزید ص ۷۹)

مگر آخر کار کوفیوں کے وعدہ توڑ دینے (دھوکہ دینے) کی وجہ سے حضرت سید الشہداء حسین علیہ السلام اپنی تدبیر میں کامیاب نہ ہو سکے اور عاشورہ کے دن قیامت سے پہلے میدان کربلا میں قیامت برپا ہو گئی تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ بدن کے مختلف حصوں پر زخموں کے علاوہ ۳۳ زخم تیروں کے اور ۳۴ زخم تلواروں کے تھے آپ نے دس محرم ۶۱ھ جمعہ کے دن عصر کے وقت عراق کے شہر کربلاء میں جام شہادت نوش کیا اس وقت آپ کی عمر ۵۷ سال تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا قبیلہ مذحج کا ایک بدبخت ملعون تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور ۷۲ حضرات بھی شہید ہوئے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ کے ساتھ شہید ہونے والوں میں سترہ افراد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے تھے۔ (البدایہ ج۹ ص۱۸۹ ص ۲۱۲)

کربلاء کے شہدائے بنی ہاشم

کربلاء میں ۷۲ افراد نے شہادت پائی تھی ان میں سے بنی ہاشم کے جن افراد نے جام شہادت پیا ہے ان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
(۲) حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہما
(۳) حضرت جعفر بن علی رضی اللہ عنہما
(۴) حضرت عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہما
(۵) حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہما
(۶) حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہما
(۷) حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہما
(۸) حضرت علی بن حسین (علی اکبر رضی اللہ عنہما)
(۹) حضرت عبداللہ بن حسین رضی اللہ عنہما
(۱۰) حضرت ابوبکر بن حسن رضی اللہ عنہما
(۱۱) حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہما
(۱۲) حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما
(۱۳) حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما
(۱۴) حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما

(۱۵) حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہما — (۱۶) حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل رضی اللہ عنہ

(۱۷) عبداللہ بن عقیل رضی اللہ عنہما — (۱۸) مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما

(۱۹) عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما — (۲۰) حضرت محمد بن ابی سعید بن عقیل رضی اللہ عنہما وغیرہم

ان کے علاوہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بھائیوں) میں سے جو شہید ہوئے ان کے ناموں پر بھی ایک نظر کریں:

حضرت ابوبکر عبداللہ بن علی، حضرت عمر بن علی، حضرت عثمان بن علی، حضرت حضیر بن علی، حضرت عبداللہ بن علی، حضرت محمد بن علی، حضرت ابراہیم بن علی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن علی، حضرت جعفر بن علی رضی اللہ عنہم۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج کا مرثیہ

آپ کی زوجہ محترمہ جناب عاتکہ نے آپ کی مظلومانہ شہادت پر کہا ؎

وَاحُسَیْناً فَلا نَسِیتُ حُسَیْناً — اَقْصَدَتْهُ اَسِنَّةُ الاُعْداءِ

غَادَرُوهُ بِكَرْبَلاءَ صَرِيعاً — لاسَقَى اللّٰهُ جَانِبِی كَرْبَلاءَ

ہائے حسین...... میں اپنے حسین کو کبھی نہیں بھلا سکتی، جنہیں دشمنوں کی نیزوں کی دھار نے چھلنی کر دیا تھا اور آپ کو کربلاء کے میدان میں شہید کر کے چھوڑا۔ اللہ کرے آج کے بعد کربلاء کو کبھی بارش سے سیراب نہ کرے۔

آپ کی ایک اور زوجہ محترمہ جناب رباب رضی اللہ عنہا نے بھی بڑا رقت انگیز مرثیہ کہا تھا:

اِنَّ الَّذی كانَ نُورا یُسْتَضاءُ بِهِ — بِكربلاءَ قَتيلٌ غَيرُ مَدفُونٍ

سِبْطَ النَّبیِّ جَزاكَ اللّٰهُ صالِحَةً — عَنّا وَجَنِّبْتَ خُسرانَ المَوازِينِ

قَدْ كُنْتَ لی جَبَلاً صَعْبا اَلوُذُبِهِ — وَكُنتَ تَصْحَبُنا بالرَّحْمِ وَالدّینِ

مَنْ لِلْیَتامی وَمَنْ لِلسّائِلینَ وَ مَنْ — يَعنی وَيَاءوِي اِلَيهِ كُلُّ مِسكينٍ

وَاللّٰه لا اَبْتَغی صِهرا بِصِهْرِكُمُ — حتّی اُغَیَّبَ بینَ الرَّمْلِ وَالطّینِ

یعنی حضرت حسین تو ایک ایسی روشنی کا مینار تھے جن سے روشنی حاصل کی جاتی تھی آج وہ کربلاء

کے میدان میں بے گوروکفن پڑے ہوئے ہیں۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، اللہ تجھے ہماری طرف سے بدلہ عطا فرمائے اور قیامت کے دن تول کی کمی سے محفوظ رکھے آپ تو میرے لئے ایک مضبوط چٹان کی طرح تھے جہاں میں پناہ لیتی تھی اور آپ انتہائی شفقت و دیانت سے پیش آتے تھے اب یتیموں اور سائلین کو سرپرستی کون کرے گا؟ اور کون انہیں تحفے تحائف دے گا؟ اور وہ کہاں پناہ لیں گے۔؟ اللہ کی قسم مجھے قبر میں جانے تک آپ کی زوجیت کے بعد کسی اور کی بیوی بن کر رہنا مطلوب نہیں ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل وعیال کی شہادت کی خبر سے اہل مکہ اور اہل مدینہ کے لوگ تڑپ اٹھے تھے اور جس جس کو یہ خبر ملتی گئی وہ رنج وغم میں ڈوب گئے یہ کوئی معمولی سانحہ یا حادثہ نہ تھا خاندان نبوت کا خون کربلا کی خاک پر گرا تھا اور ان کے اجسام کربلا کے خاک پر ڑپے تھے معصوم بچے تیر سے چھلنی ہوئے اور جوان نیزے اور تلوار سے گرائے گئے تھے۔ اور کوفہ کے یہ وہی بے وفا اور بے حیاء تھے جنھوں نے ایک لاکھ خطوط لکھ کر آپ کو بلایا اور آپ کے مقابل کھڑے ہوئے یا آپ کا ساتھ چھوڑ گئے اور وہ اسے اپنی فتح سمجھ کر اس پر خوش ہو رہے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر یزید نے کیا کہا؟

جب یزید کو حضرت حسین، آپ کے گھر والے اور آپ کے رفقاء کی شہادت کی خبر ملی تو اسے افسوس ہوا اور اس نے عبید اللہ ابن زیاد پر لعنت بھی کی اور کہا کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تین باتوں میں سے کسی ایک بات پر اپنی رضا کا ظہار کر دیا تھا تو ابن زیاد نے کیوں ان کی بات نہ مانی اور ان کی جان کیوں لی؟ یزید کا کہنا تھا کہ اسی ابن زیاد کی وجہ سے وہ مسلمانوں کی نظر میں برا، اور قابل مذمت بنا ہے اور ان کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت بھر دی گئی خدا اس پر لعنت کرے، اس کو رسوا کرے اور اس پر اپنا غضب اتارے۔ امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) نے سیر اعلام النبلاء میں اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۴ھ) نے البدایہ میں یزید کا یہ بیان اس طرح نقل کیا ہے

لَعَنَ اللّٰہُ ابْنَ مَرْجَانَۃَ فَإِنَّہُ أَخْرَجَہُ وَاضْطَرَّہُ، وَقَدْ کَانَ سَأَلَہُ أَنْ یُخَلِّيَ سَبِیلَہُ أَوْ یَأْتِیَنِي أَوْ یَکُونَ بِثَغْرٍ مِنْ ثُغُورِ الْمُسْلِمِینَ حَتّٰی یَتَوَفَّاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی، فَلَمْ یَفْعَلْ،

وَأَبَى عَلَيْهِ وَقَتَلَهُ، فَبَغَّضَنِي بِقَتْلِهِ إِلَى الْمُسْلِمِينَ، وَزَرَعَ لِي فِي قُلُوبِهِمُ الْعَدَاوَةَ، فَأَبْغَضَنِي الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ بِمَا اسْتَعْظَمَ النَّاسُ مِنْ قَتْلِي حُسَيْنًا، مَا لِي وَلِابْنِ مَرْجَانَةَ، لَعَنَهُ اللّٰهُ، وَغَضِبَ عَلَيْهِ. (البدایہ ج۸ ص ۲۳۲)

اللہ ابن مرجانہ پر لعنت کرے کہ اس نے حضرت حسین کو تنگ اور مجبور کیا حالانکہ انہوں نے اس سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ آپ کا راستہ چھوڑ دے یا وہ میرے پاس آجاتے یا مسلمانوں کے کسی سرحد پر چلے جاتے یہاں تک کہ اللہ تعالی آپ کو اپنے پاس بلا لے مگر ابن مرجانہ نے ایسا نہیں کیا اور ان کی بات نہ مانی اور انہیں قتل کر دیا اس نے آپ کو قتل کر کے مجھے مسلمانوں کا مبغوض بنا دیا ہے اور ان کے دلوں میں میرے خلاف عداوت اور نفرت کا بیج بو دیا ہے جس کی وجہ سے ہر نیک و بد شخص مجھ سے اس لئے نفرت اور بغض رکھتا ہے کہ میں نے حضرت حسین کے قتل کرایا ہے۔ مجھے ابن مرجانہ سے کیا واسطہ، اللہ اس پر لعنت کرے اور اس پر اپنا غضب اتارے۔

ملا احمد بن علی طبرسی شیعی کا بیان

شیعہ عالم شیخ احمد بن علی طبرسی (۵۴۸ ھ) کا بیان ہے کہ یزید نے یہ بات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند محترم حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بھی کہی تھی:

فقال له يزيد لعنه الله: لا يؤديهن غيرك، لعن الله ابن مرجانة، فوالله ما أمرته بقتل أبيك، ولو كنت متوليا لقتاله ما قتلته، ثم أحسن جائزته وحمله والنساء إلى المدينة. (الاحتجاج ۲/۳۳)

یزید نے ان سے کہا کہ آپ کے قافلہ کی خواتین کو اب آپ ہی مدینہ طیبہ ساتھ لے کر جائیں گے، ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت ہو، خدا کی قسم میں نے آپ کے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور اگر اس وقت میں وہاں ہوتا تو میں کبھی انہیں قتل نہ کرتا۔ بعد ازاں یزید نے ان کے حق میں اچھا معاملہ کیا ان سب کے لئے سواری کا انتظام کیا اور انہیں مدینہ منورہ روانہ کیا۔

نوٹ: یزید کی یہ باتیں شیعہ کی دوسری معتبر کتابیں خلاصۃ المصائب، جلاء العیون، طراز

مذہب مظفری میں بھی بیان ہوئیں ہیں۔

یزید نے قاتلان حسین میں سے ایک کو قتل کرایا

علامہ خمینی کے ممدوح ملا باقر مجلسی کے ایک بیان سے پتہ چلتا ہے کہ جس کے ہاتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے رنگین تھے یزید نے اس کو قتل کرادیا تھا۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

''قطب راوندی نے اعمش سے روایت کی کہ میں ان میں سے ہوں جو عمرو بن سعد کے لشکر میں تھا اوران چالیس نفر (آدمیوں میں) سے ہوں جو امام حسین کا سر شام لے گئے تھے اور راہ میں بہت معجزات سر بزرگوار سے مشاہدہ کئے۔ جب ہم دمشق داخل ہوئے جس روز سر مطہر کو یزید کی مجلس میں لئے جاتے تھے قاتل نے سر مبارک اٹھا کر یہ رجز پڑھا۔

ترجمہ: میں نے بادشاہ بزرگ کو قتل کیا ہے جو سب سے افضل ہے یزید نے کہا: جبکہ تو جانتا تھا کہ وہ ایسے بزرگ ہیں تو پھر کیوں ان کو قتل کیا؟ اس کے بعد یزید نے اس ملعون کے قتل کا حکم دے دیا (جلاء العیون ج ٢ ص ٢۴٨)

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ جس وقت وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے اپنا ہاتھ دھو رہا تھا اس وقت اس نے کہا:

سر ترا جدا میکنم ومیدانم که تو فرزند رسول خدائی ومادر وپدر تو بهترین خلقند۔ (ایضاص ۴١٠)

میں تمہارا سر بدن سے الگ کررہا ہوں حالانہ میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ تو رسول خدا کا فرزند ہے اور تیرے ماں باپ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں

قاتل حسین شمر کا انعام مانگنے پر یزید کا غصہ کرنا

اسی طرح جب بدبخت شمر بن ذی الجوشن نے امام حسین کا سر مبارک یزید کے سامنے پیش کر کے فخریہ کہا کہ

املاء رکابی فضة وذهبا قتلت الخير أما وأبا

یعنی میرے رکاب کو سونے چاندی سے بھر دے کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے جو ماں باپ کی

طرف سے تمام جہاں سے بہتر تھا۔

یہ سن کر یزید غصہ ہوا اور شمر کی طرف دیکھ کر بولا:

قال ملاء الله رکابک نارا ویل لک اذا علمت انه خیر الخلق فلم قتلته اخرج من بین یدی لاجائزة لک عندی۔ (خلاصة المصائب ص ۳۰۴)

خدا تیرے رکاب (برتن، تھیلے) کو آگ سے بھرے، تیرے لئے خرابی ہو جب تو جانتا تھا کہ حسین بہترین خلق ہیں تو تو نے ان کو کیوں قتل کیا۔ نکل جا میرے سامنے سے، تیرے لئے میرے پاس کچھ جائزہ نہیں ہے۔

یزید کے اس جواب کو شیعہ مؤرخ مؤلف ناسخ التواریخ نے بھی بایں الفاظ نقل کیا ہے کہ:

یزید گفت ہرگز ترا از من جائزہ نخواہد رسید شمر خائف وخاسر باز رشتاخت واز دنیا و آخرت بے بہرہ ماند (ص ۲۶۹)

یزید نے کہا کہ میری طرف سے تجھ کو ہرگز انعام نہ ملے گا۔ شمر یہ سن کر خائف وخاسر واپس ہوا اور اس طرح وہ دین ودنیا سے بے نصیب رہا۔

(قاتلان حسین ص ۷ از مولانا عبدالشکور مرزاپوری)

شیعہ علماء کم از کم لوگوں کو اس دھوکے میں تو نہ رکھیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین اہل شام تھے ان میں سے کوئی بھی عراقی نہ تھا اور نہ آپ کے قاتل کوفہ کے شیعہ تھے سچ اور حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی یہ بات غلط ہے۔

یزید کے گھر ماتمی مجلس

کربلاء میں جو لوگ بچ گئے تھے ان سب کو یزید کے پاس شام لے جایا گیا جب وہ یزید کے پاس پہنچے تو اس کے گھر والوں نے انہیں دیکھ کر بہت زیادہ دکھ اور افسوس کا اظہار کیا۔

راقم الحروف نے اپنی کتاب ''ماتم نہ کیجئے'' میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے یہاں اس کا ایک حصہ ملاحظہ کیجئے:

شیعہ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ امام حسین کی شہادت کی خبر جب یزید تک پہنچی اور کربلا کے مظلوم

مسافر جب دربار یزید میں لائے گئے تو یزید بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اس نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ اس غم کے موقع پر گھر میں ماتمی مجلس برپا کی جائے۔

جس وقت امام حسین کے گھر والوں کا قافلہ کوفہ سے دمشق میں آ کر دربار یزید میں پیش ہوا تو یزید کی بیوی دختر عبداللہ بن عامر بیتاب ہو کر بے پردہ دربار یزید میں چلی آئی یزید نے دوڑ کر اس کے سر پر کپڑا ڈال دیا اور کہا کہ اے ہندہ تو فرزند رسول اللہ بزرگ قریش پر نوحہ زاری کر ابن زیاد لعین نے ان کے معاملہ میں جلدی کی اور حال یہ ہے کہ میں ان کے قتل پر رضامند نہ تھا۔

(جلاء العیون ص ۵۲۷)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ یزید تھا جس نے سب سے پہلے ماتم کرنے کا حکم دیا تھا۔

یزید کے گھر تین دن ماتمی مجلس کا انعقاد

ملا باقر مجلسی مزید لکھتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب یزید نے آپ کے گھر والوں کو شام میں رہنے یا مدینہ جانے کا اختیار دیا تو انہوں نے جانے سے پہلے ماتم کرنے کی اجازت طلب کی یزید نے نہ صرف یہ کہ اجازت دی بلکہ ماتم کرنے کے لئے ایک علیحدہ مکان کا انتظام بھی کر دیا۔ ملا مجلسی ابو مخنف سے نقل کرتا ہے کہ:

”جب مخدرات اہل بیت عصمت وطہارت اس کے محل میں داخل ہوئے عورات ابوسفیان (یزید کے گھر والے) نے اپنے زیورات اتار دئے اور لباس ماتم پہن کے بآواز نوحہ وگریہ زاری بلند کی اور تین روز ماتم رہا۔“ (ایضا اردو ترجمہ ج ۲ ص ۲۹۵ مطبوعہ لاہور)

”صبح کو اہل بیت رسالت کو طلب کر کے ان کو شام میں رہنے یا مدینہ کی طرف جانے کا اختیار دیا انہوں نے کہا کہ اول ہم کو امام مظلوم کا ماتم برپا کرنے کی اجازت دے اس نے کہا جو تمہیں منظور ہو وہ کرو اور ایک مکان اہل بیت کو دیا اہل بیت نے جامہ ہائے سیاہ پہنے اور ملک شام میں جس قدر قریش و بنی ہاشم تھے ماتم وگریہ وزاری وتعزیت وسوگواری میں ان کے شریک ہوئے اور آنحضرت (امام حسین) پر نوحہ وزاری کی۔“ (جلاء العیون ج ۲ ص ۲۵۱)

ملا باقر مجلسی اور شیعہ مؤرخ شیخ عباس قمی ۱۳۵۹ھ نے اسے اس طرح نقل کیا ہے:

چون مخدّرات اهل بیت عصمت و جلالت (علیهن السلام) داخل

خانه آن لعین شدند زنان آل ابوسفیان زیورهای خود را کندند و لباس ماتم پوشیدند و صدا بہ گریہ و نوحہ بلند کردند و سہ روز ماتم داشتند۔

(منتھی الامال ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ ایران)

جب مخدرات اہل بیت طہارت اس کے محل میں داخل ہوئے عورات ابی سفیان نے اپنے زیور اتار دئے اور لباس ماتم پہن کے آواز نوحہ وگریہ زاری بلند کی اور تین دن ماتم رہا...... یزید کی بیٹی بے پردہ باہر چلی آئی تو یزید دوڑ کر اس کے پاس آیا اور اس نے اس کے سر پر کپڑا ڈال دیا اور کہا گھر چلی جا، اور گھر جا کر بزرگ قریش پر نوحہ وزاری کر ابن زیاد نے ان کے بارے میں جلدی کی، میں ان کے قتل پر راضی نہ تھا۔۔ (جلاء العیون ج ۲ ص ۲۹۵)

ایک شیعہ ذاکر ماتم کی بحث میں لکھتا ہے:

''جب اہل بیت امام مظلوم یزید کے روبرو لائے گئے تو وہ بڑی نرمی اور مہربانی سے پیش آیا اور انہیں اپنے گھر میں جگہ دی اور ان کو دیکھ کر آل معاویہ اور ابوسفیان کی مستورات نے نوحہ وماتم حسین شروع کر دیا ہند زوجہ یزید برہنہ سر ماتم کرتی ہوئی نکل آئی اور بولی اے یزید کیا نور چشم فاطمہ (حسین) کا سر مبارک میرے گھر کے دروازے کے سامنے نیزہ پر مصلوب ہے؟ یزید ہند کے پاس کود کر پہنچا اور اسے کپڑوں سے ڈھانکا اور کہا ہاں تم اس پر ماتم کرو اور زیور اور پارچات اس پر اتار پھینکو اور اس پر تین دن ماتم کرتی رہو اہل کوفہ نے نوحہ وماتم شروع کر دیا۔'' (اخبار ماتم ص ۶۷ ماخوذ از فیصلہ شرعیہ ص ۶۸)

یہ صرف شیعہ رسالہ اخبار ماتم کی بات نہیں کہ اسے غیر مستند کتاب کہہ کر جان چھڑا لی جائے شیعہ کی مستند کتابوں میں بھی یہی بیان موجود ہے جیسا کہ ہم اوپر بتا آئے ہیں۔

شہادت حسین پر یزید کا ماتم کرنا

پھر حضرت امام حسین کا سر مبارک جب یزید کے پاس لایا گیا تو اس نے کس طرح ماتم کیا تھا اسے بھی دیکھئے۔ شیعہ کا مشہور مؤرخ لوط بن یحی (۱۵۷ھ) لکھتا ہے کہ:

"ووضع الرس فی طشت وغطاه بمندیل دیبقی ووضعه فی حجره وجعل یلطم علی خده ویقول مالی وقتل الحسین" (مقتل ابی مخنف ص ۱۳۹)

یزید نے آپ کا سر مبارک ایک تھال میں رکھا اس پر ریشمی رومال ڈال کر اپنے گود میں رکھا اور اپنے گالوں پر طمانچے مارنے لگا اور کہنے لگا کہ مجھے قتل حسین سے کیا سروکار تھا۔

بعدازاں اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو سونے کی تھالی میں رکھا اور کہا:

رحمك الله یا حسین لقد کنت حسن المضحك۔ (خلاصة المصائب ص ۳۴)

"اے حسین تم پر اللہ کی رحمت ہو، تمہارے ہنسنے کی جگہ کیسی اچھی ہے۔"

قافلہ حسینی کے ساتھ یزید کا سلوک، شیعہ روایات میں

شیعہ علماء لکھتے ہیں کہ یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے بہت اچھا سلوک کیا تھا انہیں اپنے گھر میں رکھا اور وہ صبح شام امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اپنے دسترخوان پر بلایا کرتا تھا۔

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

"پس اہل بیت را در خانه او جائے داد ہر چاشت وشام حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ را بر سر خوان خود می طلبید" ((دیکھئے جلاء العیون ص۔)

پس یزید نے اہل بیت کو اپنے گھر میں جگہ دی اور صبح شام امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اپنے دسترخوان پر بلاتا تھا

شیعہ مؤلف غلام حسین تبریزی طراز مذہب مظفری میں لکھتا ہے کہ یزید نے حکم دیا کہ حضرت امام کے گھر والوں کو خاص کمروں میں اتارا جائے اور ان کے ضرورت کی تمام چیزیں ان تک پہنچائی جائیں اور جب تک امام زین العابدین رضی اللہ عنہ دسترخوان پر نہ آتے یزید نہ کھانا کھاتا اور نہ آرام کرتا تھا:

یزید فرمان کرد تا علی بن الحسین واہل بیت را در سرائے مخصوص بایشان فرود آوردند وآنچه ما یحتاج ایشان بود فراہم ساختند وتا آں حضرت حضور نیافتی تغذی وتشی نه نمودی۔ (طراز مذہب مظفری ص ۴۶۸)

ترجمہ: یزید نے حکم دیا کہ حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) کو خاص مکان

میں رکھا جائے اوران کوجس چیز کی بھی ضرورت ہووہ انہیں دی جائیں اور جب تک امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نہ آجاتے یزید نہ کھانا کھاتا تھااور نہ آرام کرتا تھا۔

ضروری نہیں کہ اہل سنت والجماعت شیعی تحقیق سے اتفاق کریں تاہم اس سے اتنی بات تو واضح ہے کہ شیعہ کتابوں کی رو سے شہادت حسین پر پہلے پہل ماتمی مجالس برپا کرنے والے قاتلان حسین نکلے اور پھر ماتم کی دوسری مجلس یزید کے گھر برپا ہوئی اور بقول شیعہ علماء یزید نے قافلہ حسینی کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا تھا۔

کاش کہ شیعہ علماء اوران کے جہلاء ماتم کے بارے میں ائمہ اہل بیت کی تعلیمات وہدایات کو سامنے رکھتے اوران کی زندگی سے کچھ سبق لیتے مگرانہیں قاتلان حسین اور یزید کافعل اتنا مرغوب ومحمود ہوا کہ وہ اس پر خوشی سے چل پڑے اور یہ نہ دیکھا کہ ان کے اس فعل سے اسلام کی کتنی حدیں ٹوٹتی ہیں۔

حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما نے کیا کہا

مؤرخ طبری لکھتے ہیں کہ جب اہل بیت کا یہ قافلہ یزید کے گھر پہنچا تو فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ جو حضرت سکینہ سے عمر میں بڑی تھیں کہنے لگیں کہ:

”اے یزید! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں اور قید میں؟ یزید نے کہا اے بھتیجی۔ جتنا تمہارا مال لوٹا گیا ہے میں اس سے بڑھ کر دوں گا...... یزید نے کسی کو بھیج کر اہل حرم سے پوچھا کہ ان کی کیا کیا چیزیں لوٹ لی گئیں اور جس بی بی نے جو کچھ بتایا ہے اس کا دگنا پھر یزید نے دیا۔ بی بی سکینہ کہا کرتی تھیں کہ میں نے کسی ناشکرے کو یزید سے بڑھ کر اچھا نہیں دیکھا......اس کے بعد یزید نے ان لوگوں کی روانگی کا سامان کیا اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو کچھ مال دے کر مدینہ روانہ کیا۔“

(تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۵ البدایہ ج ۸ ص ۱۹۶)

کوفہ کے ان شیعوں نے نہ صرف یہ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بے وفائی اور غداری کی اور آپ کو شہید ہونے دیا بلکہ شہادت کے بعد آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کا سامان بھی لوٹنے میں کوئی حیاء نہ کی۔ یہ بات خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتلائی ہے آپ کہتی ہیں کہ:

''میں کم سن بچی تھی سونے کے دو پازیب میرے پاؤں میں تھے ایک بے حیاء نے وہ دونوں اتار لئے اور روتا تھا۔ میں نے کہا دشمن خدا (تو میرا سامان لوٹ رہا ہے اور روتا بھی ہے بتاؤ) روتا کیوں ہے؟ اس نے کہا کیوں نہ روؤں جب میں دختر حسین کو لوٹ رہا ہوں میں نے کہا جب تو جانتا ہے کہ یہ پیغمبر کی بیٹی (نواسے کی بیٹی) ہے تو لوٹتا کیوں ہے وہ کہنے لگا کہ اگر میں نہ لوٹوں تو یہ اور کوئی لے جائے گا۔'' (جلاء العیون ج ۲ ص ۲۰۶)

اس سے یہ بات کھلتی ہے کہ ان کا یہ رونا دھونا بس ایک ڈھونگ ہے اگر اس بدبخت کے دل میں ذرا بھی حضرت حسینؓ یا اہل بیت کی عزت ہوتی تو کیا وہ آپ کے زیور لوٹتا؟ اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر گریہ و ماتم کا ڈھونگ رچایا تھا وہ سب کے سب بھی تو قاتلان میں سے تھے یا ان غداروں میں سے جنہوں نے آپ کے ساتھ بدعہدی کی تھی۔

قافلہ حسینی کی مدینہ منورہ روانگی

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب تک یہ قافلہ شام میں رہا یزید کی حفاظت میں رہا اور یزید نے ان کا خیال بھی رکھا اور ان کے لئے سہولتیں بھی مہیا کیں تھیں اور جب یہ قافلہ ملک شام سے مدینہ کی طرف روانہ ہونے لگا تو یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کہا:

اللہ ابن سمیہ کو رسوا کرے، خدا کی قسم اگر میں آپ کے باپ کے پاس ہوتا تو وہ جس بات کا مجھ سے مطالبہ کرتا (أما والله لو أني صاحب أبيك ما سَألَنِي خَصْلَةً إِلاَّ أَعْطَيْتُهُ إِيَّاهَ) میں اسے دیتا اور میں جہاں تک ہوسکتا ان کو موت سے دور رکھتا خواہ اس میں میرے بعض بچے ہلاک ہوجاتے لیکن جو اللہ کا فیصلہ ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

ثم جهزه وأعطاه مالاً كثيراً وكساهم وأوصى بهم ذلك الرسول، وَقَالَ لَهُ: كَاتِبْنِي بِكُلِّ حَاجَةٍ تَكُونُ لَكَ۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۰۹۵۲۱۴)

پھر یزید نے آپ کے سفر کی تیاری کا سامان مہیا کیا اور بہت سا مال اور کپڑے دئے اور ان کے بارے میں قاصد کو تاکید کی اور کہا کہ جس چیز کی ضرورت پڑے مجھے بتلانا۔

یزید نے جس کے ساتھ اس قافلہ کو بھیجا تھا تو چونکہ اس میں خواتین بھی تھیں اس لئے وہ قاصد

ان سے تھوڑی دیر رہ کر چلتا تھا یہاں تک کہ وہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔(البدایہ ج ۸ ص ۱۰۹۵)

قافلہ حسینی کے مدینہ پہنچنے پر حضرت فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہما نے کیا کہا

جب یہ قافلہ خیریت کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گیا تو) حضرت فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بہن حضرت زینب سے کہا کہ

''اے میری پیاری بہن! یہ شامی مرد (جو ہمیں لے کر آیا ہے اس نے) ہمارے ساتھ سفر میں بہت مہربانی کی ہے اسے کچھ انعام دیجئے۔ حضرت زینب نے کہا واللہ میرے پاس اپنے زیور کے سوا کچھ بھی نہیں ہے جو میں اسے انعام میں دوں۔ حضرت فاطمہ نے کہا اچھا ہم دونوں اپنا زیور اسے انعام میں دیں گے۔ غرض دونوں سیدانیوں نے اپنے اپنے کنگن اور بازو بند اتار کر اس کے پاس بھیجے اور معذرت کے ساتھ یہ کہلا بھیجا کہ راستہ میں جس خوبی سے تم ہم سے پیش آئے یہ اس کا صلہ ہے۔ اس نے کہا میں نے جو کچھ خدمت کی ہے اگر دنیاوی لالچ میں کی ہوتی تو آپ کے اس زیور سے بلکہ اس سے بھی کم میں میں خوش ہو جاتا لیکن واللہ! میں نے جو کچھ کیا ہے وہ خدا کی خوشنودی اور رسول سے آپ کی جو قرابت ہے اس کو سامنے رکھ کر کیا ہے (اس لئے میں یہ نہیں لے سکتا)۔''

(تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۳۔ البدایہ ص ۲۱۳)

ہم نے اوپر یزید کے متعلق شیعہ محدثین و مؤرخین کے حوالہ سے جو بات نقل کی ہے اس سے شیعہ علماء اور ان کے ذاکر و ملا کے اس پروپیگنڈہ میں کیا دم رہ جاتا ہے کہ یزید کے حکم پر خاندان نبوت کو کوفہ میں گھسیٹا گیا تھا ان کے سروں سے چادریں کھینچ لی گئیں تھیں ان سب کے ہاتھوں کو رسیوں سے باندھا گیا تھا اور دمشق کی گلی گلی پھراتے ہوئے یزید کے دربار میں لایا گیا تھا؟ اگر وہ سب کچھ صحیح ہے جو شیعہ علماء نے یزید کے بارے میں لکھا ہے تو پھر گلی گلی کی یہ رام کہانی افسانہ اور رونے رلانے کا بہانہ تو ہو سکتا ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

ایک قابل غور سوال

حضرت الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ علماء کی ان تحریرات کی رو سے بجا طور پر

یہ سوال اٹھایا ہے کہ:

یہاں یہ سوال بھی ابھرتا ہے کہ اگر پسماندگانِ کربلا گرفتاری سے دمشق میں پھرائے گئے ہوتے تو کیا وہ یزید کی طرف سے مدینہ واپسی کی یہ عزت قبول کرتے؟ پھر مدینہ جا کر حضرت علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں اس طرح آزادانہ فقہ وحدیث کی مسند تدریس پر بیٹھتے جس طرح دوسرے اکابر محدثین اپنا اپنا حلقۂ درس لگائے ہوتے تھے؟ بلکہ وہ حکومت کی کڑی نگرانی میں رکھے جاتے۔

یہ حالات بتاتے ہیں کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ اہلِ سنت عقیدہ کے تھے ورنہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ مسجدِ نبوی میں اہلِ سنت کے دوسرے ائمہ حدیث کے ساتھ برابر کی مسند تدریس پر بیٹھے ہوں۔'' (تجلیات آفتاب ج ۲ ص ۱۹۷)

مدینہ منورہ کی ایک خاتون کا قاتلوں سے سوال

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے قافلہ میں سے جو لوگ بچ گئے تھے جب وہ واپس مدینہ پہنچے تو بنی عبدالمطلب کی ایک خاتون صدمہ سے بے حال ہوگئی اور روتے ہوئے اس نے چند اشعار پڑھے:

مَاذَا تَقُولُونَ إِنْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ
بِعِتْرَتِي وَبِأَهْلِي بَعْدَ مفتقدي منهم أسارى ومنهم ضُرِّجُوا بِدَمِ
مَاكَانَ هَذَا جَزَائِي إِذْ نَصَحْتُ لَكُمْ أَنْ تَخْلُفُونِي بِسُوءٍ فِي ذَوِي رحم

یعنی تم کیا جواب دو گے اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اد کے ساتھ اور میرے اہل کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا تھا؟ ان میں سے تم نے بعضوں کو قید کیا اور بعض کا خون بہایا۔ میں نے تم کو جو نصحت دی تھی اس کا بدلہ یہ تو نہ تھا کہ تم میرے بعد میرے رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک کرو۔

(البدایہ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۹۸)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا غمزدہ ہوجانا

حضرت ابوبکر صدیق کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر کو جب آپ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! تم نے راتوں کو طویل قیام کرنے والے اور دن میں کثرت سے روزہ رکھنے والے عظیم انسان کو شہید کر دیا۔ اللہ کی قسم! وہ سماع کے بجائے قرآن کریم کی تلاوت، فضول باتوں کے بجائے اللہ کے خوف سے رونا، کھانے پینے کے بجائے روزہ رکھنا، شکار اور سیاحت کے بجائے اللہ کی یاد کی مجلسوں میں بیٹھنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا (جن لوگوں کے ہاتھ آپ کے خون سے رنگین ہوئے ہیں) یہ لوگ عنقریب اس کا برا انجام دیکھیں گے۔''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بھتیجی کا اظہار غم

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عقیل کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب اس سانحہ کی خبر ملی تو آپ غمزدہ ہوگئیں اور اپنے غم کا اظہار اس طرح کیا۔

عين ابكي بعبرة وعويل — واندبي إن ندبت آل الرسول
ستة كلهم لصلب علي — قد أصيبوا وخمسة لعقيل

اے میری آنکھ آنسو بہا اور واویلا کر، اگر تجھے کسی کی موت پر رونا ہے تو آل رسول کی موت پر رو، اس لئے کہ کربلا میں حضرت علی کی اولاد میں سے چھ افراد اور حضرت عقیل کی اولاد مین سے پانچ افراد شہید ہوئے ہیں۔ (ینابیع المودة، جز ۳ ص ۱۳۹)

نوٹ: شیخ محمد بن رسول البرزنجی نے اپنی کتاب الاشاعۃ لاشراط الساعۃ میں اسے حضرت حسن بصریؒ سے منسوب بتلایا ہے اور اس میں چھ اور پانچ کے بجائے دونوں کے نو نو افراد بتائے ہیں۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر جنات کا اظہار غم

انسان تو انسان رہے جنات بھی خاندان نبوت کی شہادتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ کوفہ کے ثقہ تابعی حضرت حبیب بن ابی ثابت (۱۱۹ھ) کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر جنات نے اپنے غم کا اظہار اس طرح کیا تھا۔

مسح النَّبِي جَبينه — فَلَهُ بريق فِي الخدود
أَبَوَاهُ فِي عليا قُرَيْش — وجده خير الجدود

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا ہے، تو حضرت حسین کے رخساروں میں نور کی سی چمک آ گئی، اوران کے ماں باپ قریش میں بلند رتبہ والے ہیں اور آپ کے جدامجد (کی تو کیا شان ہے کہ آپ تو) سب کے جدامجد سے بہتر ہیں۔

(الخصائص الکبری ج ۲ ص ۱۲۵، للامام السیوطی)

اگر یہ کہانی صحیح ہے؟

شیعہ علماء اوران کے ذاکرین ٹی وی پر سجائی جانے والی مجالس میں نہایت ہی جذباتی انداز میں دعوی کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کی لاشوں کی بڑی ہی بے حرمتی کی گئی اور ان کی لاشوں پر گھوڑے ڈورائے گئے تھے...... یہ سن کر شیعہ عوام دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دیتے ہیں سوال یہ ہے کہ کیا واقعی ایسا ہوا تھا؟ شیعہ کی مرکزی کتاب اصول کافی سے پتہ چلتا ہے کہ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔

شیعہ راوی بیان کرتا ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دئے گئے تو دشمنوں نے چاہا کہ ان کے جسم کو گھوڑوں سے روندیں اتنے میں اچانک ایک شیر نکل آیا وہاں جناب فضہ کھڑی تھیں تو فضہ نے شیر سے کہا:

فقالت: يا أبا الحارث فرفع رأسه ثم قالت: أتدري ما يريدون أن يعملوا غدا بأبي عبدالله عليه السلام؟ يريدون أن يوطئوا الخيل ظهره، قال: فمشى حتى وضع يديه على جسد الحسين عليه السلام، فأقبلت (الخيل؟) فلما نظروا إليه قال لهم عمر بن سعد - لعنه الله -: فتنة لا تثيروها انصرفوا، فانصرفوا. (اصول کافی ص ۲۹۵)

اے ابوالحارث (شیر کی کنیت ہے) تو شیر نے اپنا سر اٹھایا پھر فضہ نے کہا: تجھے معلوم ہے کہ دشمنوں کا کیا ارادہ ہے؟ وہ چاہتے ہیں کہ کل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم پر گھوڑے ڈورائیں راوی کہتا ہے کہ شیر آگے بڑھا اوراس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا جب گھوڑے پر سوار لوگ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شیر ہے عمر بن سعد نے کہا کہ یہ ایک فتنہ ہے اس کو مت چھیڑو اور یہاں سے نکل چلو چنانچہ

سب واپس چلے گئے (اور آپ کا جسم محفوظ رہا)۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ کربلا کے میدان میں مرنے والوں کے اجسام مبا کہ کی بے حرمتی اور ان کے بدنوں کے ساتھ اس طرح کے نازیبا سلوک کے واقعات درست نہیں معلوم ہوتے یہ مجلسوں میں رلانے کے لئے تو ہوسکتے ہیں لیکن ان کا بسند صحیح کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ شیعہ کے ممتاز مؤرخ اعظم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر جو کتاب } مجاہد اعظم { کے نام سے لکھی ہے شیعہ دوستوں کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے تا کہ وہ جان سکیں کہ کربلا کے سانحہ کو کتنا افسانوی قصہ بنا دیا گیا ہے۔ جناب شاکر حسین امروہی صاحب لکھتے ہیں۔

''صدہا باتیں طبع زاد تراشی گئیں ہیں واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی رفتہ رفتہ اس کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہوگیا ابو مخنف لوط بن یحی ازدی، کربلا میں خود موجود نہ تھا اس لئے یہ سب واقعات انہوں نے بھی سماعی (دوسروں سے سن کر) لکھے ہیں لہذا مقتل ابی مخنف پر بھی پورا وثوق نہیں پھر لطف یہ کہ ابومخنف کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں اور ان سے صاف پایا جاتا ہے کہ خود ابومخنف اس کے جامع نہیں بلکہ کسی اور ہی شخص نے ان کے بیان کردہ سماعی واقعات کو قلم بند کر دیا ہے۔''

مختصر یہ کہ شہادت امام حسین کے تعلق تمام واقعات ابتداء سے انتہاء تک اس قدر اختلافات سے پر ہیں کہ اگر ان کو فردا فردا بیان کیا جائے تو کئی ضخیم دفتر فراہم ہوجائیں۔

اکثر واقعات مظالم اہل بیت، مثلا تین شبانہ روز کا پانی کا بند رہنا، فوج مخالف لا لاکھوں کی تعداد میں ہونا، شمر کا سینہ مطہر پر بیٹھ کر سر جدا کرنا، آپ کی لاش مقدس سے کپڑوں تک اتار لینا وغیرہ وغیرہ نہایت مشہور اور زبان زد خاص وعام ہیں حالانکہ ان میں سے بعض سرے سے غلط، بعض مشکوک، بعض ضعیف، بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں۔ (مجاہد اعظم ص ۱۷۸)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت کا ذمہ دار کن کو بتلایا

خود شہید کربلاء حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب ان کی بے وفائی دیکھی تو آپ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

''تم لوگوں نے مجھے یہاں بلا کر میرا ساتھ چھوڑ دیا مجھے اس پر کوئی حیرانگی نہیں ہے کیونکہ تم اس سے پہلے میرے بھائی اور میرے والد اور میرے چچازاد بھائی مسلم سے بھی اسی طرح بے وفائی کر چکے ہو۔'' (دیکھئے طبری ج ۵ ص ۴۰۳)

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس حضرت اصحاب کود را جمع نمود و فرمود که بما خبر رسید که مسلم بن عقیل و ہانی بن عره و عبدالله بن یقطر را شهید کردند و شیعان ما دست از راری ما بر داشتند ہر که خواہد از ما جدا شود بر او حرجے نیست۔
(جلاء العیون ج ۲، ص)

پس حضرت امام حسین نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کو شہید کر دیا گیا ہے اور ہمارے شیعوں نے ہماری حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اس لئے جو شخص ہم سے الگ ہو کر جانا چاہے اس پر حرج نہیں ہے۔

آپ نے اہل کوفہ سے کہا کہ

''تمہارے لئے ہلاکت ہو تم نے مجھ کو اتنے جوش اور ولولہ کے ساتھ بلایا تا کہ تمہاری فریاد کو پہنچوں اور ہم تمہاری دعوت پر جلد چلے آئے پھر ہمارے ہی سروں پر تم تلوار لے کر کھڑے ہو گئے ہو اور ہمارے دشمنوں کے بجائے ہمیں پر آتش جلا دی تم میدان جنگ میں اپنے دوستوں کے ساتھ اپنے ہی دشمن کے یار و مددگار ہو گئے۔ حالانکہ انہوں نے تمہارے ساتھ نہ عدل وانصاف سے کام لیا نہ تم ان سے خیر کی امید رکھتے ہو۔ تم پروانے ہو، جب تلواریں نیاموں میں اور قلوب آرام وسکون میں اور ان کے افکار ناپختگی میں تھے تم نے ہمیں کیوں نہ چھوڑ دیا۔ لیکن تم مکھیوں کی طرح فتنہ کی طرف بھاگے. تمہارے لئے ہلاکت ہو بربادی ہو۔'' (احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۶۱ مترجم)

آپ نے ان سے یہ بھی فرمایا

''اے کنیز کے غلامو...... اے احزاب کی بچے لوگو...... ہاں خدا کی قسم بے وفائی و پیمان شکنی تمہاری دیرینہ عادت ہے تمہاری جڑیں غدر اور دھوکہ سے ملی ہوئی ہیں اور تمہاری شاخوں

نے اسی پر پرورش پائی ہے تم ان کے وہ پلید ترین اور خراب ترین میوے ہو جو مالک کے گلے میں اٹکے ہوئے اور غاصب کے لئے خوش ذائقہ ہو۔'' (ایضاص ۶۱)

آپ نے اہل کوفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''حیف ہے تم پر، کیا تم اپنے خطوط اور وعدے بھول گئے جو تم نے خدا تعالیٰ کو اپنے اور ہمارے درمیان دے کر لکھے تھے کہ اہل بیت آئیں کہ ہم ان کے لئے اپنی جانیں دے دیں گے حیف ہے تم پر تمہارے بلاوے پر ہم آئے اور تم نے ہمیں ابن زیاد کے حوالے کر دیا اور ہمارے لئے فرات کا پانی بند کر دیا واقعی تم لوگ رسول کے برے اخلاف ہو کہ رسول کی اولاد کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے اللہ قیامت کے دن تمہیں سیراب نہ کرے۔''

(ذبح عظیم بحوالہ ناسخ التواریخ ص ۳۳۵)

آپ نے فرمایا:

''اے بے وفاؤ، غدارو! مجبوری کے وقت تم نے اپنی مدد کے لئے ہمیں بلایا اور جب ہم آ گئے تو کینے کی تلوار ہم پر چلائی۔'' (ایضاص ۳۹۱)

''اے اللہ! شیعان کوفہ نے مجھے اپنی مدد کے لئے بلایا پھر وہ ہمیں قتل کرنے کے در پے ہیں اے اللہ! ان سے میرا انتقام لے اور حاکموں کو کبھی ان سے خوش نہ رکھ۔''

(جلاء العیون ص ۴۰۵۔ الارشاد ۲۴۱ للمفید)

آپ نے یہ بھی کہا:

''تم پر تباہی ہو حق تعالی دونوں جہانوں میں میرا تم سے بدلہ لے گا خود اپنی تلواریں ایک دوسرے کے منہ پر چلاؤ گے اور اپنا خون خود بہاؤ گے اور دنیا سے نفع نہ پاؤ گے اپنی امیدوں کو نہ پہنچو گے اور آخرت میں تو بدترین عذاب تمہارے لئے تیار ہے۔'' (ایضاص ۴۰۹)

آپ نے بلانے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا

''تم پر اور تمہارے ان ارادوں پر خدا کی مار ہو، تم بڑے بے وفا نکلے، تم نے دھوکہ سے ہمیں یہاں بلا کر اکیلا چھوڑ دیا۔ اور ہمیں دشمنوں کے حوالے کر دیا۔'' (جلاء العیون، ص ۳۹۱)

''تم پر اور تمہارے ارادے پر لعنت ہو۔ اے بے وفایان جفا کاران خدا، تم پر وائے

ہوتم نے ہنگام اضطراب واضطرار میں اپنی مدد کے لئے بلایا اور جب میں نے تمہارا کہنا قبول کیا اور تمہاری نصرت اور ہدایت کے آیا اس وقت تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچ دی، اپنے دشمنوں کی تم نے مدد کی، اور اپنے دوستوں سے دست برداری کر کے دشمنوں سے مل گئے بغیر اس کے کہ تم نے کوئی عدالت ظاہر کی ہو......تم پر وائے ہو بے عداوت وکینہ ونزاع تم کیوں کر شمشیر کیں نیام انتقام کھینچ سکے اور بے سبب قتل اہل بیت رسول پر کمر باندھ سکے۔..................ان ظالموں پر لعنت ہو جو اپنے عہد و پیماں کو بعد ازاں کہ موکد بقسم کر چکے اور اب فسخ کرتے ہیں...........میں جانتا ہوں کہ میں سہید ہو جاؤں گا لیکن مجھے خبری دی ہے کہ میری شہادت کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں تم اشقیاء تیغ انتقام سے قتل ہو گے اور تمہاری آرزوئیں حاصل نہ ہوں گی..................اے خدا ان سے باران رحمت کو حبس کر دے اور ان کو قحط میں مبتلا کر دے اور فرزند ثقیف یعنی مختار کو ان پر مسلط کر دے کہ کاسہائے زہر آلود مرگ ان کو پلائے اس لئے کہ انہوں نے مجھے فریب دیا، جھوٹ بولا، اور میرے دشمنوں کا ساتھ دیا ان کی مدد کی۔''

(جلاء العیون ج ۲ ص ۲۳۳)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شیعوں کے لئے بددعا

حتیٰ کہ جب آپ کے تمام ساتھی کربلاء میں یکے بعد دیگرے شہید کر دئے گئے اور آپ کے ہاتھ میں اپنا چھوٹا بیٹا تھا جب اس کو ایک تیر لگا اور اس کا خون اچھلنے لگا تو آپ اس کا خون صاف کرتے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ احْکُمْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمٍ دَعَوْنَا لِیَنْصُرُوْنَا فَقَتَلُوْنَا۔

(البدایہ ج ۸ ص ۱۹۷۔ مروج الذہب ص ۷۰ از مسعودی شیعی)

اے اللہ ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما جس نے ہمیں دعوت دے کر یہاں بلایا کہ وہ ہماری مدد کریں گے (مگر انہوں نے بے وفائی کی اور دغا دیا) اور انہوں نے ہمیں قتل کر ڈالا (یعنی ہمیں قتل ہونے کے لئے اکیلا چھوڑ دیا)

اہل کوفہ سب شیعہ تھے۔ قاضی شوستری کا اعتراف

نوٹ: پیش نظر رہے کہ جن لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھ کر آنے کی دعوت دی اور اس پر اصرار کیا وہ سب کوفی تھے جو اپنے آپ کو شیعان علی کہتے تھے اور یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی بے وفائی کی تھی۔ اہل کوفہ کا شیعہ ہونا خود مشہور شیعہ عالم قاضی نور اللہ شوستری (۱۰۱۹ھ) کے نزدیک مسلم ہے اور وہ صاف لکھتے ہیں کہ اس پر کوئی دلیل دینے ضرورت ہی نہیں ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

تشیع اہل کوفه حاجت باقامت دلیل ندارد وسنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل ومحتاج دلیل است اگرچه ابوحنیفه کوفی است۔

(مجالس المؤمنین ص ۲۵)

اہل کوفہ کے شیعہ ہونے پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے البتہ اہل سنت ہونے کے لئے دلیل ضروری ہے اگرچہ ابوحنیفہ کوفی ہی کیوں نہ ہوں۔ (یعنی ان کے اہل سنت ہونے کے لئے دلیل ضرورت ہے ورنہ تو سب اہل کوفہ شیعہ ہیں)

ایران کے سابق مذہبی سربراہ علامہ خمینی کے ممتاز شاگرد آیت اللہ مرتضی مطہری ۱۹۷۹ء) بھی اس کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ موصوف لکھتے ہیں:

ولا ریب فی أن اهل الكوفه كانوا من شيعة علي بن ابی طالب (ع) وان الذين قتلوا الامام الحسين (ع) هـم شيعته ولهذا كتب المؤرخون عن اهل الكوفة يقولون "قلوبهم معه وسيوفهم عليه۔ (الملحمة الحسينيه ج ۱ ص ۱۲۹)

اس میں کوئی شک نہیں کہ کوفہ والے علی علیہ السلام کے شیعوں میں سے تھے، اور بے شک امام حسین کو جن لوگوں نے قتل کیا، وہ انہی کے شیعہ تھے۔ اسی لیے مورخین نے اہل کوفہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے دل امام حسین کے ساتھ تھے، مگر تلواریں ان کے خلاف تھیں۔

موصوف نے اس پر اپنے جن بزرگوں کی کتابوں کے حوالے لکھے ہیں ان میں سے شیخ مفید کی

الارشاد ص ۲۱۸، ابن شہر آسوب کی مناقب ج ۴ ص ۱۹۵، اور علامہ اربلی کی کشف الغمہ ص ۲ ۳ ہیں

جناب حر شہید رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت حر جو پہلے کوفی شیعوں کے ساتھ تھے مگر جب انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفیوں کی بے وفائی اور بدعہدی دیکھی تو انہیں احساس ہوا کہ وہ غلطی پر ہیں چنانچہ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا اور کوفی دھوکہ بازوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اللہ تم سب پر اپنا غضب اتارے تم نے ان کو بلا کر کیوں دھوکہ دیا۔ حضرت حر شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

يا أهل الكوفة لأمكم الهبل، أدعوتم الحسين إليكم حتى إذا أتاكم أسلمتموه وزعمتم أنكم قاتلوا أنفسكم دونه، ثم عدوتم عليه لتقتلوه، ومنعتموه التوجه في بلاد الله العريضة الوسيعة التي لا يمنع فيها الكلب والخنزير، وحلتم بينه وبين الماء الفرات الجاري الذي يشرب منه الكلب والخنزير وقد صرعهم العطش؟ بئس ما خلفتم محمداً في ذريته، لا سقاكم الله يوم الظمأ الأكبر إن لم تتوبوا وترجعوا عمّا أنتم عليه من يومكم هذا في ساعتكم هذه.

(البدايه ج ۸ ص ۱۹۵)

اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہیں کھودے! تم حضرت حسین کو اپنے پاس بلاتے ہو اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو تم انہیں بے یارومددگار چھوڑ دیتے ہو؟ تم نے کہا تھا کہ تم ان کی حفاظت میں اپنی جانیں لڑاؤ گے پھر تم نے ہی انہیں قتل کرنے کے لئے ان پر حملہ کر دیا اور تم نے انہیں خدا تعالی کے وسیع وعریض علاقوں میں جانے سے روک دیا جن میں کتے اور خنزیر کو بھی نہیں روکا جاتا اور تم ان کے اور دریائے فرات کے روان پانی کے درمیان حائل ہو گئے جس سے کتے اور خنزیر بھی پانی پیتے ہیں حالانکہ وہ سخت پیاسے ہیں۔ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کے بارے میں بدترین خلف ہوا گر تم آج اور اس گھڑی کی رزیشن سے توبہ اور رجوع نہ کرو تو اللہ تعالی بڑی پاس کے دن تمہیں سیراب نہ کرے۔۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۰۶۹)

شیعوں کے محمد ہادی بن مرزا علی لکھنوی اسے اس طرح نقل کرتے ہیں:

یا اهل الکوفة ثکلتکم امهاتکم دعوتم هذا العبد الصالح حتی اذا اتاکم عدتم علیه لتقتلوه واخذتم بکظمه او حطتم به من کل جانب لتمنعوه التوجه الی بلاد الله فصاره لأسیر ومنعتموه وأهله عن ماء الفرات الجاری تشربه الیهود والنصاری والمجوس وتمرغ فیه خنازیر السواد بئسما خلفتم محمدا صلی الله علیه وآله وسلم وآله فی ذریته لا سقاکم الله یوم الظماء (خلاصة المصائب ۹۰ بحواله قاتلان حسین ص ۶۱)

اے کوفیو! تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں، اس نیک بندے کو تم لوگوں نے بلایا جب وہ آ گئے تو تم ان سے دشمنی کرتے اور انکو قتل کرنے کے درپئے ہو گئے۔ ان پر جانے کا راستہ بند کر دیا گیا اور تم نے انکو ہر طرف سے گھیر لیا کہ کسی طرف وہ نہ جا سکیں وہ مثل قیدی کے ہو گئے۔ تم نے ان پر اور ان کے گھر والوں پر فرات کا پانی بند کر دیا جس سے یہود و نصاری اور مجوس تو پانی پیتے ہیں اور اس میں خنزیر اور کتے بھی لوٹتے پوٹتے ہیں، تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت برے ناخلف ہو کہ انکی ذریت کے ساتھ (اس قدر) بدسلوکی کرتے ہو، خدا قیامت میں تمہیں بھی سیراب نہ کرے (اس کا کچھ حصہ جلاء العیون ج ۲ ص ۲۳۱ میں بھی ہے)

شیعہ مجتہد شیخ مفید (۴۱۳ھ) لکھتا ہے کہ حضرت حر شہید نے ان سے کہا:

”تم نے یہ اقرار کیا تھا کہ اس کے سامنے اپنی جانیں قربان کرو گے پھر تم اس کے (حضرت حسین) کے خلاف دوڑ پڑے تا کہ اسے قتل کرو اور تم ان کو روکے ہوئے ہو اور ان کا گلا دبا رکھا ہے اور ان کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے تا کہ ان کو اللہ کے وسیع و عریض شہروں میں جانے نہ دو۔ الخ“ (الارشاد ص ۳۱۲ مترجم)

جناب بریر بن حضیر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رفقاء اور شہدائے کربلاء میں ایک ہیں آپ نے کربلاء میں

ہونے والے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے اور آپ کو پتہ تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کس نے بلا؟ اور وہ کون تھے جنہوں نے آپ کی شہادت میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ آپ نے اہل کوفہ سے کیا کہا اسے دیکھئے:

''اے کوفہ والو تم پر افسوس ہو تم نے قسمیں کھا کر جو خطوط لکھے اور وعدے کئے تھے کیا تم وہ سب بھول گئے؟ اے بے شرمو! تم نے اہل بیت کو لکھا تھا کہ آیئے ہم اپنی جان آپ پر قربان کردیں گے جب وہ آئے تو ان پر پانی بند کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ ابن زیاد کو ان پر مسلط کردو تم نہایت برے لوگ ہو قیامت کے خدا تمہیں پیاسا رکھے، تمہیں سیراب نہ کرے۔'' (دیکھئے جلاء العیون ۳۹۱)

حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہما کا بیان

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اہل کوفہ کو غدار فریبی اور مکار جیسے الفاظ برسر عام کہے اور کہا کہ اب تم ہم پر ماتم کرتے ہو حالانکہ ہمارے قاتل تم ہو، تم نے جگر گوشہ رسول کو شہید کیا، تم نے اہل بیت کی باپردہ عورتوں کو بے پردہ کیا ہے۔ آپ نے کہا:

''اے کوفیو......اے ظالمو اور غداری کرنے والو......تم نے جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ بہت برا بھیجا ہے کہ اس پر اللہ سخت ناراض ہوا تم ہمیشہ عذاب میں مبتلا ہو گے تم روتے ہو ہاں اللہ کی قسم تم اب آنسو بہاتے ہو کیونکہ تمہیں رونا ہی زیبا ہے تم خوب روؤ اور کم ہنسو تم کل قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دو گے جب آپ کہیں گے کہ تم آخری تھے تم نے میرے بعد میرے گھر والوں کے ساتھ کیوں ظالمانہ سلوک کیا تھا؟

اے کوفہ تم پر لعنت ہو تم نے جگر گوشہ رسول کو قتل کیا اور پردہ دار اہل بیت کو بے پردہ کیا کس قدر فرزندان رسول کی تم نے خونریزی کی اور حرمت کو ضائع کیا۔'' (دیکھئے جلاء العیون)

تم میرے بھائی کے رو رہے ہو ایسی رسوائی تم کو ملی ہے کہ تم کبھی اپنے سے اسے دھو نہیں سکتے اور اس ننگ و عار کو کیسے دھوؤ گے کہ تم نے خاتم انبیاء کے فرزند ارجمند معارف رسالت اور جوانان جنت کے سردار کو قتل کیا جو میدان جنگ میں تمہاری پناہ گاہ اور اکیلا تمہارا ایک گروہ

تھا......تم اس وقت کیا کہو گے جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے پوچھیں گے کہ تم لوگوں نے کون سا کام کیا؟ میرے خاندان اور میرے بیٹوں اور عزیزوں میں کچھ اسیر ہیں اور کچھ خون میں غلطان ہیں میں تمہارا خیر خواہ تھا کیا اس کا بدلہ یہی ہے کہ تم میرے بعد میرے گھر والوں کے ساتھ برائی کرو۔'' (احتجاج ج ۲ ص ۶۸۔۶۹)

حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کا بیان

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے کن لوگوں کو شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اسے بھی دیکھئے:

''اے کوفیو تمہارا ناس ہو تم لوگوں کو کیا ہوا؟ تم نے حسین کو دھوکہ دیا اور انہیں شہید کر دیا تم نے ان کے ساز وسامان کو لوٹ لیا ان کی خواتین کو قیدی بنا لیا اور اب تم اس پر آنسو بہاتے ہو تم تباہ و برباد ہو جاؤ کیا تم جانتے ہو کہ تم نے کن کو شہید کیا تم کو پتہ ہے تم نے اپنی پیٹھوں پر (گناہوں کا) کتنا بڑا بوجھ لاد دیا ہے تم نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بہترین لوگوں کو شہید کیا ہے تمہارے دلوں سے رحم نکل گیا (تم بے رحم بن گئے ہو) خبردار کان کھل کر سن لو کہ اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے اور شیطان کا گروہ خسارے میں رہے گا۔''

(ناسخ التواریخ ص ۳۰۱)

حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ کا بیان

آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کا بیان بھی یہی تھا آپ نے کوفہ سے واپسی پر خطبہ دیتے ہوئے کہا:

''اے اہل کوفہ اے دھوکہ باز بے وفا وخود خواہ لوگو......تم لوگوں نے ہماری تکذیب کی اور ہماری ناشکری کی ہمارے قتل تک کو حلال جانا ہمارے اموال کو تاراج کیا گویا ہم ترک و کابل کی اولاد ہیں اسی طرح کل تم نے ہمارے جد امجد امام علی کو قتل کیا اور حسد و کینہ کے سب تمہاری تلواروں سے ہماری خون ٹپک رہے ہیں۔'' (احتجاج طبرسی ص ۶۶ مترجم)

''اے اہل کوفہ......تمہارے دل وجگر سخت اور پتھر ہو گئے تمہارے دل آنکھ اور کان پر مہر

لگ چکی ہے شیطان نے تمہاری برائیوں کو تمہاری نگاہ میں آراستہ کر رکھا ہے اور موت کو دور رکھا ہے اے اہل کوفہ تمہارے لئے ہلاکت وتباہی ہو۔'' (ایضا)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ

''اے لوگو تم کو خدا کی قسم کیا جانتے ہو کہ تم نے میرے بابا کو خط لکھا اور ان کو فریب دیا ان کے ساتھ عہد و پیمان کیا اور پھر ان ہی سے جنگ کی اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تمہاری لئے ہلاکت ہو...... افسوس افسوس اے بے وفا مکارو! تمہارے اور تمہارے نفسوں کے درمیان شہوت حائل ہیں۔'' (احتجاج طبرسی ح ۲ ص ۱۷)

جب آپ کربلاء سے کوفہ آئے اور دیکھا کہ مرد وعورتیں رو رہی ہیں آپ نے انہیں اس طرح روتے دیکھ کر فرمایا:

إن هؤلاء يبكون علينا فمن قتلنا غيرهم۔

(الاحتجاج ص ناسخ التواریخ ج ۶ کتاب ۲ ص ۱۵۶)

اب یہ لوگ ہماری شہادت اور ہمارے حال پر ماتم کر رہے ہیں پر یہ تو بتاؤ کہ ان کے علاوہ ہمیں کن لوگوں نے قتل کیا ہے؟ یعنی یہی وہ لوگ ہیں جو ہمارے قاتل ہیں اور اب دنیا کو دکھانے کے لئے ماتم کر رہے ہیں اور منافقانہ اداؤں سے دنیا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ تم بخوبی جانتے ہو کہ تم لوگوں نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے:

أيها الناس ناشدتكم بالله هل تعلمون أنكم كتبتم إلى أبي وخدعتموه، وأعطيتموه من أنفسكم العهد والميثاق والبيعة؟ قاتلتموه وخذلتموه فتبا لكم ماقدمتم لأنفسكم۔ (الاحتجاج ص ۱۵۷)

اے لوگو...... تمہیں یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ تم نے میرے والد محترم کو خط لکھ لکھ کر بلایا پھر تم نے ان کے ساتھ فریب کیا تم نے میرے والد کے ساتھ مدد کا پکا وعدہ کیا تھا اور بیعت کے عہد کئے تھے لیکن تم نے ان سے قتال کیا تم لوگوں نے انہیں رسوا اور ذلیل کیا

سو تمہارے لئے بربادی ہو جو کچھ تم نے اپنے لئے آگے بھیج رکھا ہے (یعنی آخرت میں تم کو اس جرم عظیم کا پتہ چلے گا اور اس کی سزا بھگتو گے)

علامہ طبرسی اور شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ آپ نے کہا:

''اے لوگو! میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں، تم جانتے ہو کہ میرے پدر کو تم نے خطوط لکھے اور ان کو دھوکہ دیا اطراان سے عہد و پیمان کیا اور ان سے بیعت کی آخر کار ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا پس لعنت ہو تم پر، تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی، اور بری راہ اپنے واسطے پسند کی، تم آنکھوں سے حضرت رسول کی طرف دیکھو گے جس روز وہ تم سے فرمائیں گے کہ تم نے میری عترت کو قتل کیا اور میری ہتک حرمت کی، کیا تم میری امت میں سے نہ تھے۔'' (جلاء العیون ج ۲ ص ۲۷۳۔ الاحتجاج ج ۲ ص ۲۸)

حضرت امام کی بات سن کر جب سب پریشان ہوئے اور انہیں اندازہ ہو گیا کہ حقیقت کھل گئی ہے تو کہنے لگے ہم آپ کی بات مانیں گے اور جن لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ ظلم کیا ہے ہم ان سے قصاص کا مطالبہ کریں گے۔ حضرت امام نے اس کے جواب میں فرمایا:

''ہیہات ہیہات، اے غدارو، اے مکارو، اب پھر دوبارہ میں تمہارے فریب میں نہ آؤں گا اور تمہارے جھوٹ کو باور نہ کروں گا تم چاہتے ہو کہ مجھ سے بھی وہی سلوک کرو جو میرے بزرگوں کے ساتھ تم نے کیا، میرے پدر اور ان کے اہل بیت کل کے دن تمہارے مکر سے قتل ہوئے۔'' (جلاء العیون ج ص ملا باقر مجلسی)

سید حسین موسوی نجفی کا بیان

نجف (عراق) کے شیعہ عالم سید حسین موسوی اپنے سید محسن الامین کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

''اہل عراق میں سے بیس ہزار لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کی بیعت کی اور ان کے ساتھ دھوکہ کیا اور ان کے خلاف میدان میں نکل آئے یہ بیعت ان کی گردنوں پر ہے کیونکہ انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کر ڈالا۔''

(اعیان الشیعہ ص ۳۴۔ قسم اول۔ کشف الاسرار ص ۱۶ مترجم)

شیخ فضل بن حسن طبرسی کا بیان

شیخ طبرسی شیعی (۵۴۸ھ) نے قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کی کس طرح نشاندہی کی ہے اسے دیکھئے:

''اہل کوفہ نے آپ کی بیعت کی نصرت کے ضامن بنے پھر بیعت توڑ دی اور آپ کو بے یارومددگار دشمن کے حوالے کیا آپ پر خروج کرکے آپ کا محاصرہ کرلیا جہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوئی مددگار تھا اور نہ جائے فرار ان لوگوں نے آپ پر دریائے فرات کا پانی بند کر دیا پھر قدرت پاکر آپ کو اس طرح شہید کر دیا جس طرح آپ کے والد اور بھائی شہید ہوئے تھے۔'' (اعلام الوری باعلام الہدی ص ص ۲۱۹ ماخوذ از تحفۃ الاخیار ص ۱۴)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل اور دھوکہ باز سب کوفی تھے

شیعہ کے معروف مؤرخ علی بن حسین مسعودی (۳۴۶ھ) نے کھل کر لکھا ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو دھوکہ دیا آپ سے جنگ کی اور آپ کے قتل سے جن لوگوں نے اپنے ہاتھ سرخ کئے ہیں بطور خاص سب کوفی تھے ان میں شام کے لوگ نہ تھے۔

وکان جمیع من حضر مقتل حسین من العساکر وحاربه وتولی قتله من أهل الکوفة خاصة لم یحضرهم شامی۔ (مروج الذهب ج۳ ص ۷۱)

شیعہ کی معروف کتاب خلاصۃ المصائب کا یہ بیان بھی پیش نظر رکھئے:

لیس فیهم شامی ولا حجازی بل جمیعهم من أهل الکوفة۔

(خلاصة المصائب ص ۲۰۱)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل صرف کوفی لوگ تھے ان میں شام اور حجاز کا کوئی شخص نہ تھا۔

ملا باقر مجلسی شیعی (۱۱۱۱ھ) نے بھی یہ بات بحار الانوار میں لکھی ہے (دیکھئے ج ۱۰ ص ۲۳۱)

ملا کاظم الاحسائی نجفی کا اعتراف

نجف کے مشہور شیعہ عالم کاظم الاحسائی اعتراف کرتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کے لئے جو لوگ نکلے وہ تین سو تھے اور یہ سب کے سب کوفہ کے تھے ان میں کوئی بھی شام، حجاز،

ہندوستان، پاکستان، سوڈان، مصر اور افریقہ کا نہ تھا یہ سب کوفی تھے جنہوں نے آپ سے دغا کیا اور آپ کے خلاف میدان میں اترے۔

ان الجیش الذی خرج لحرب الامام الحسین علیه السلام ثلاث مائة کلهم من اهل الکوفة لیس فیهم شامی ولا حجازی ولا هندی ولا باکستانی ولا سودانی ولا مصری ولا افریقی بل کلهم من اهل الکوفة قد تجتمعوا من قبائل شتی۔ (عاشورا ص ۸۹)

حضرت حسین سے جنگ کے لئے نکلنے والے تین سو کوفی تھے ان میں شام، حجاز۔ ہندوستان، پاکستان، سوڈان، مصر اور افریقہ کو کوئی شخص نہ تھا یہ سب اہل کوفہ کے مختلف قبیلوں کے لوگ تھے۔

ملا حسین بن احمد نجفی کا بیان

شیعہ مؤرخ حسین بن احمد البراقی النجفی ان کے آیت اللہ قزوینی کے حوالہ سے کوفیوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

انهم طعنوا الحسن بن علی علیه السلام وقتلوا الحسین علیه السلام بعد أن استدعوه۔ (تاریخ الکوفة ص ۱۱۳۔ المفید الوجیز فی تبیان اسباب ونتائج قتل عثمان بن عفان ص ۱۰۵)

ان کوفیوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما پر برچھی کے ذریعہ حملہ کیا اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو کوفہ بلا کر شہید کر دیا۔

کوفہ کے یہ دغا باز لوگ

مسند الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

''اسلاف شیعہ میں سے ان کثیر التعداد کوفیوں کی ہے جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور خاتون جنت حضرت فاطمہ کے جگر پارے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اصرار بھری عرضیاں اور خلوص بھرے خط لکھ کر ان سے دغا بازی کی چال چلی۔ اول

آپ کو مجبور کیا کہ دار الامن حرم چھوڑ کر کوفہ روانہ ہوں اور جب آپ کوفہ کے نزدیک پہنچے اور دشمنوں سے مقابلے اور مقاتلے کی نوبت آئی اور صدق اخلاص کے امتحان کا وقت آیا تو ان سب نے آپ کو دغا دیا اور دشمنوں کی کثرت کے باوجود امام مظلوم کی مدد ونصرت سے بڑے ڈھٹائی کے ساتھ اپنا ہاتھ کھینچ لیا بلکہ ان میں سے کچھ تو آپ کے دشمن وں کے ساتھ ڈر یا لالچ کے سبب جا ملے اور جناب امام کے رفقاء کی شہادت کا سبب بنے اور کربلا میں یہ جو کچھ بھی پیش آیا اسی فرقہ کی بے وفائی اور دغابازی کی وجہ سے پیش آیا۔"

(تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۰۸ مترجم)

یہ بے ایمان اور منافق لوگ

محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۶ھ) لکھتے ہیں:

"جھوٹے مدعیان تشیع وولاء کی بے ایمانی اور نفاق نے اہل بیت رسالت کو بذلت وخواری میدان کربلا میں ہلاک کیا جس پر آج تک خود ہی نوحہ خوان اور گریہ کناں ہیں۔"

(مطرقۃ الکرامہ ص ۲۸۶)

ایک عراقی کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا کڑا جواب

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو زندگی بھر بے چین رکھا تھا آپ کے سامنے جب بھی اس علاقے کا ذکر آتا جہاں کے لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بے وفائی کی اور انہیں دھوکہ دے کر بلایا اور پھر ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو آپ تڑپ جاتے اور جوش میں آکر ایسی گفتگو کرتے کہ لوگ حیران ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک عراقی شخص آپ سے مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا اور وہ حالت احرام میں تھا اس نے سوال کیا کہ حالت احرام میں اگر کسی نے مکھی ماردی تو کیا حکم ہے؟ آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے اس نے کہا عراق کا ہوں آپ نے فرمایا:

انْظُرُوا إِلَى هَذَا، يَسْأَلُنِي عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ، وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۰۔ ج ۲ ص ۸۸۶)

ذرا اس کو تو دیکھو یہ مجھ سے (مچھر) مکھی کے خون کے بارے میں مسئلہ پوچھ رہا ہے حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے (نواسے) کو شہید کردیا تھا جن کے بارے میں میں نے نبی اکرم سے سنا ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دنیا میں میرے پھول اور بہاریں ہیں۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے دل پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا کتنا گہرا اثر تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سفر عراق کا مقصد جنگ نہ تھا

جو حضرات یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ مکرمہ سے نکلنے کا مقصد یزید سے سے جنگ کرنا اور ان کا مقابلہ کرنا تھا، ان کا یہ کہنا درست نہیں ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ (عراق) جانا کسی جنگ کے لئے نہ تھا آپ یہ سمجھ کر نکلے تھے کہ جب وہاں کے لوگ مجھے بار بار بلا رہے ہیں اور میری اطاعت کرنے اور میرے موقف کا ساتھ دینا چاہتے ہیں تو آپ نے چاہا کہ وہاں جا کر حالات کا جائزہ لیں اور پھر اس کی روشنی میں سارے معاملات طے کئے جائیں۔

یاد رہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے اپنے اہل وعیال کے ساتھ نکلے تھے تو انہوں نے نہ کہیں جہاد کا اعلان کیا اور نہ مکہ مکرمہ میں کسی کو جہاد کی دعوت دی اور نہ انہیں اپنے ساتھ نکلنے کی ترغیب دی، آپ ؓ اپنے اہل وعیال کے ساتھ (جن میں چھوٹے معصوم بچے بھی تھے) کوفہ اسلئے جانا چاہتے تھے کہ جن لوگوں نے آپ کو خطوط لکھ لکھ کر بلایا تھا ان سے جا کر گفتگو کریں اور سب کے مشورے کے ساتھ طے کریں کہ آئندہ کیا کرنا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ راستے میں حالات کے بدلنے کی خبر بھی ملی تاہم آپ نے اپنا سفر جاری رکھا اور وہاں پہنچنے پر پتہ چلا کہ جن لوگوں نے نصرت کے بار بار وعدے کئے وہ سب پیچھے ہٹ گئے اب آپ کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ رہا کہ حالات کا دلیرانہ مقابلہ کیا جائے خواہ اس میں جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ چنانچہ عاشوراء کے دن کربلا کی زمین پر جس بے دردی اور ظالمانہ طور پر اہل بیت کے معزز افراد کا خون بہایا گیا ہے اس سے ہر مسلمان کا دل دکھی ہے اور ہر مسلمان آپ اور آپ کے اہل وعیال کے لئے دعا گو بھی رہتا ہے

اور جن کے ہاتھ آپ کے خون سے رنگین ہوئے تھے خدا تعالی نے ان ہاتھوں کو برباد کیا اور آخرت کا حساب تو ابھی باقی ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) ایک مقام پر لکھتے ہیں:

وَالْحُسَيْنُ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - مَا خَرَجَ يُرِيدُ الْقِتَالَ، وَلَكِنْ ظَنَّ أَنَّ النَّاسَ يُطِيعُونَهُ، فَلَمَّا رَأَى انْصِرَافَهُمْ عَنْهُ، طَلَبَ الرُّجُوعَ إِلَى وَطَنِهِ، أَوِ الذَّهَابَ إِلَى الثَّغْرِ، أَوْ إِتْيَانَ يَزِيدَ، فَلَمْ يُمَكِّنْهُ أُولَئِكَ الظَّلَمَةُ لَا مِنْ هَذَا وَلَا مِنْ هَذَا [وَلَا مِنْ هَذَا] وَطَلَبُوا أَنْ يَأْخُذُوهُ أَسِيرًا إِلَى يَزِيدَ، فَامْتَنَعَ مِنْ ذَلِكَ وَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ مَظْلُومًا شَهِيدًا، لَمْ يَكُنْ قَصْدُهُ ابْتِدَاءً أَنْ يُقَاتِلَ. (منہاج السنۃ ج ۴ ص ۴۲)

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتال کے لئے نہیں نکلے تھے آپ کا خیال تھا کہ وہاں کے لوگ آپ کی اطاعت کریں گے جب آپ کو پتہ چلا کہ وہ آپ کو چھوڑ کر جا رہے ہیں تو اس وقت آپ نے فریق مخالف سے تین مطالبات کئے (۱) انہیں وطن واپس جانے دیا جائے (۲) آپ کو محاذ جنگ پر جانے دیا جائے تا کہ وہ دشمن کا مقابلہ کریں (۳) آپ کو یزید کے پاس جانے دیا جائے پس ان ظالموں نے آپ کی ایک بات نہ مانی بلکہ آپ کو گرفتاری پیش کرنے کا کہا گیا تا کہ آپ کو قیدی بنا کر پیش کیا جائے آپ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ لڑتے ہوئے مظلومانہ حالت میں شہید ہو گئے تاہم آپ کا ارادہ شروع میں ہرگز جنگ کا نہ تھا۔

علامہ ابن تیمیہؒ ایک اور جگہ بھی یہ لکھتے ہیں:

الْحُسَيْنُ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - لَمْ يُقْتَلْ إِلَّا مَظْلُومًا شَهِيدًا، تَارِكًا لِطَلَبِ الْإِمَارَةِ، طَالِبًا لِلرُّجُوعِ: إِمَّا إِلَى بَلَدِهِ، أَوْ إِلَى الثَّغْرِ، أَوْ إِلَى الْمُتَوَلِّي عَلَى النَّاسِ يَزِيدَ.

(منہاج ج ۴ ص ۵۳۵)

اگر آپ کے سفر عراق کا مقصد جنگ یا جہاد ہوتا تو کیا آپ اپنے گھر کی عورتوں اور معصوم بچوں کو اپنے ساتھ لے کر جاتے؟ اور اتنی دور کا سفر کرتے؟ آپ کا سفر اس لئے تھا کہ اہل کوفہ نے آپ کو یہاں آنے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کی اطاعت تسلیم کرنا تھا۔ اور آپ آئے بھی انہی خطوط اور مطالبہ پر، مگر کوفہ کے شیعوں نے حسب سابق آپ سے بے وفائی اور بدعہدی کی اور آپ کو

اکیلا چھوڑ دیا تا آنکہ آپ مقام شہادت پا گئے۔
حضرت الاستاذ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب عمت فیوضہم لکھتے ہیں:

’’آپ کو کوفہ جانے سے روکنے والوں میں پانچوں عبداللہ (ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، بن جعفر، اور ابن مطیع رضی اللہ عنہم) اور آپ کے بھائی جناب محمد بن الحنفیہ رح جیسی جلیل القدر شخصیتیں تھیں ان مین سے کسی کی زبان سے یہ بات نہ سنی گئی کہ آپ جنگ نہ کریں، سب یہی کہتے رہے کہ یہ کوفہ کے لوف آپ کو وہاں بلا کر دھوکہ دے رہے ہیں (ان کی باتوں میں نہ آئیں) اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ جنگ کے لئے نہ نکل رہے تھے

آپ نے کربلاء میں جو تین تجاویز پیش کیں وہ بھی یہی بتلاتی ہیں کہ آپ جنگ نہ کرنا چاہتے تھے یہ عبیداللہ بن زیاد کا ظلم تھا کہ اس نے اس کنبہ اہل بیت پر حملہ کرنے کے احکام جاری کردئے اور اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ (اور آپ کے اہل عیال ورفقاء) کو ظلماً شہید کر دیا گیا، ابن زیاد کی طرف سے جب عمرو بن سعد کربلا میں آیا تو اس نے آتے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کس لئے یہاں آئے ہیں اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ یہاں جنگ کے ارادہ سے نہ آئے تھے آپ آپ نے جواباً کہا کہ میں یہاں خوشی سے نہیں آیا، کوفہ والوں کے بلانے پر آیا ہوں اگر ان لوگوں نے اپنی رائے بدل لی ہے تو میں واپس مکہ جانے کو تیار ہوں۔

پھر جب آپ رض نے کربلا میں آخری خطبہ دیا۔......اس خطبہ کے الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ آپ مکہ مکرمہ سے لڑنے کے لئے نہ نکلے تھے۔ بدبختوں نے آپ پر زیادتی کی جو آپ کو ظلماً شہید کیا گیا۔
خاندان رسالت کو حکومت کا کوئی لالچ نہ تھا، یہ حکومت کے خواہاں ہوتے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنی قائم حکومت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد نہ کرتے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اسی مزاج کے تھے، آپ حکومت کے طلبگار ہوتے تو جناب حجر بن عدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشکش کو نہ ٹھکراتے جو آپ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے نکلنے کے لئے آمادہ کر رہے تھے، آپ عراق میں اپنے چاہنے والوں کی دعوت پر صرف مشاورت کے لئے آ رہے تھے، ایسا نہ ہوتا تو آپ پہلے اپنے کزن مسلم بن عقیل کو کوفہ کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے نہ بھیجتے اور اپنے ساتھ اپنی بیوی، بہن اور بچوں کو ساتھ نہ لے جاتے، جنگ کا ارادہ ہوتا تو آپ اس کے لئے آواز دیتے اور ہزاروں نہیں، لاکھوں مسلمان

آپ کی آواز پر جمع ہوجاتے اور اپنی جانیں پیش کرنے کے لئے تیار ہوتے۔

(اشتہار، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تین سفر جہاد، کالم ۲، ۳)

ایک اہم سوال اور اس کا جواب

جب اہل سنت اور شیعہ مورخین اور ان کے معتمد علماء کے بیانات سے یہ بات سامنے آگئی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں اہل کوفہ کے ساتھ عبیداللہ بن زیاد اور شمر کا سب سے بڑا ہاتھ تھا اور یہی وہ دو لیڈر تھے جنہوں نے خاندان نبوت کو ختم کرنے کی ٹھان لی تھی تو پھر شیعہ علماء ان دونوں کے بجائے زیادہ تر یزید کا ذکر کیوں کرتے ہیں؟

جواب: اس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ اگر وہ اپنے مجمع اور مجالس میں صرف ان دونوں کا نام لیں تو وہ حضرت امیر معاویہ تک نہیں پہنچ سکتے۔

اس میں شک نہیں کہ اس سلسلے میں یزید کو شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے معاملے سے علیحدہ نہیں رکھا جاسکتا اور نہ اس کے لئے کوئی گنجائش کی راہ نکل سکتی ہے، اہل بیت کے خلاف ظالمانہ اور سفاکانہ سلوک اور ان کے ساتھ آنے والے دیگر حضرات کی شہادت اس کے اپنے دور حکومت میں ہوئی ہے اسے چاہئے تھا کہ اس کی پوری تحقیق کرتا اور جن کے ہاتھ ان ناپاک جرائم میں ملوث تھے ان سب کے خلاف کڑی کاروائی کرتا اور قرار واقعی سزا دیتا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسے قتل کا ذمہ دار بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام احمد کے نزدیک قتل حسین میں یزید کا ہاتھ بلا شبہ کارفرما تھا کیونکہ امام احمد فساد عظیم فرما کر یزید کو اس پر مستحق لعنت فرما رہے ہیں جس کے معنی یزید کے قاتل حسین ہونے کے صاف نکلتے ہیں، خواہ امر قتل سے، وہ قاتل ہے، یا رضا بالقتل سے قاتل ٹھہرے اسے حکما قاتل ہی کہا جائے گا۔'' (شہید کربلا ص ۱۴۴)

اسی طرح بعض دیگر حضرات نے بھی یزید کو براہ راست شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار بھی بتلایا ہے۔ اس کے علاوہ اس موقع پر کہ اسے کم از کم اپنے والد محترم حضرت معاویہ کی اس وصیت پر عمل کرنا تھا جو انہوں نے اسے اپنے سامنے بٹھا کر کی تھی کہ

واما امام حسین پس میدانی قرابت او را به حضرت رسالت واو پارہ تن آنحضرت واز گوشت وخون آنحضرت پرورده است... الخ

''امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں تم کو پتہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی قرابت ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم کے ٹکڑے ہیں اور آپ کے گوشت اور خون سے ان کی پرورش ہوئی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اہل عراق یقینا ان کو اپنی طرف بلائیں گے اور ان کا ساتھ نہ دین گے ان کو تنہا چھوڑ دیں گے اگر تو ان پر قابو پائے تو ان کے حق اور ان کی عزت کا خیال رکھنا اور جو مرتبہ ان کو حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اس کو یاد رکھنا اور ان کے افعال پر گرفت نہ کرنا اور جو تعلقات اس مدت میں، میں نے ان کے ساتھ مضبوط کئے ہیں ان کو قطع نہ کرنا اور خبردار ان کو کوئی تکلیف اور اذیت نہ پہنچانا۔'' (جلاء العیون ج ۲ ص ۵۰۹)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے ایک اور بات بھی کہی جسے شیعہ مؤرخ اور سلطان ناصر الدین قاچار کے وزیر اعظم مرزا احمد تقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے پروردگار اس شخص سے برکت لے لے جو میرے حسین کی حرمت میں کمی کرے۔'' (النجم لکھنؤ ۲۱ رمضان ۱۳۴۶ھ ج ۵ شمارہ نمبر ۹۔۱۰، بحوالہ ناسخ التواریخ)

جس طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اس بات کی تاکید کی کہ اس بات کا دھیان رکھنا کہ تم سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور ان کے عزت واحترام میں فرق نہ آئے اگر یزید اس وصیت کا لحاظ رکھتا تو اولا اسے ایک سرجون نامی ایک عیسائی کے مشورہ پر عبداللہ بن زیاد کے ہاتھ میں کوفہ کا انتظام نہ دے دیتا اور اگر اس نے دے بھی دی تو اسے چاہئے تھا کہ اس نازک موڑ پر کم از کم خود فورا شام سے کوفہ آجاتا اور خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مل کر اس معاملہ کو حل کر لیتا کہ مسئلہ صرف بیعت اور انتظامی امور کا نہ تھا بلکہ جن کے نام کا کلمہ پڑھنے کا وہ مدعی تھا اس کا محبوب پوتا اپنے اہل وعیال کے ساتھ کوفہ پہنچ چکا تھا اور خطرہ بھی تھا کہ حالات بگڑ کر ہاتھ سے نہ نکل جائیں مگر اس نے ایسا نہیں کیا اور اہل بیت کا خون کربلا کی زمین پر آخر کار بہہ ہی گیا۔ فالی اللہ المشتکی

لیکن جب ہم شیعہ کتابوں کی روشنی میں یزید کا کردار دیکھتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ یزید آپ

کی شہادت پر خوش نہ تھا وہ افہام وتفہیم کے ذریعہ اس معاملے کو حل کرنے کا خواہش مند تھا اور اس نے یہ بات کہی بھی تھی کہ اگر یہ معاملہ ابن زیاد کے بجائے میرے پاس آجاتا تو نوبت یہاں تک نہ جاتی، پھر یزید کا اہل بیت اور ان کی خواتین کے ساتھ حسن سلوک کے جو واقعات شیعہ کتابوں میں موجود ہیں اس سے بھی اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ اس نے نہ تو قتل کا حکم دیا تھا اور نہ وہ اس قتل پر راضی تھا بلکہ اسے اس سے دکھ بھی ہوا تھا اور اس نے انعام مانگنے پر شمر کو اپنے گھر سے نکال دیا تھا اور ایک قاتل کو سزائے موت بھی دی تھی۔

سوال یہ ہے کہ آخر شیعہ علماء اور ان کے ذاکرین اس سانحہ فاجعہ کا سارا بوجھ صرف یزید ہی پر کیوں ڈالتے ہیں؟ اور ابن زیاد اور شمر کا نام لینے سے اس طرح کیوں کتراتے ہیں جس طرح وہ یزید پر سب وشتم کرتے ہیں۔ ہم نے اس کا جواب دو لفظوں میں دے دیا کہ اگر وہ عبیداللہ بن زیاد اور شمر کو اس کا بڑا ذمہ دار بتلائیں گے تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اپنے دل کی بھڑاس نہیں نکال سکتے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر پہنچنے اور ان پر سب وشتم کے لئے اس پورے واقعہ کی ساری ذمہ داری جب یزید پر عائد کریں گے تو ہی حضرت معاویہ ان کا نشانہ بن سکتے ہیں اور عوام الناس کے دلوں میں حضرت امیر معاویہ کے خلاف نفرت اور عداوت بھری جاسکتی ہے۔

پھر یہ بھی پیش نظر رکھئے کہ یہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا یہ سارا بوجھ صرف حضرت امیر معاویہ پر نہیں ڈالتے اور یزید کو بہانہ بنا کر حضرت معاویہ کو نشانہ نہیں بناتے بلکہ ان کے علماء اس واقعہ کا سارا بوجھ حضرت ابوبکر صدیق تک لے جاتے ہیں اور انہیں بھی شہادت حسین کا ملزم بایں طور ٹھہراتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت حضرت علی کے پاس ہوتی حضرت ابوبکر اپنے لوگوں کے ساتھ مل کر خلافت کو غصب نہیں کرتے تو بات نہ عمر تک آتی، نہ عثمان تک پہنچتی، نہ معاویہ برسر اقتدار آتے اور نہ یزید ہوتا جس دن غصب خلافت کا سانحہ پیش آیا تھا (تو بقول ان کے) حضرت حسین تو اسی دن شہید کر دیئے گئے۔ ان کا ایک شاعر کہتا ہے

بنا کردند ایں قول صحیفه
حسین کشته شد اندر ثقیفه

حضرت حسین ثقیفہ (جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی) میں شہید کر دیئے گئے

تھے۔ جب ان لوگوں کی ہر مجلس اور ہر بات کی ٹانگ حضرت ابوبکر صدیق پر ہی آ کر ٹوٹتی ہے تو پھر ان کے سب وشتم کا نشانہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہوں تو اس میں کونسی حیرانی کی بات ہے۔ ایران کے مذہبی شیعی سر براہ علامہ خمینی نے تو اسلام میں در آمد آنے والی ساری خرابیوں اور برائیوں کی ذمہ داری مجلس ثقیفہ پر عائد کر ڈالی کہ اگر حضرت ابوبکر کی بیعت وہاں نہ ہوتی تو اب تک ہونے والی تمام خرابیوں سے مسلمان بچے ہوئے تھے۔ علامہ خمینی لکھتے ہیں:

آنچہ تاکنون بامسلمانہا رسیدہ آثار روز صقیفہ باید شمرد۔

(کشف اسرار ص ۱۷۱ مطبوعہ ایران ۱۳۶۳ھ)

آج تک مسلمانوں پر جو جو مصائب آئے ہیں اسے ثقیفہ کے اثرات اور نتائج میں سے شمار کرنا چاہئے۔

سو یہ لوگ اپنی محرم کی مجلسوں میں یزید کا زیادہ تذکرہ اس لئے کرتے ہیں کہ اس سے وہ اپنے عوام میں حضرت امیر معاویہ کو طنز و طعن اور سب وشتم کا نشانہ بنائیں اور ان کے دلوں میں صحابہ کرام بالخصوص حضرت امیر معاویہ کے خلاف نفرت پیدا کریں

شیعہ ذاکرین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہداء بیٹوں نام کا لینے سے کیوں ڈرتے ہیں

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کے سوتیلے بھائی جناب ابوبکر اور جناب عمر اور جناب عثمان رضی اللہ عنہم بھی کربلاء میں سب سے پہلے شہید ہونے والوں میں سے تھے۔ ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون (ج ۲ ص ۲۴۴) میں، ابن شیر آشوب نے مناقب آل ابی طالب (ص ۲۵۹) میں، قاضی نعمان المغربی نے اپنی کتاب الاخبار فی فضائل الائمۃ الاطہار میں اس کا کھلا اقرار کیا ہے مگر آپ نے شیعہ ذاکر کو ماتمی مجالس اور شام غریبان میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ان بھائیوں اور بھتیجوں کا نام لیتے کبھی نہیں سنا جن کے نام حضرت علی نے حضرات خلفائے ثلاثہ (حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم) کے نام پر یکے بعد دیگرے رکھے تھے۔ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور ان کے ناموں کے ساتھ کینہ اور بغض کی اس سے بری اور بدترین مثال اور کیا ہوگی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو اپنے بچوں کے نام ان کے نام پر رکھیں اور شیعہ علماء حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے رکھے ہوئے

ناموں پر زبان درازی کرتے کوئی حیاء نہ کریں۔شیعہ علماء ان ناموں کا ذکر کرنے سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی بنی بنائی عمارت ڈھڑام سے نیچے نہ آجائے اور شیعہ عوام کو پتہ لگ جائے کہ ان کے یہ ذاکر حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو سر بازار جس طرح برا بتاتے اور کھلے عام ان کی توہین وتنقیص کرتے ہیں اگر یہ لوگ واقعی اتنے برے ہوتے تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے بچوں کا نام ان کے ناموں پر رکھنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اپنے پیش رو عظیم القدر خلفاء کے ناموں پر نام رکھنا ان سے اظہار محبت وعقیدت تو ہے ہی، تاہم یہ دراصل تکوینی فیصلہ بھی ہے اور اللہ تعالی نے قیامت تک کے لئے یہ بات کھول دی جو لوگ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نام پر خلفائے ثلثہ کی بے حرمتی کرتے ہیں یا ان پر طرح طرح کے گھٹیا اور بے ہودہ الزامات لگاتے ہیں وہ سب کا سب جھوٹ کا پلندہ ہے جو ایک یہودی ابن سبا کے خبیث دل ودماغ کی پیداوار ہے۔

شیعوں کی سوچ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مختلف ہے (آغا میری)

ایران کے ایک شیعہ حجت الاسلام والمسلمین سید حسن آغا میری کا ایک ویڈیو کلپ اس وقت ہمارے سامنے ہے جس میں وہ مجمع عام سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ترجمہ: ہمارا مزاج دراصل اہل بیت کے مطابق نہیں ہے کیونکہ ہماری سوچ ان سے مختلف ہے ہمیں وہ نام جو علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے بچوں نے رکھے ہیں وہ قابل قبول نہیں ہیں۔ اس لئے ہم ان کے نام کو سنسر (نہ بتلانا، چھپادینا، نکال دینا،) کردیتے ہیں س لئے کوئی بھی (ملا اور ذاکر) اپنی مجالس میں عثمان بن علی کے مصائب نہیں پڑھتے، ابوبکر بن علی کے مصائب نہیں پڑھتے، ابوبکر بن حسن کے مصائب نہیں پڑھتے عمر بن علی کے مصائب نہیں پڑھتے یہ سب بھی شہدائے کربلا کے نام ہیں ان کے متعلق شیعہ شعر (نوحہ) نہیں پڑھتے نہ ان کی بہادری کا تذکرہ کرتے ہیں۔قاسم کے متعلق، عبداللہ کے متعلق (نوحہ یا مصائب) تو پڑھتے ہیں ابوبکر بن علی یا حسن کے بیٹے کا کوئی تذکرہ نہیں کرتے۔۔

نوٹ: یاد رہے کہ مذکورہ شیعہ عالم چونکہ شیعہ علماء کی اس قسم کی باتوں پر تنقید کرتے تھے اس لئے انہیں ایران چھوڑ کر جانا پڑا تھا:

شمر بن ذوالجوشن کون ہے؟

آپ کے قاتلوں میں سنان بن انس نخعی اور شمر بن ذی الجرشن کا نام بھی آتا ہے سوال یہ ہے کہ شمر کون تھا؟

جواب یہ ہے کہ بدبخت شمر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیوی ام البنین بنت خرام (جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چوتھی بیوی) کا بھائی تھا۔یعنی وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سوتیلا ماموں تھا۔ام البنین قبیلہ بنی کلاب میں سے تھیں ان کا نکاح حضرت عقیل کی تجویز سے ہوا تھا۔

حضرت علی نے حضرت عقیل سے کہا تھا کہ میرے نکاح کے لئے کوئی ایسی عورت تجویز کرو جس کے بھائی عرب کے بڑے بہادروں میں سے ہوں۔(عمدۃ الطالب ومنتخب التواریخ ص ۱۲۱ ایران)

اس پر حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ نکاح کی یہ تجویز دی۔شمر ملعون اس قبیلہ بنی کلاب میں سے تھا انہی میں سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ علمدار تھے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی اور حضرت علی کے بیٹے تھے۔شمر اس رشتہ کے تعلق سے اپنے بھانجوں کے لئے ابن زیاد سے امان بھی لکھوالا یا تھا جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں بہرحال اس لحاظ سے یعنی سوتیلی والدہ حضرت ام البنین کے واسطہ سے شمر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا رشتہ میں ماموں تھا۔واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

(عبقات من باب الاستفسارات ص ۲۹۵)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے گھرانے اور خاندان کے دیگر افراد کی شہادتوں میں جن بدبختوں نے انتہائی بھیانک اور ظالمانہ کردار ادا کیا تھا ان میں سے عمر بن سعد، شمر، سنان، اور عبید اللہ بن زیاد سرفہرست ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وحرمت کا کوئی لحاظ نہ کیا اور یہ تک نہ سوچا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کتنا پیار کرتے تھے اور ان کی ذرا سی تکلیف پر کیسے تڑپ جاتے تھے۔کاش وہ اتنا دیکھ لیتے کہ وہ جوانان جنت کے سردار اور خاتون جنت کے فرزند ارجمند ہیں، جس سر کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسہ دیتے تھے، جس چہرے کو چومتے تھے ان ظالموں اور سفاکوں

نے اس کو جسم مبارک سے علیحدہ کرنے میں کوئی حیاء نہ کی۔ اے اللہ جس جس کے بھی ہاتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور خاندان نبوت کے خون میں رنگے ہوئے ہیں تو ان شہادتوں کا حساب ان سے لے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ہر مسلمان کا دل غمزدہ ہے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے اہل وعیال سمیت میدان کرب وبلاء میں مظلوما شہید کردیے گئے۔ آپ کی اس مظلومانہ شہادت پر ہر مسلمان دکھی اور غمزدہ ہے اور اسے ہونا بھی چاہئے۔

مفسر شہیر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

فكل مسلم يبنغي له أن يحزنه قَتْلِهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَإِنَّهُ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِينَ، وَعُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ وَابْنُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي هِيَ أَفْضَلُ بناته، وقد كان عابداً وشجاعاً وسخياً، ولكنه لَا يُحْسِنُ مَا يَفْعَلُهُ الشِّيعَةُ مِنْ إِظْهَارِ الْجَزَعِ وَالْحُزْنِ الَّذِي لَعَلَّ أَكْثَرَهُ تَصَنُّعٌ وَرِيَاءٌ، وقد كان أبوه أفضل منه فقتل، وَهُمْ لَا يَتَّخِذُونَ مَقْتَلَهُ مَأْتَمًا كَيَوْمِ مَقْتَلِ الْحُسَيْنِ، فَإِنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ خَارِجٌ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي السَّابِعَ عَشَرَ مِنْ رَمَضَانَ سَنَةَ أَرْبَعِينَ، وَكَذَلِكَ عُثْمَانُ كَانَ أَفْضَلَ مِنْ عَلِيٍّ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَقَدْ قُتِلَ وَهُوَ مَحْصُورٌ فِي دَارِهِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ مِنْ شَهْرِ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ سِتٍّ وَثَلَاثِينَ، وَقَدْ ذُبِحَ مِنَ الْوَرِيدِ إِلَى الوريد، وَلَمْ يَتَّخِذِ النَّاسَ يَوْمَ قَتْلِهِ مَأْتَمًا، وَكَذَلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ، قُتِلَ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ صَلَاةَ الْفَجْرِ ويقرأ القرآن، وَلَمْ يَتَّخِذِ النَّاسُ يَوْمَ مَقْتَلِهِ مَأْتَمًا، وَكَذَلِكَ الصِّدِّيقُ كَانَ أَفْضَلَ مِنْهُ وَلَمْ يَتَّخِذِ النَّاسُ يَوْمَ وَفَاتِهِ مَأْتَمًا، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَ وَلَدِ آدَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَقَدْ قَبَضَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ كَمَا مَاتَ الأنبياء قبله، ولم يتخذ أحد يوم موتهم مَأْتَمًا يَفْعَلُونَ فِيهِ مَا يَفْعَلُهُ هَؤُلَاءِ الْجَهَلَةُ مِنَ الرَّافِضَةِ يَوْمَ مَصْرَعِ الْحُسَيْنِ، وَلَا ذَكَرَ أحد أنه ظهر يوم موتهم وقبلهم شئ مِمَّا ادَّعَاهُ هَؤُلَاءِ يَوْمَ مَقْتَلِ الْحُسَيْنِ مِنَ الْأُمُورِ الْمُتَقَدِّمَةِ، مِثْلَ

كُسُوفِ الشَّمْسِ وَالْحُمْرَةِ الَّتِي تَطْلُعُ فِي السَّمَاءِ وَغَيْرِ ذَلِكَ. وَأَحْسَنُ مَا يُقَالُ عِنْدَ ذِكْرِ هَذِهِ الْمَصَائِبِ وَأَمْثَالِهَا مَا رواه علي بن الحسين عَنْ جَدِّهِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: " مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَابُ بِمُصِيبَةٍ فَيَتَذَكَّرُهَا وَإِنْ تَقَادَمَ عَهْدُهَا فَيُحْدِثُ لَهَا اسْتِرْجَاعًا إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ يوم أصيب منها". رواه الإمام أحمد وابن ماجه. (البدایہ ج۸ ص ۲۲۱)

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ آپ کی شہادت پر غمزدہ ہو بلا شبہ آپ سادات المسلمین اور علماء صحابہ میں سے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دختر نیک اختر کے شہزادے تھے جو آپ کی بیٹیوں میں سب سے افضل تھی آپ عبادت گزار بہادر اور سخی تھے لیکن شیعہ جس طرح ان کی شہادت پر جزع فزع کرتے ہیں وہ درست نہیں ہے اور ان کی اکثریت تصنع و ریاء سے کرتی ہے آپ کے والد گرامی آپ سے کہیں افضل تھے وہ بھی شہید ہوئے مگر شیعہ کبھی ان کی شہادت کا ماتم نہیں مناتے بلا شبہ آپ کے والد مکرم حضرت علی ۱۷ رمضان ۴۰ھ نماز فجر کو جاتے ہوئے شہید ہوئے تھے اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے اور اہل سنت والجماعت کے ہاں آپ حضرت علی سے افضل ہوئے آپ ماہ ذی الحجہ ۳۶ھ کے ایام التشریق میں اپنے گھر میں محصور کئے گئے اور وہیں آپ کو شہید کیا گیا آپ کی شہ رگ کاٹی گئی مگر لوگوں نے آپ کی شہادت والے دن کو کبھی یوم ماتم نہیں بنایا اسی طرح آپ سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب بھی شہید ہوئے جو حضرت عثمان اور حضرت علی سے افضل تھے آپ محراب میں نماز فجر میں قرآن پڑھتے ہوئے شہید کئے گئے مگر مسلمانوں نے کبھی ان کے لئے ماتم کا دن نہیں بنایا اسی طرح آپ سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق تھے جو آپ سے افضل تھے وہ بھی دنیا سے تشریف لے گئے مگر کبھی ان کا یوم ماتم نہیں بنایا گیا اور ان سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو دنیا و آخرت میں سب لوگوں کے سردار ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے وفات دی جیسے آپ سے پہلے انبیاء نے وفات پائی مگر کسی نے بھی اس دن کو یوم ماتم نہیں قرار دیا اور نہ وہ کام کئے جو جاہل رافضی ماتم حسین میں کرتے ہیں اور نہ ان کی وفات کے دن اور نہ ان

سے پہلے کسی نے اس طرح کبھی کیا جس طرح یہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر کرتے ہیں۔ اس طرح کی مصیبتوں کے موقع پر سب سے اچھی بات وہی ہے جو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ اس کے قدیم العہد ہونے کے باوجود اسے یاد کرتا ہے اور اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس دن کی طرح (صبر کرنے کا) اجر عطا فرماتا ہے (جس دن اسے یہ مصیبت پہنچی تھی)

جناب سلمی کہتی ہیں میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں تو آپ کو روتا ہوا پایا میں نے رونے کا سبب پوچھا تو کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ کے سر اور داڑھی مبارک پر گرد وغبار پڑا ہوا ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ: میں ابھی حسین کی شہادت پر ہو آیا ہوں۔

شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ آنِفًا۔

(جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۰۔ اسد الغابۃ ج ۲ ص ۲۹)

نوٹ: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کی وفات ۵۹ ھ میں ہے بعض نے کہا کہ ۶۲ ھ میں ہوئی قول اول صحیح تر ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ۶۱ ھ میں پیش آئی اگر حضرت ام سلمہ کی وفات ۵۹ ھ میں ہوئی ہو تو پھر اس کا معنی یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس واقعہ کے وقوع سے پہلے ان کو خواب میں یہ منظر دکھایا ہو اور آنفا یعنی اب کہنا باعتبار تحقیق اس کے کہ ہے اس وقت میں۔

(مظاہر حق ج ۵ ص ۱۵۷)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی نبوی پیشن گوئی

بعض راویات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشن گوئی بھی فرمادی تھی اور علماء نے اسے بھی دلائل نبوت میں لکھا ہے۔ ام الفضل بنت حارث کہتی ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں، اس وقت بچہ (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) میری گود میں تھا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں رکھ دیا اس کے بعد میں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو

آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے انہوں نے مجھے خبر دی کی میری امت عنقریب میرے اس بیٹے کو قتل کرے گی۔

فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّتِي سَتَقْتُلُ ابْنِي هَذَا۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۶۸)

حضرت ام الفضل کہتی ہیں کہ میں نے کہا اس بچے کو؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اور وہ میرے پاس اس جگہ کی مٹی بھی لائے تھے (ترتیب الامالی الخمیسیة لیحی بن الحسین رضی اللہ عنہ الشجری الجرجانی (۴۹۹ھ) بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بھی پیشن گوئی فرمائی کہ وہ نہر فرات کے کنارے شہید کئے جائیں گے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت جبرئیل امین نے مجھے اس کی خبر دی ہے۔

قَامَ مِنْ عِنْدِي جِبْرِيلُ قَبْلُ، فَحَدَّثَنِي أَنَّ الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِشَطِّ الْفُرَاتِ

(مسند احمد ج ۲ ص ۷۸)

ظاہر ہے کہ یہ خبر سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنج اور دکھ ہوا ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے اس پر آپ کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہو گئے تھے (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۹۰) مگر آپ نے اس پر اللہ سے کوئی شکوہ شکایت نہیں کیا اور نہ کوئی ماتمی محفل سجائی تھی۔ آپ جانتے تھے کہ یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور اس فیصلہ پر راضی رہنا ہی بندگی کی شان ہے۔

قاتلان حسین رضی اللہ عنہ خدا کے مجرم ہیں

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں بلاشک وشبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مظلومانہ شہید ہوئے ہیں اور جن کے ہاتھ آپ کے خون سے رنگین ہوئے وہ سب خدا کے مجرم ہیں۔

وَأَمَّا مَقْتَلُ الْحُسَيْنِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - فَلَا رَيْبَ أَنَّهُ قُتِلَ مَظْلُومًا شَهِيدًا، كَمَا قُتِلَ أَشْبَاهُهُ مِنَ الْمَظْلُومِينَ الشُّهَدَاءِ. وَقَتْلُ الْحُسَيْنِ مَعْصِيَةٌ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مِمَّنْ قَتَلَهُ أَوْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِهِ [أَوْ رَضِيَ بِذَلِكَ]، وَهُوَ مُصِيبَةٌ أُصِيبَ بِهَا الْمُسْلِمُونَ مِنْ أَهْلِهِ وَغَيْرِ أَهْلِهِ، وَهُوَ فِي حَقِّهِ شَهَادَةٌ لَهُ، وَرَفْعُ دَرَجَةٍ، وَعُلُوُّ مَنْزِلَةٍ؛ فَإِنَّهُ وَأَخَاهُ سَبَقَتْ لَهُمَا مِنَ اللهِ السَّعَادَةُ، الَّتِي لَا تُنَالُ إِلَّا بِنَوْعٍ مِنَ الْبَلَاءِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُمَا مِنَ

السَّوَابِقِ مَا لِأَهْلِ بَيْتِهِمَا، فَإِنَّهُمَا تَرَبَّيَا فِي حِجْرِ الْإِسْلَامِ، فِي عِزٍّ وَأَمَانٍ، فَمَاتَ هَذَا مَسْمُومًا وَهَذَا مَقْتُولًا، لِيَنَالَا بِذَلِكَ مَنَازِلَ السُّعَدَاءِ وَعَيْشَ الشُّهَدَاءِ (منهاج السنۃ ج ۴ ص ۵۵۰) وَكَذَلِكَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يُقْتَلْ إِلَّا مَظْلُومًا شَهِيدًا۔ (منہاج ج ۴ ص ۵۳۵ وص ۴۲)

رہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نہایت مظلومیت کی حالت میں شہید کئے گئے جس طرح کہ آپ جیسے دوسرے بہت سے لوگ مظلومانہ شہید کئے گئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مقصد شروع میں قتال کرنا نہیں تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا، یا اس پر مدد کرنا، یا اس پر راضی ہونا، اللہ اور اس کے رسول کی بڑی نافرمانی تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل مسلمانوں کے لئے ایک بڑی مصیبت تھی جو اپنوں اور غیروں کی وجہ سے پہنچی جبکہ یہ شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے شہادت درجات کی بلندی اور بڑی منزلت کا سبب بن گئی۔ اللہ تعالی کی جانب سے آپ کے لئے اور آپ کے بھائی کے لئے سعادت اور خوش نصیبی مقدر ہو چکی تھی جو کہ کسی امتحان کے آئے بغیر انہیں نہیں مل سکتی تھی اور اس خاندان میں ان دو بھائیوں جیسی مثال نہیں ملتی۔ انہوں نے اسلام کی گود میں عزت وامان کے ساتھ پرورش پائی پھر ان میں سے ایک کو بذریعہ زہر اور دوسرے کو قتل کر کے شہید کیا گیا تا کہ یہ دونوں حضرات جنت میں شہداء کے درجات حاصل کر لیں۔

آپ یہ بھی لکھتے ہیں

وَكَانَ قَتْلُهُ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - مِنَ الْمَصَائِبِ الْعَظِيمَةِ فَإِنَّ قَتْلَ الْحُسَيْنِ، وَقَتْلَ عُثْمَانَ قَبْلَهُ: كَانَا مِنْ أَعْظَمِ أَسْبَابِ الْفِتَنِ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ وَقَتَلَتُهُمَا مِنْ شِرَارِ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۴۱۱)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظیم مصائب میں سے ہے کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اس امت کے اندر فتنوں کا سب سے بڑا سبب ہے اور جن لوگوں نے انہیں شہید کیا وہ خدا کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

(مجموعہ رسائل کبری ص ۳۰۱)

آپ ایک بحث میں لکھتے ہیں:

وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَكْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى بِالشَّهَادَةِ فِي هَذَا الْيَوْمِ وَأَهَانَ بِذَلِكَ مَنْ قَتَلَهُ أَوْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِهِ أَوْ رَضِيَ بِقَتْلِهِ وَلَهُ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ بِمَنْ سَبَقَهُ مِنَ الشُّهَدَاءِ فَإِنَّهُ وَأَخُوهُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَكَانَا قَدْ تَرَبَّيَا فِي عِزِّ الْإِسْلَامِ لَمْ يَنَالَا مِنَ الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ وَالصَّبْرِ عَلَى الْأَذَى فِي اللّٰهِ مَانَالَهُ أَهْلُ بَيْتِهِ فَأَكْرَمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى بِالشَّهَادَةِ تَكْمِيلًا لِكَرَامَتِهِمَا وَرَفْعًا لِدَرَجَاتِهِمَا وَقَتْلُهُ مُصِيبَةٌ عَظِيمَةٌ

(مجموع الفتاوی ج ۴، ص ۵۱۱)

اللہ تعالی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس دن (عاشوراء کے دن) شہادت سے مکرم فرمایا اور جن لوگوں نے آپ کی شہادت میں مدد کی یا ان کے قتل پر راضی رہا اللہ نے اس کو ذلیل کیا، جو لوگ آپ سے پہلے شہادت سے سرفراز ہوئے ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کا بہترین نمونہ تھے بلاشبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں ان دونوں کی نشوونما اس دور میں ہوئی جس میں اسلام کو غلبہ حاصل تھا اسلئے دوسرے اہل بیت کی طرح ان دونوں کو ہجرت، جہاد، صبر اور اللہ کی راہ میں مشقت و تکلیف اٹھانے کا وہ موقع نہ ملا جو دوسرے حضرات کو ملا تھا تو اللہ تعالی نے ان دونوں بھائیوں کو شہادت کی سعادت سے نواز کر معزز بنادیا تاکہ ان کے اعزاز اور تکریم کی تکمیل ہو جائے اور ان کے درجات بلند ہو جائیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تو بڑی تکلیف کا باعث ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر راضی ہونے والے بھی خدا کے مجرم ہیں

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے عاشورا جیسے محترم و معظم دن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ اور جوانان جنت کے سردار حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بدنصیب فاجروں کے ہاتھوں شہادت کا اعزاز دے کر انہیں عزت و کرامت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزت افزائی اور ان کے درجات کو بلند کرنے اور شہداء کرام کے مقام و مرتبہ تک پہنچانے کے لئے انہیں اس حادثہ سے دوچار کیا اور یہ بات سب جانتے

ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس طرح نہیں آزمائے گئے تھے جس طرح ان کے مقدس نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، والد اور قابل احترام چچا (حضرت جعفر اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہما) اللہ کے دین کے لئے آزمائے گئے کیونکہ یہ دونوں شہزادے اسلام کے زمانے میں پیدا ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں کے ماحول میں آنکھیں کھولیں اور پرورش پائی اللہ نے چاہا کہ ان دونوں کو مقام شہادت سے سرفراز کریں چنانچہ ان میں سے ایک بذریعہ زہر شہادت کے مقام کو پہنچے جبکہ دوسرے نے میدان کرب وبلاء میں جام شہادت نوش کیا آپ کی شہادت کا واقعہ اسلام میں ہونے والے بڑے مصائب میں سے ایک ہے جن لوگوں نے آپ کو شہید کیا اور جنہوں نے اس بارے میں قاتلوں کی مدد کی اس قتل پر وہ راضی ہوئے وہ سب کے سب بدبخت ہو گئے۔

(دیکھئے: فضل اهل البیت وحقوقهم ص ۳۹ طبع جده)

آپ ایک جگہ یہی بات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَقَتْلُ الْحُسَيْنِ مَعْصِيَةٌ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مِمَّنْ قَتَلَهُ أَوْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِهِ [أَوْ رَضِيَ بِذَلِكَ] (منهاج السنة ج ۴ ص ۵۵۱)

اس سے یہ بات واضح ہے کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل وعیال اور آپ کے رفقاء کو اللہ تعالی نے مقام شہادت عطا فرمایا اور ان سب کو بلند ترین درجات سے نوازا۔ کتنے بدبخت تھے وہ لوگ جن کے ہاتھوں آپ شہید ہوئے۔ یہ دنیا میں بھی ذلیل ورسوا ہوئے اور اب تک ہو رہے ہیں اور قیامت تک، اور اسکے بعد بھی ذلت ورسوائی اور سخت خدائی پکڑ میں آئیں گے۔

عبداللہ بن زیاد کو اس کے کئے کی سزا دنیا نے کس طرح ملی؟

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جن ظالموں نے زیادتی کی اس کا سرغنہ عبیداللہ ابن زیاد تھا۔ اس نے جب آپ کے دانتوں کے ساتھ گستاخانہ سلوک کیا تو حضرت زید بن ارقم (یا حضرت انس) نے اسے سختی سے ڈانٹا اور کہا کہ ان کے لب مبارک سے چھڑی ہٹا لو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارہا ان لبوں کا بوسہ لیتے دیکھا ہے۔

وَرَأْسُ الْحُسَيْنِ حُمِلَ إِلَى قُدَّامِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ، وَهُوَ الَّذِي ضَرَبَهُ بِالْقَضِيبِ

عَلَى ثَنَايَاهُ، وَهُوَ الَّذِي ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ۔ (منہاج ج ۸ ص ۱۴۰ وج ۴ ص ۵۵۷)

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابن زیاد نے یہ شرمناک کام کیا اور ساتھ ہی آپ کے چہرہ مبارک کی خوبصورتی کے بارے میں کچھ کہا تو حضرت انس نے فورا کہا کہ ان کا چہرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کتنی مشابہت رکھتا ہے (اور تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم یہ حرکت کر رہے ہو)

ابن زیاد کی اس گستاخی کی سزا اسے اللہ نے اسی دنیا میں دے دی وہ اور اس کے ساتھی ابراہیم بن مالک اشتر کے ہاتھوں (۶۶ ھ میں) موصل میں قتل کئے گئے۔ عمارۃ بن عمیر کہتے ہیں:

لَمَّا جِيءَ بِرَأْسِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ وَأَصْحَابِهِ نُضِّدَتْ فِي الْمَسْجِدِ فِي الرَّحَبَةِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِمْ وَهُمْ يَقُولُونَ: قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ، فَإِذَا حَيَّةٌ قَدْ جَاءَتْ تَخَلَّلُ الرُّءُوسَ حَتَّى دَخَلَتْ فِي مَنْخَرَيْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ فَمَكَثَتْ هُنَيْهَةً، ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ حَتَّى تَغَيَّبَتْ. ثُمَّ قَالُوا: قَدْ جَاءَتْ، قَدْ جَاءَتْ، فَفَعَلَتْ ذَلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹)

جب ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کا سر لایا گیا اور ان سب کو مسجد کے ایک صحن میں ساتھ ساتھ رکھا گیا تو میں گیا۔ اس وقت وہاں موجود لوگ کہہ رہے تھے کہ آ گیا، آ گیا، اچانک ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سانپ نکلا اور وہ ان سروں کے درمیان سے نکلتا ہوا ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد وہ نکلا اور پھر کہیں غائب ہو گیا تھوڑی دیر بعد لوگوں نے پھر کہا وہ آیا، وہ آیا، چنانچہ دو تین مرتبہ اس طرح سانپ آتا جاتا رہا۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۰۳ھ) لکھتے ہیں:

''یہ درحقیقت چاہ کندرا چاہ درپیش کی کھلی ہوئی مثال ہے یعنی اگر اس نے حضرت حسین کے سر کی بے حرمتی اپنی چھڑی سے کی تو خدا نے اس کے سر کی بے حرمتی اس جانور کے ذریعہ کرائی جو حدیث کی نص سے قبروں میں معذبین پر مسلط کیا جاتا ہے بندوں کی بے حرمتی سے خدا کا کسی کی بے حرمتی فرمانا کہیں زیادہ اشد ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ'' (شہید کربلا ص ۱۳۳)

عبید اللہ بن زیاد نے جس طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اپنے سامنے رکھا تھا تو اس کے سر کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا اور جیسا کرو گے ویسا بھرو گے کا یہ عبرتناک منظر بھی دنیا نے دیکھا تھا

عبدالملک بن عمیر کا بیان ہے کہ

''میں عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں گیا تو دیکھا کہ اس کے سامنے حضرت امام حسین کا سر ایک طشتری میں رکھا ہوا ہے۔ اللہ کی قسم پھر کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ میں مختار بن عبید اللہ ثقفی کے دربار میں گیا تو میں نے عبید اللہ بن زیاد کا سر ایک طشت میں اس کے سامنے رکھا ہوا دیکھا۔ پھر ایک وہ وقت آیا کہ میں نے مصعب بن عمیر کے دربار میں مختار کا سر سامنے رکھا ہوا دیکھا اور بخدا اس پر بھی کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ میں نے ایک طشتری میں مصعب کا سر عبدالملک بن مروان کے سامنے رکھا ہوا دیکھا۔'' (البدایہ ج ۸ ص ۱۹۶)

قاتلان حسین میں سے کوئی بھی سزا سے نہ بچ سکا

جو لوگ اللہ کے مقبول بندوں کو ستاتے اور تکلیف دیتے ہیں یا ان کے بارے میں دل میں کینہ اور عداوت رکھتے ہیں یا ان کے ساتھ بدسلوکی اور بدتمیزی کرتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ہمیں کچھ نہیں ہوگا جبکہ وہ درحقیقت اللہ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں اور کبھی وہ اسی وقت غضب الٰہی کا شکار ہو جاتے ہیں اور کبھی سزا میں تاخیر کر دی جاتی ہے لیکن ان کی ان بداعمالیوں اور بدتمیزیوں کی سزا بہر حال اس دنیا میں بھی مل کر رہتی ہے اور وہ موت سے پہلے اپنے برے انجام سے دوچار ہو جاتے ہیں یا ان کی عبرتناک موت کا منظر دنیا والے دیکھتے ہیں

قرآن کریم، احادیث اور تاریخ اس پر گواہ ہے کہ جس جس نے اللہ کے نیک بندوں کی عزت پر ہاتھ ڈالا اور ان کے خون کے درپئے ہوں وہ آخر کار ذلت و رسوائی کا داغ لے کر ہی گئے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خدا کی تلوار اسی طرح بے نیام ہوئی جس طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خالو سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر بے نیام ہوئی تھی اور جن جن کے ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گریبان تک گئے تھے ان سب کو اس کی سزا اسی دنیا قتل، جنون وغیرہم کی صورت میں ملی تھی۔ یہی صورت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے ساتھ بھی پیش آئی اور ان میں سے کوئی بھی خدا کی پکڑ سے بچ نہ سکا جن کے ہاتھوں پر آپ اور آپ کے گھرانے کا خون تھا۔ (العیاذ باللہ تعالی) ان میں سے کوئی قتل کیا گیا، کسی کا چہرہ کالا ہو گیا یا اس کا چہرہ مسخ ہو گیا ان میں سے بعض انتہائی خطرناک قسم کے امراض میں مبتلا ہو گئے کسی کو فقر و تنگ دستی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

لم یبْق مِمَّن قَتله إِلَّا من عُوقِبَ فِي الدُّنْيَا إِمَّا بقتل أَو عمى اَوْ سَواد الْوَجْه أَو زَوَال الْملك فِي مُدَّة يسيرَة (الصواعق المحرقہ ج ۲ ص ۵۷۲)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے کوئی ایک شخص بھی بچا جسے اس دنیا میں اس کی سزا نہیں دی گئی ہو ان میں سے بعض قتل ہوئے بعض اندھے ہوئے بعض کے چہرے سیاہ پڑ گئے اور بعض تھوڑے ہی عرصہ میں اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

فإنه قل من نجا من أولئك الذين قتلوه من آفة وعاهة في الدنيا،فلم يخرج منها حتّى أصيب بمرض وأكثرهم أصابهم الْجُنُونُ. (البدایہ ج ۸ ص ۲۰۲)

جن لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں کسی طرح کا بھی کوئی حصہ لیا ان میں سے بہت کم لوگ ایسے تھے جو کسی نہ کسی ناگہانی مصیبت اور آفت میں گرفتار نہ ہوئے ہوں دنیا سے جانے سے پہلے ان میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی بیماری نے آ پکڑا اور ان میں سے اکثر تو پاگل ہو گئے۔

حافظ ابن کثیر نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سخت پیاس لگی تو آپ نہر فرات کے پاس پانی کے لئے جا رہے تھے اور پانی پی رہے تھے کہ حصین بن تمیم نے ایک تیر مارا جو آپ کے تالو میں پیوست ہو گیا جب آپ نے اسے اپنے تالو سے کھینچا تو خون بہہ نکلا تو آپ نے اسے اپنے ہاتھوں میں لیا اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی کہ

اللّٰهمّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بِدَدًا، وَلَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنْهُمْ أحدا.

(البدایہ ج ۸ ص ۱۸۷)

اے اللہ! ان سب کو گن گن کر اور ایک ایک کر کے ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی کو روئے زمین پر باقی نہ رکھنا اور آپ نے ان کے خلاف سخت بددعا فرمائی۔۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کی اس بددعا پر کچھ وقت ہی گذرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس تیر پھینکنے والے کو سخت پیاس میں مبتلا کر دیا۔ اسے ٹھنڈا پانی پلایا جاتا تو بھی اس کی پیاس ختم نہ ہوتی پھر اسے

دودھ اور لسی پلائی جاتی تو بھی اس کی پیاس نہ بجھتی، اور وہ کہتا کہ تمہارا ناس ہو، اور پلاؤ، میں پیاسا ہوں اور پلاؤ مجھے پیاس نے مار ڈالا ہے ویلکم اسقوني قتلني الظمأ۔ اسی طرح وہ چیختا چلاتا رہا یہاں تک کہ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اس کا پیٹ پھول کر اونٹ کی طرح ہو گیا حتی أنفد بطنه انفداد بطن البعير۔ (ایضاج ۸ ص ۱۰۸۱)

ایک مجلس میں کسی نے کہا کہ جس جس نے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں مدد کی اور اس میں شریک رہا اسے مرنے سے پہلے کسی نہ کسی مصیبت سے دوچار ہونا ہی پڑا ہے تو اس مجلس میں سے ایک بوڑھے نے کہا کہ میں تو اس میں شریک رہا ہوں مگر مجھے تو اب کوئی مصیبت نہیں پہنچی۔ اتنے میں وہ چراغ کو درست کرنے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ اسے آگ نے پکڑ لیا اور وہ آگ، آگ کہتا ہوا نہر فرات میں دخل ہو گیا مگر آگ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

فَجعل يُنَادي النَّار النَّار وانغمس فِي الْفُرَات وَمَعَ ذَلِك فَلم يزل بِهِ حَتَّى مَاتَ۔ (الصواعق المحرقہ ص ۵۷۱)

حافظ بن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے ایسے دیگر عبرتناک واقعات نقل کئے ہیں جو اس بات کا سبق دیتے ہیں کہ مظلوم کی آہ سے بچو، طاقت کا نشہ جب اتارا جاتا ہے تو وہ بہت خوفناک اور عبرتناک منظر ہوا کرتا ہے۔

یہ عبرتناک سزا ہے ان تمام لوگوں کے لئے جو اللہ تعالی کے نیک بندوں کے ساتھ گستاخی سے پیش آتے ہیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں زیادہ اشد ہے جو اس قسم کے گستاخوں کو اپنی لپیٹ میں لے گا۔ (اعاذنا اللہ تعالی)

أيها القاتلون ظلما حسينا　　أبشروا بالعذاب والتنكيل
كل أهل السماء يدعوا عليكم　　ونبي مرسل وقبيل
لقد لعنتم على لسان بن داود　　وموسى وحامل الإنجيل

اے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ظالم قاتلو...... تمہیں سخت عذاب اور ذلت کی بشارت ہے تمام آسمان والے تم پر بددعائیں بھیجتے ہیں خواہ ان میں نبی ہوں فرشتے ہوں یا دوسرے طبقے کے لوگ ہوں۔ تم لوگوں پر لعنت ہو ابن داؤد (حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ) کی اور حضرت موسی کی اور صاحب انجیل

(حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ) کی روز قیامت شفاعت نبوی سے محروم لوگ اس میں شک نہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بہت پیار کرتے تھے اوران کے بارے میں آنے والے حالات کی خبریں ملنے پر تڑپ جاتے تھے اوراس میں بھی شک نہیں کہ جس نے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب کو ستایا، تکلیف دی اوران کے قتل سے بھی دریغ نہیں کیا ایسے لوگ روز قیامت کس طرح حضورا کرم کو اپنا منہ دکھاسکیں گے؟ اورکس طرح شفاعت کے حقدار بن سکیں گے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوشہید کرنے والے جب واپس گئے اورخوشی میں رقص وسرود کی مجلس جمائی تو پردہ غیب سے ایک آہنی قلم نمودار ہوا جس نے دیوار پر یہ لکھ دیا کہ

أَتَرْجُو أُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا شَفَاعَةَ جَدِّهِ يَوْمَ الْحِسَابِ؟

حسین کوقتل کرنے والے کیا یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ قیامت کے روزان کے نانا ان لوگوں کی شفاعت کریں گے؟ (البدایہ ج۸ ص ۲۱۸)

اس میں یہ بتلادیا گیا کہ یہ سب لوگ شفاعت سے محروم ہوں گے اورانہیں اپنے کئے کی سزامل کررہے گی (العیاذ باللہ تعالیٰ)

مشہور تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (۹۴ھ) فرماتے ہیں کہ (اللہ نہ کرے) اگر میں ان لوگوں میں سے ہوتا جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی تھی اور مجھے جنت میں جانامل جاتا تو مجھے شرم آتی کہ میں (کس منہ سے) حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف دیکھوں

وقد صحّ عن إبراهيم النخعي أنه كان يقول: لو كنت فيمن قاتل الحسين ثم أدخلت الجنّة لاستحييت أن انظر إلى وجه رسول الله صلّى الله عليه وسلّم. (الاصابہ ج ۲ ص ۷۱)

اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو آج بھی جانے انجانے میں سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اورخاندان نبوت کے دوسرے حضرات کے بارے میں اپنی زبان اوراپنے قلم کو بے قابو کئے ہوئے ہیں۔جس حسین رضی اللہ عنہ کی ذراسی تکلیف پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افسردہ اورتڑپ جاتے تھے کیا آپ کو یہ بات برداشت ہوگی کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کا نام لیوا زبان اورقلم سے تکلیف پہنچائے اورآپ روز محشر ان کی شفاعت بھی کریں۔آنحضرت کو اپنے صحابہ اوراپنے اہل

بیت کے بارے میں زبان درازی اوران کی بے حرمتی ہرگز برداشت نہیں ہے اورآپ نے یہ بات بار بار اپنی امت کو بتلااور سمجھادی ہے۔جس نے اپنی آخرت کامیاب کرنی ہو وہ ان کی حرمت وعظمت اپنے دل میں رکھے اورجس نے اپنی دنیااورآخرت برباد کرنی ہووہ ان کے بارے میں اپنی زبان درازکرے۔(معاذاللہ)

حاصل یہ کہ کربلامیں جس جس نے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ، اورآپ کے گھر والوں اور ساتھیوں پرظلم کیا،ان کوشہید کیااللہ تعالی نے اسی دنیامیں ان سب کوایک ایک اپنے عبرتناک انجام تک پہنچادیا تھا۔ان کی عبرتناک زندگی اورموت کے واقعات مختلف کتابوں میں منقول ہیں جس سے اس حدیث قدسی پر ہمارا یقین اور پختہ ہوجاتا ہے کہ جس نے اللہ کے کسی دوست اورنیک بندے کے ساتھ دشمنی رکھی، اسے دکھی کیا، اسے ستایا اللہ تعالی کی طرف سے اسے اعلان جنگ ہے۔اورجب خداکسی سے جنگ کا اعلان کردے تو پھراس شخص اورقوم کی تباہی وبربادی، اور ذلت ورسوائی یقینی ہوجاتی ہے کبھی اس بربادی کا منظر دنیا والوں کوبھی دکھادیا جاتا ہے۔رہی آخرت توکوئی خداسے بچ نہیں سکتا۔

ایک جہلمی کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذات پرحملہ

ہمیں افسوس ہے کہ بعض بدبخت جوصرف اپنے آپ کوقرآن وحدیث کاپیرواوردوسروں کوراہ راست سے ہٹا ہوا کہنے میں کوئی حیاءنہیں کرتے ان کی زبانیں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس محبوب نواسہ کے بارے میں بڑی بے دردی سے چلتی اوربہت بدتمیزی سے کھلتی ہے۔خارجی لوگ توبڑے ڈھٹائی اوربے حیائی کے ساتھ اہل بیت نبوت کی عزت وعظمت پرحملہ آوررہے ہیں مگرغیر کے مردِدانا حکیم فیض عالم جہلمی کوکیا ہوگیا جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذات پربری طرح حملہ کرتے ذرابھی خوف خدانہیں کیا۔وہ لکھتا ہے:

''حقیقت یہ ہے کہ آپ (یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ) برسام کے مریض تھے اوراس مرض کے مریض اول تومرجاتے ہیں ورنہ پاگل ہوجاتے ہیں اوراگربچ بھی نکلیں توان کی زبان لکنت آمیز ہوجاتی ہے اورذہن کماحقہ سوچنے سمجھنے کی قوتوں سے محروم ہوجاتا ہے۔

(خلافت راشدہ ص ۱۲۴)

آپ ہی بتائیں کیا یہ زبان کسی اہل سنت کی ہوسکتی ہے؟ نہیں...... یہ لوگ خارجیت کے مریض ہیں اور اس مرض کے مریض اول مرحلے میں ہی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتے ہیں اور پھر جو منھ میں آیا بک دیتے ہیں اور یہ تک نہیں سوچتے کہ وہ کس خاندان کو نشانہ طعن بنا رہے ہیں یاد رکھئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان اور آپ کے صحابہ کرام کی عزت وناموس سے کھیلنے والا دنیا اور آخرت میں رسوا ہوکر ہی رہتا ہے۔

وہ خارجی جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید ماننے کے لئے تیار نہیں

برصغیر میں فتنہ خارجیت کا بانی محمود احمد عباسی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں اور جو لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید مظلوم کہتے ہیں مسٹر عباسی کے نزدیک اس کا قرآن پر ایمان نہیں۔ گویا قرآن پر ایمان رکھنے والا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید نہیں کہہ سکتا۔ (العیاذ باللہ) مسٹر عباسی کی ذہنیت ملاحظہ کیجئے:

''جس شخص کا ایمان قرآن پر نہ ہو وہ البتہ حضرت حسین کو سید الشہداء کہہ سکتا ہے ان کی شہادت قتل فی سبیل اللہ نہ تھی حضرت حسین نے شہنشاہ حکومت کی خواہش ضرور کی مگر ناکام رہے۔...... (دفاع حسین رضی اللہ عنہ بحوالہ رسومات محرم اور تعزیہ داری ص ۶۰ کراچی)

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مسٹر عباسی کی کتاب کا تجزیہ کرکے بتلایا کہ اس میں حضرت علی مرتضی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف بڑا زہریلا پراپیگنڈہ کیا گیا ہے آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں عباسی کے خیالات پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان چند سطروں میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف اس قدر زہر ہے کہ اگر اسے ساری کتاب میں پھیلا دیا جائے تو بھی پورا کا پورا بچ رہے گا اور کتاب زہریلی ہوجائے گی جب کہ مؤلف کتاب نے اپنی پوری کتاب میں یہی کیا ہے۔ ان خرافات، مزعومات اور بے ہودہ خیالات کو ثابت کرنے کے لئے مؤلف نے وہ سب کچھ کیا ہے جو ایک کھلے ہوئے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔'' (علی وحسین رضی اللہ عنہ ص ۱۰۰)

بانسواڑہ (دکن) کے استاذ مولانا ابوالمنظور شیخ احمد نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

''عباسی صاحب کا تعصب اس درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے مسلک وموقف کو پوری سنگدلی کے ساتھ مسخ کیا گیا ہے آپ پر سخت سے سخت تر الزامات لگائے گئے ہیں آپ کو بد سے بدتر الفاظ میں مطعون کیا گیا ہے اور آپ کی سیرت کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا گیا ہے۔'' (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند جنوری ۱۹۶۰ء)

اس سے اندازہ کیا جاسکتا کہ خارجیت زدہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آل بیت نبوت کے بارے میں اپنے دلوں میں کس قدر بغض وعناد رکھتے ہیں اور ان کی زبانیں اس مقدس گھرانے کے بارے میں کتنی بے خوف اور تیز چلتی ہیں خدا جانے ان لوگوں کو اہل بیت نبوت سے کیا بیر اور عداوت ہے کہ انہیں آل نبوت کے خلاف بولتے ہوئے نہ خوف خدا آتا ہے نہ اس بات کا خیال ہے کہ ایک دن یہ سب ان کے سامنے ہوں گے اور اپنی زبان اور اپنے قلم سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ اور حرف کا انجام دیکھیں گے۔

دین کی عزت پر جان جائے تو یہی ابدی عزت ہے

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزید اور اس کے کارندوں کے کردار کی کسی صورت حمایت کرنے کے لئے تیار نہ تھے آپ کے نزدیک اس کی حمایت ایک بڑا دینی جرم تھا اور آپ کو معلوم بھی ہو چلا تھا کہ اس راہ میں جان بھی جاسکتی ہے تاہم آپ اپنے موقف سے پیچھے نہ ہٹے کیونکہ آپ کو اپنے موقف کی سچائی اور اس کے حق ہونے کا پورا پورا یقین تھا۔حق پر پوری طرح ڈٹ جانا اور اس راہ میں پیش آنے والے مصائب پر صبر کا دامن تھامنا اور یہ معلوم ہونے کے باوجود جان بھی جاسکتی ہے پھر بھی پیچھے نہ ہٹنا یہ وہ صفت ہے جو اللہ تعالی نے صحابہ کرام اور اہل بیت نبوت کو عطا فرمائی تھی۔اور جب وہ وقت آیا تو ان حضرات نے اللہ سے کئے ہوئے اس وعدے کو پورا کر دکھایا تھا۔حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلے میں فرماتے ہیں:

''اس سے یہ سبق حاصل ہوا کہ دین کے کام میں اگر ایک شخص اپنے نزدیک حق پر ہو تو اسے کسی کی مخالفت کا خوف نہ کرنا چاہیئے چاہے سارے مسلمان اس کا ساتھ چھوڑ دیں اور کچھ لوگ جان وآبرو کے بھی درپے ہو جائیں دین کے مقابلہ میں اس کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے آخر

موت تو ایک دن آئے ہی گی پھر دین پر جم کر آجائے تو اس سے کیا بہتر ہے۔''

(وعظ۔حقیقت الصبر ص ۴۱)

نہی عن المنکر کے خلاف اٹھنا بھی دین ہے

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

''جب یزید کا معاملہ آیا تو میرے نزدیک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اقدام سو فیصد صحیح تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہی کرنا چاہیئے تھا ورنہ قیامت کے دن تک کے لئے قرن اول کا کوئی نمونہ ہمارے سامنے نہ ہوتا کہ جب کوئی غلط اقتدار قائم ہو جائے اور جب معاشرہ کی سیرت و کردار کے تبدیل ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے جب حکومت بجائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور بجائے تقوی وطہارت پیدا کرنے اور بجائے خدا ترسی اور عبادت کا ذوق بنانے کے سیر وشکار اور تعیش ولذت اندوزی کا ذوق پیدا اور دولت واقتدار کا غلط استعمال ہونے لگے تو ہمارے سامنے نمونہ اس کا بھی ہونا چاہیئے تھا کہ کوئی اللہ کا بندہ اٹھے اور اس کو چیلنج کرے اور اس کے مقابلہ میں آجائے اگر یہ نہ ہوتا تو آپ اسلام کے بعد کی تاریخ میں دیکھتے کہ وہ ساری کی ساری اس مصرعہ کی تعمیل ہوتی۔ چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی۔''

(خطبات علی میاں ج ۵ ص ۳۱۸)

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ محض اس لئے یزید کے مقابلہ پر نکلے تھے کہ آپ حکومت کے خواہش مند تھے اور کاروبار حکومت کے دلدادہ تھے (جیسا کہ خارجی محمود احمد عباسی کہتا ہے (رسومات محرم اور تعزیہ داری ص ۶۰) تو یہ درست نہیں اور ہم اس پر پچھلے صفحات میں گذارش کر آئے ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتوقیر ہر صورت واجب ہے

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور بلاشبہ صحابی ہیں صاحب روایت صحابی ہیں اور اہل بیت صحابی ہیں تو بلاشبہ وہ تمام آثار ولوازم صحابیت اور تمام حقوق ان کے لئے ماننے پڑیں گے جو

کتاب وسنت نے مقام صحابیت کے لئے ثابت کئے ہیں اور ہمیں تاریخی طور پر نہیں بلکہ بطور عقیدہ کے اس پر ایمان لانا پڑے گا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بوجہ صحابی ہونے کے متقن عدول پاک باطن صاف ظاہر محبت جاہ ومال سے بری ہوس اقتدار سے بالاتر، اور تمام ان رذائل نفس سے پاک تھے جو ان مقدسین سے بنص کتاب وسنت دھودئے گئے۔

پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف صحابی رسول ہیں بلکہ قرابت نبوی کی خصوصیت سے بھی مالا مال ہیں جو اہل بیت کا مخصوص حصہ تھا اور اس کی بناء پر ان کی قلبی تطہیر اور رجس ونجس باطن سے پاکی اور بھی زیادہ مؤکد ہوجاتی ہے...... اور قلبی تطہیر کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ قلب دنیاوی رذائل، حب جاہ ومال اور ہوس اقتدار، وریاست سے بری ہوجائے اور آدمی عبدالدینار وعبدالدراہم نہ رہے اس لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کے علاوہ اہل بیت میں سے ہونے کی وجہ سے بھی بلاشبہ ان کا ان رذائل سے قلب پاک اور بری مانا جانا بطور عقیدہ کے ضروری ہے۔ (شہید کربلا ص ۷۸)

اس لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی توقیر وتعظیم واجب ان کے حق میں بدگوئی حرام، ان سے حسن ظن اور ان پر اعتماد وثقہ لازم اور ان سے رضا بلا تخصیص واستثناء بوجہ رضائے الٰہی ورضاء نبوی کے ضروری ہے ان کی بدگوئی کرنا، یا ان پر زبان طعن وملامت دراز کرنا یا ان پر نکتہ چینی کرنا ممنوع شرعی ٹھہرا کہ یہی اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے جس پر قدیماً وحدیثاً علماء، عرفاء، فقہاء، محدثین اور صوفیاء توارث کے ساتھ جمے چلے آرہے ہیں اور اسی کو قرآن وحدیث کی رو سے اپنا قطعی عقیدہ جانتے ہیں (ایضاص ۶۲)

حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ آگے چل کر لکھتے ہیں:

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جزو رسول ہونے کی وجہ سے انہیں اخلاق نبوت سے جو خلقی اور فطری مناسبت ہوسکتی ہے وہ یقینا دوسروں کے لحاظ سے قدرتاً امتیازی شان لئے ہوئے ہونی چاہیئے اور اس مناسبت کے معیار سے اگر دوسروں کی رسائی بڑے بڑے مجاہدات وریاضات اور مدتوں کی صحبت ومعیت کے بعد ممکن تھی تو اہل بیت اور بالخصوص حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لئے وہ اس خلقی مناسبت کے سبب زیادہ مجاہدہ اور طول صحبت کی

متقاضی نہ تھی پھر اور لوگ تو بیرونی مجالس اور مجامع ہی میں اللہ کے رسول کی صحبت سے فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن ان اہل بیت کو اندرون خانہ بھی یہ دولت نصیب تھی اس لئے نبوت کے اخلاقی رنگ سے جس قدر وہ ہم آہنگ ہو سکتے تھے دوسروں کے لئے اتنے مواقع نہ تھے اسی لئے بحیثیت اہل بیت نبوی ہونے کے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے بارہ میں مخصوص فضائل ومناقب کی روایات بکثرت وارد ہوئی ہیں کہیں ان کو (سیدا شباب اھل الجنۃ) فرمایا گیا کہیں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا محبوب ظاہر فرما کر اللہ سے درخواست کی کہ آپ بھی انہیں اپنا محبوب بنالیں، کہیں ان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی محبت کا برسر منبر اعلان فرما کر دعا مانگی کہ یا اللہ جو ان سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت فرما یعنی محب حسین کو محبوب خداوندی ہونے کی دعا اور بشارت دی، نیز وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضل بنات حضرت فاطمہ زہرا کے جگر گوشہ ہیں اس لئے ان کی محبوبیت یوں بھی دہری ہو جاتی ہے اور اس لئے ان پر طعنہ زنی اور اتہام تراشی کرنے والا صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہی کو ستانے والا نہیں بلکہ حضرت زہرا کو ایذا پہنچا رہا ہے جو انجام کار اللہ کے رسول کو ایذا رسانی ہے جیسا کہ إِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ آذَاهَا فَقَدْ آذَانِي (فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جس نے اسے ستایا اس نے مجھے ستایا) سے ظاہر ہے پس جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شرف صحبت وصحابیت قرب وقرابت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صورتا وسیرتا اشبہیت کی وجہ سے اور بھی حقوق بڑھ جاتے ہیں تو ان کی ذات گرامی پر مخلصانہ اعتناد واعتقاد اور بھی زیادہ واجب اور ضروری ہو جاتا ہے۔'' (ایضا ص ۷۹)

آپ لکھتے ہیں:

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی محبت نبوی کی وجہ سے غیرت وحمیت سے معمور ہے جس سے اخذ حقوق اور دفع مظالم کے افعال کا ظہور ہوا حتی کہ اسی دفع مظالم اور رد منکرات کے کاموں میں اپنی جان پاک بھی جان آفرین کو دے کر شہادت عظمی کے مقام پر جا پہنچے۔'' (ایضا ص ۱۲۴)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عبادات

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرح عبادت کا بھی بہت شوق تھا آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ عبادت الٰہی کو بنایا تھا، تمام عبادات میں نماز آپ کو بہت محبوب تھی، آپ بکثرت نمازیں پڑھا کرتے تھے کبھی کبھی تو نماز عشاء کے بعد بہت کم سوتے تھے رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے لگ جاتے اور فجر کی نماز پڑھنے کے بعد قرآن کریم کی تلاوت کرتے پھر تھوڑی دیر کے لئے آرام کر لیتے تھے...... آپ روزہ بھی بکثرت رکھتے تھے آپ نے پچیس مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی ہے۔

عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو حج کے دنوں میں لوگوں کو حوض سے پانی پلاتے بھی دیکھا ہے۔ (المصنف لعبدالرزاق ج ا ص ۵۰۵)

حضرت امام شعبی (۱۰۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو رمضان المبارک میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے دیکھا ہے اور آپ پورا قرآن ختم کرتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۹۶)

کربلا کے میدان میں جبکہ دشمن چاروں طرف سے آپ کو گھیرے ہوئے تھا آپ کا جو معمول تھا اس میں کوئی کمی نہیں آنے دی آپ ان راتوں میں بھی نماز، دعا استغفار اور اللہ کے حضور مناجات میں برابر مصروف رہتے تھے بسا اوقات قریب میں کھڑے لوگوں کو آپ کی تلاوت کی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔

آپ ہر نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، آپ اپنے بھائی کی طرح غرباء ومساکین کا بہت خیال رکھتے تھے اور جو کچھ آتا آپ ان پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سخاوت

☆...... ایک دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں ایک فقیر آپ کے دروازہ پر آیا اور اشعار کی صورت میں اپنی حاجت پیش کر کے امداد کا طالب ہوا آپ نماز پڑھ کر فوراً باہر آئے سائل کی حالت دیکھ کر غلام کو آواز دی کہ ہمارے خرچ اخراجات میں سے کچھ بچا کھچا ہو تو لے آؤ اس نے کہا کہ حضور دو سو درہم باقی رہ گئے ہیں جو گھر کی ضروریات کے لئے ہیں آپ نے غلام

سے کہا کہ وہ سب لے آؤ ہمارے گھر والوں کی بہ نسبت یہ شخص زیادہ حقدار ہے پھر آپ نے وہ درہم اس سائل کو دے دئے (مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۳۱ لابن منظور) اور کہا کہ اس وقت ہمارے پاس اتنے ہی ہیں اور کم ہونے میں، میں معذرت کا طلب گار ہوں۔ میرے پاس زیادہ ہوتے تو میں وہ سب دے دیتا۔ (دیکھئے تاریخ دمشق ج ۱۴ ص ۱۸۵)

☆...... ایک مرتبہ کسی شاعر نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تو آپ نے اس کو بہت سا مال دیا اس پر کسی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے اسے اتنا سارا مال دے دیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہنے والے کو سمجھایا کہ مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں وہ یہ نہ کہہ دے کہ تم فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی بن ابی طالب کی اولاد نہیں ہو پھر لوگ خوامخواہ اس کی بات کی تصدیق کرتے اور اسے نقل کرتے پھر یہ بات ہمیشہ کے لئے کتابوں میں رہ جاتی اور بیان کرنے والوں کی زبانوں پر رائج رہتی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ حکمت بھرا جواب سن کر اس شخص نے کہا اے اللہ کے رسول کے بیٹے، خدا کی قسم! آپ مدح وذم کی حقیقت مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ (الحسن والحسین ص ۲۰)

ایک مرتبہ طبقہ شعراء کو رقم دینے پر آپ سے کہا گیا کہ آپ انہیں اتنی رقم نہ دیں آپ نے فرمایا کہ مال کا بہترین مصرف یہ ہے کہ اس سے کسی کی عزت محفوظ رہے......

إن خَيْرَ الْمَالِ مَا وَقَى الْعِرْضَ۔

(المجالسة وجواہر العلم لابوبکر الدنیوری۔ (۳۳۳ھ) تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۳۲۳)

☆...... ایک دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں ایک فقیر آپ کے دروازہ پر آیا اور اشعار کی صورت میں حاجت پیش کر کے امداد کا طالب ہوا آپ نماز پڑھ کر فورا باہر آئے، سائل کی حالت دیکھ کر غلام کو آواز دی کہ ہمارے خرچ اخراجات میں سے کچھ بچا کھچا ہو تو لے آؤ اس نے کہا کہ حضور دوسو درہم باقی رہ گئے ہیں جو گھر کی ضروریات کے لئے ہیں آپ نے غلام سے کہا کہ وہ سب لے آؤ ہمارے گھر والوں کی بہ نسبت یہ شخص زیادہ حقدار ہے پھر آپ نے وہ درہم اس سائل کو دے دیئے۔ (مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۳۱ لابن منظور)

☆...... مدینہ منورہ کے آس پاس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں بہت سے چشمے تھے جو آپ نے اپنے رشتہ داروں کے لئے وقف کر رکھے تھے اور لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے تھے ان میں سے ایک

چشمہ البغیغات کے نام سے مشہور تھا یہ چشمہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا تو آپ نے اسے چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفر کو دے دیا کہ اب وہ اس سے فائدہ اٹھائیں ایک عرصہ کے بعد پھر حضرت عبداللہ نے یہ چشمہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فروخت کر دیا۔ (تاریخ مدینہ منورہ ج ا ص ۸ ۱۳۸ لابن شبہ)

☆...... آپ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں چند مساکین کو دیکھا کہ وہ خشک روٹیاں کھا رہے تھے جب آپ ان کے قریب آئے تو انہوں نے آپ کو بھی کھانے پر بلا لیا آپ سواری سے یہ کہتے ہوئے نیچے اترے کہ خدا متکبروں کو دوست نہیں رکھتے اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور کھانے میں شریک ہو گئے (ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے بوجہ صدقہ کھانے سے معذرت کر لی) پھر فرمایا کہ میں نے تمہاری دعوت قبول کی تم بھی میری دعوت قبول کرو اور ان سب کو اپنے گھر لے گئے اور خادمہ سے فرمایا کہ جو کچھ کھانے سے لئے موجود ہے لے آؤ، انہوں نے کھانا کھایا پھر آپ نے انہیں اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ (ج ۲ ص ۱۱۰)

☆...... کسی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو سورہ الحمد سکھا دی اور آپ نے اس سے وہ سورت سنی تو فرمایا کہ اس کو ہزار دینار طلا اور ہزار دینار حلہ دینا۔ لوگوں نے کہا اس کی مزدوری اتنی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ یہ عطا اس کے مقابلہ میں، جو اس نے میرے بیٹے کو تعلیم دی ہے کچھ بھی نہیں ہے۔ (ایضا ص ۱۱۱)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شجاعت

آپ بڑے بہادر تھے اور کیوں نہ ہوتے آپ کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے سب سے بڑے شجاع تھے اور آپ کے والد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بہادری تو ان دنوں سب کے سامنے تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شجاعت کی یہ صفت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وراثت میں ملی تھی۔

شیعہ علماء لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ آپ میرے دو بچوں کے لئے وراثت میں کچھ دے جائیں (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت بھی کسی مال و جائداد کا ذکر نہیں کیا بلکہ) آپ نے فرمایا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو میرا رعب و دبدبہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو میری بہادری اور سخاوت ملے گی۔ محمد بن علی ابن بابویہ قمی شیعی (۳۸۱ھ) اور شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید شیعی (۶۵۶ھ) لکھتے ہیں:

فقالت یا رسول الله هذان ابناك فورثهما شيئاً فقال: أما حسن فله هيبتي وسؤددي وأما حسين فله جرأتي وجودي۔

(شرح نہج البلاغۃ ص ۲۴۲۔خصال ص ۳۹ طبع ایران)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا شجاع ہونا کسی سے مخفی نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن میں ان کا یہ جوہر دیکھ لیا تھا اور ایک کشتی کے مقابلہ میں ھی حسین کہہ کر آپ کو شاباشی دی تھی۔ پھر کربلا کے میدان میں آپ اپنے مخالفین کے سامنے جس بہادری اور استقامت کے ساتھ کے ساتھ اپنی جگہ کھڑے رہے اور اپنے سامنے اپنے گھر والوں کو ایک ایک کر کے شہید ہوتے دیکھتے رہے اور پھر جس طرح آپ نے سینکڑوں دشمنوں کے سامنے خودا کیلے زخمی حالت میں بھی مقابلہ کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ شجاعت کے میدان میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وجرات اور ہمت وشجاعت قلب کا سب سے بڑا ظہور اسی واقعہ کربلا سے ہوا ہے کہ جس چیز کو وہ حق سمجھ چکے تھے اس پر جان دے دینی گوارا کی مگر باطل کے آگے سر جھکانا گوارا نہیں کیا اور باوجود بے یاری و مددگاری کے یکہ وتنہا باطل کے مقابل پر آ گئے اور شہادت عظمی کے مقام پر جا پہنچے۔''(شہید کربلا اور یزید ص ۸۱)

شاعر اسلام جناب حفیظ جالندھری مرحوم نے آپ کی شجاعت وان خوبصورت لفظوں میں بیان کیا۔

لباس ہے پھٹا ہوا غبار میں اٹا ہوا　　تمام جسم نازنین، چھدا ہوا کٹا ہوا
یہ کون ذی قار ہے؟ بلا کا شہ سوار ہے　　کہ ہے ہزاروں قاتلوں کے سامنے ڈٹا ہوا
یہ بالقین حسین ہے نبی کا نور عین ہے

یہ کون حق پرست ہے مئے رضاء مست ہے　　یہ کون ہے جس کے سامنے بلند نہ پست ہے
ادھر ہزار گھات ہے مگر عجیب بات ہے　　کہ ایک سے ہزار کا بھی حوصلہ شکست ہے
یہ بالقین حسین ہے نبی کا نور عین ہے

دلاوری میں فرد ہے، بڑا ہی شیر مرد ہے　　جس کے دبدبے سے رنگ دشمنوں کا زرد ہے
حبیب مصطفی ہے یہ، مجاہد خدا ہے یہ　　جبھی تو اس کے سامنے یہ فوج گرد گرد ہے
یہ بالقین حسین ہے نبی کا نور عین ہے

ادھر سپاہ شام ہے، ہزار انتظام ہے ‏ ‏ ادھر ہیں دشمنان دین، ادھر فقط امام ہے
مگر عجیب شان ہے، غضب کی آن بان ہے ‏ ‏ کہ جس طرف اٹھی ہے تیغ، بس خدا کا نام ہے
یہ بالقین حسین ہے نبی کا نور عین ہے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تواضع

حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ایک مرتبہ آپ گھوڑے پر جا رہے تھے غرباء کی ایک جماعت کو دیکھا جو زمین پر بیٹھے روٹی کھا رہے تھے آپ نے انہیں سلام کیا انہوں نے آپ کو پہچان لیا اور کہا اے رسول اللہ کے بیٹے تشریف لائیے آپ گھوڑے سے اتر پڑے اور ان کے ساتھ وہیں زمین پر بیٹھ کر کھانے لگے آپ نے اس وقت یہ بھی فرمایا اللہ تعالی تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الجوہرۃ ج ۲ ص ۲۱۳)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی حکایت ہے کہ آپ کے یہاں چند مہمان تھے کھانے کا وقت آیا غلام کھانا لایا۔ اتفاق سے شوربے کا پیالہ لئے ہوئے تھا کہ فرش پر پاؤں پھسلا۔ پیالے میں سے گرم شوربا آپ کے چہرہ مبارک پر گر پڑا، آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کیسا منظر تھا اس وقت کے اہل جاہ اپنے دل میں ٹٹولیں کہ ایسے موقع پر وہ کیا کرتے ہیں آپ نے کچھ نہیں کیا، مگر مصلحت تعلیم، نظر تادیب سے اس کی طرف دیکھا اس کی زبان پر فورا یہ جاری ہوگیا (والکاظمین الغیظ) اللہ کے خاص کے بندے غصہ کو پینے والے ہیں آپ نے فرمایا (کظمت غیظی) کہ میں نے اپنا غصہ پی لیا پھر غلام نے کہا (والعافین عن الناس) اور وہ لوگوں کو معاف کردیتے ہیں آپ نے فرمایا (عفوت عنل) کہ میں نے تجھے معاف کیا پھر اس نے کہا (واللہ یحب المحسنین) اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے آپ نے فرمایا (قد اعتقتل لوجہ اللہ) کہ میں نے تجھے اللہ کے واسطے آزاد کیا۔

(وعظ۔ الھوی والھدی ص ۲۳)

اور جو کچھ میں تجھے دیتا ہوں اس سے دگنا مقرر کردیا (ج ۲ ص ۱۱۲)

ایک مرتبہ عصام بن مصطلق نامی شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد گرامی قدر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق انتہائی گستاخانہ باتیں کہیں آپ نے بجائے اس کی کسی بات کا جواب دینے کے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنے کے بعد قرآن کی یہ آیتیں تلاوت فرمائیں:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ (الاعراف)

ترجمہ: عادت بنالے درگذر کی، اور حکم کر نیک کام کرنے کا، اور کنارہ کر جاہلوں سے، اور اگر ابھارے تجھ کو شیطان کی چھیڑ، تو پناہ مانگ اللہ سے، وہی ہے سننے والا جاننے والا، جن کے دل میں ڈر ہے، جہاں پڑ گیا ان پر شیطان کا گذر، چونک گئے پھر اسی وقت ان کو سوجھ آجاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ اپنے آپ کو ہلکا کرلے غصہ میں نہیں آ، میں اپنے اور تمہارے لئے اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں۔(البحر المحیط ج ۵ ص ۲۵۹)

نوٹ: حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے متعلق لکھا ہے اور اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ پھر آپ نے فرمایا:

''بلاشبہ اگر تو ہم سے مدد طلب کرے تو ہم تیری مدد کریں گے اور اگر تو ہم سے کوئی عطیہ مانگے تو ہم تجھے وہ بھی دیں گے اور اگر تو ہم سے کوئی رہنمائی مانگے تو ہم تیری رہنمائی بھی کریں گے۔اس نے کہا کہ مجھ سے زیادتی ہوئی آپ معاف فرمادیں آپ نے فرمایا کہ آج تم پر کوئی گرفت نہیں اللہ تعالی تمہارے قصور کو معاف کردے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔'' (تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۳۵۱)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کرامت کا ایک واقعہ

آپ بڑے صاحب کرامت صحابی تھے ابوعون کہتے ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ کے ارادے سے مدینہ روانہ ہوئے تو راستہ میں ان کا گزر عبداللہ ابن مطیع کے پاس ہوا اس وقت وہ اپنا

کنواں کھود رہے تھے۔ابن مطیع نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ میں نے اپنے اس کنوئیں کو اس لئے ٹھیک کیا تا کہ اس میں دوبارہ پانی آجائے لیکن ابھی تک پانی نہیں آیا ہے ڈول خالی ہی نکلا ہے آپ ہمارے لئے اس کنویں کی برکت کے لئے دعا کر دیں۔

فَلَوْ دَعَوْتَ اللّٰهَ لَنَا فِيهَا بِالْبَرَكَةِ. قَالَ: هَاتِ من مائها. فأتي من مائها في الدلو فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ مَضْمَضَ ثُمَّ رَدَّهُ فِي الْبِئْرِ فَأَعْذَبَ وَأَمْهَى.

(طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۱۰)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کنویں کا تھوڑا سا پانی لاؤ چنانچہ عبداللہ ابن مطیع اس میں سے تھوڑا پانی لے کر آپ کے پاس آئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے تھوڑا پانی پیا پھر کلی فرمائی پھر وہ پانی اسی کنویں میں ڈال دیا تو اس کنویں کا پانی میٹھا بھی ہو گیا اور زیادہ بھی ہو گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روایات

حضرت امام حسین حضور کے وصال کے وقت چونکہ سات سال کے تھے اس لئے آپ کو حدیث سننے کے مواقع بہت کم ملے اور اس عمر میں سنے بھی ہوں تو پھر یاد رکھنا بھی کچھ آسان نہیں ہوتا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے آٹھ روایتیں ملتی ہیں آپ نے حضور کی وہ احادیث یاد رکھیں اور اسے آگے پہنچایا۔(الاصابہ ج ۱ ص ۳۳۱)

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات نقل کیں ہیں۔(دیکھئے استیعاب)

آپ نے حضرت علی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ وغیرہم سے بھی روایات لیں ہیں اور آپ سے روایت کرنے والوں میں آپ کے صاحبزادے علی اور زید آپ کے بھائی حضرت حسن، صاحبزادی فاطمہ، اور سکینہ رضی اللہ عنہم اور دیگر حضرات ہیں۔

(دیکھئے تہذیب ج ۴ ص ۳۴۵ الاصابہ ج ۱ ص ۳۳۱)

حضرت امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) نے آپ سے روایت کرنے والوں میں عبید بن حنین۔ ہمام الفرزدق۔عکرمہ۔شعبی۔طلحہ عقیلی۔آپ کے بھتیجے زید بن الحسن اور آپ کے پوتے محمد باقر کا بھی ذکر کیا ہے تاہم مؤخر الذکر کے بارے میں لکھا کہ انہوں نے آپ کا دور نہیں پایا تھا۔

مُحَمَّدُ بنُ عَلِيِّ البَاقِرُ - وَلَمْ يُدْرِكْهُ. (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۸۸)

مسند احمد کی ایک روایت دیکھئے، یہ روایت آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ آپ سے نقل کرتی ہیں:

عَنْ فَاطِمَةَ ابْنَةِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهَا الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ، وَلَا مُسْلِمَةٍ يُصَابُ بِمُصِيبَةٍ، فَيَذْكُرُهَا وَإِنْ طَالَ عَهْدُهَا - قَالَ عَبَّادٌ: قَدُمَ عَهْدُهَا - فَيُحْدِثُ لِذَلِكَ اسْتِرْجَاعًا، إِلا جَدَّدَ اللهُ لَهُ عِنْدَ ذَلِكَ، فَأَعْطَاهُ مِثْلَ أَجْرِهَا يَوْمَ أُصِيبَ بِهَا (مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی مسلمان مرد و عورت کو کوئی مصیبت پہنچے خواہ اسے گزرے ہوئے کتنا ہی وقت گذر چکا ہو اور وہ اسے جب بھی یاد آجائے تو اس پر وہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ لیا کرے تو اللہ تعالی اسے اس پر وہی اجر دیں گے جو اس مصیبت کے دن اسے پہنچنے (اور اس پر صبر کر کے انا للہ پڑھنے) پر عطا فرمایا تھا۔

امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں بھی یہ روایت آپ سے نقل کی ہے (دیکھئے ص ۱۶۶)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۲۵۶ھ) نے اپنی صحیح میں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (۲۴۱ھ) نے اپنی مسند میں آپ سے مروی روایتوں کو کئی جگہ نقل کیا ہے ان میں آپ حضرت علی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولی ابو رافع سے روایت کرتے ہیں تاہم بعض روایات آپ سے براہ راست بھی ملتی ہیں:

★... عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهَا - قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَإِنْ جَاءَ عَلَى فَرَسٍ

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سائل کا حق ہوتا ہے اگر چہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر مانگنے آیا ہو۔

★... عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْبَخِيلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ، ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ"

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مِنْ حُسْنِ إِسْلامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ" (ایضاص ۳۳۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آدمی کے اسلام کی خوبی کم گفتگو اور لایعنی باتوں سے اجتناب کرنا ہے

★... عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ شَيْبَانَ، قَالَ: قُلْتُ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ: رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَا تَعْقِلُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: صَعِدْتُ غُرْفَةً، فَأَخَذْتُ تَمْرَةً، فَلُكْتُهَا فِي فِيَّ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلْقِهَا، فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ" (ایضا)

ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسین سے پوچھا کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی بات یاد ہو تو ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا ایک دن میں بالا خانہ پر چڑھ گیا تھا وہاں صدقہ کے کھجور پڑے ہوئے تھے ان میں سے میں نے ایک کھجور لیا اور منہ میں ڈالا ہی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو باہر نکال لو اس لئے کہ ہمارے لئے صدقہ کا مال جائز نہیں ہے۔

★... عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْحَرْبُ خَدْعَةٌ (مسند بزار ج ۴ ص ۱۸۷)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنگ ایک دھوکہ ہے (معلوم نہیں کس وقت کہاں سے کیا معاملہ پیش آجائے)

★... عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عن النبي صلى الله عليه وسلم حديثا في ابن صائد: اختلفتم وأما بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، فَأَنْتُمْ بَعْدِي أَشَدُّ اخْتِلَافًا.

(استیعاب ج ۱ ص ۱۴۵)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صائد کے ذکر میں (لوگوں کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے) فرمایا کہ تم لوگ اختلاف میں پڑ گئے حالانکہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں میرے بعد تم لوگ سخت اختلاف بھی دیکھو گے۔

سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاننے کا شوق

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے گو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے نہ صرف یہ کہ دیکھا تھا بلکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گودوں اور بانہوں میں کھیلے اور سوئے بھی ہیں تاہم آپ چاہتے تھے کہ کوئی انہیں بار بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ مبارک اور سیرت مبارکہ بتلائے اور وہ آپ کی یادوں میں گم ہو جائیں یہ بات آپ کے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بخوبی معلوم تھی، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خود بھی اس کی شہادت دی ہے آپ کہتے ہیں

سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ، وَكَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا، يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ قَالَ الْحَسَنُ: فَكَتَمْتُهَا الْحُسَيْنَ زَمَانًا، ثُمَّ حَدَّثْتُهُ فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي إِلَيْهِ. فَسَأَلَهُ عَمَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ وَوَجَدْتُهُ قَدْ سَأَلَ أَبَاهَا عَنْ مَدْخَلِهِ وَمَخْرَجِهِ وَشَكْلِهِ فَلَمْ يَدَعْ مِنْهُ شَيْئًا۔ (شمائل ترمذی ص ۲۴)

میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک پوچھا اور وہ حضور کے حلیہ مبارک کو بہت کثرت اور بہت اچھی طرح بیان کرتے تھے مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ میرے سامنے بھی اس کا بیان کریں چنانچہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کیا......

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عرصہ تک حضرت حسین سے اس کا ذکر نہیں کیا جب ایک عرصہ کے بعد ان کو یہ بات بتلائی تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے اس بات کو سن چکے تھے اور یہی نہیں کہ انہوں نے ماموں سے سنا بلکہ حضرت علی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر جانے اور واپس آنے اور اس کا طرز و طریقہ بھی تفصیل سے معلوم کر چکے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ علم وفضل کے اعلی مقام پر

ارباب سیر اس پر متفق ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ علم وفضل میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے

بہت سے لوگ آپ سے مسئلہ پوچھتے اور آپ ان کے فقہی سوالات کے جوابات دیتے تھے حافظ ابن قیم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ) نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جو فتوی دیتے تھے۔ تاہم ان کی تعداد کم روایت ہوئی ہے:

وَالْبَاقُونَ مِنْهُمْ مُقِلُّونَ فِي الْفُتْيَا، لَا يُرْوَى عَنْ الْوَاحِدِ مِنْهُمْ إلَّا الْمَسْأَلَةُ وَالْمَسْأَلَتَانِ... وَهُمْ: أَبُو الدَّرْدَاءِ، وَأَبُو الْيُسْرِ، وَأَبُو سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ، وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ابْنَا عَلِيٍّ، وَالنُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ،... الخ (دیکھئے اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۱)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خطابت اور آپ کی مجالس دروس

☆......حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے بڑے خطیب تھے اور آپ کو یہ فن اپنے والد محترم سے ملا تھا آپ کے بعض خطبات اس کے شاہد ہیں۔ مسجد نبوی میں آپ کی مجلس لگا کرتی تھی جس میں دور دور سے لوگ آتے اور آپ سے فیض لیتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کسی کام کے لئے مدینہ منورہ بھیجا تو اس سے کہا کہ جب تم مسجد نبوی جاؤ گے تو وہاں دیکھو گے کہ ایک علمی مجلس قائم ہے اور وہ مجلس اس قدر پروقار اور پرسکون ہوگی جیسے پرندے ان سب کے سروں پر بیٹھے ہوں تو سمجھ لینا کہ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حلقہ ہے (تہذیب تاریخ ابن عساکر ص ۳۲۲ لابن بدران)

نوٹ: بعض علماء نے اپنی کتابوں میں آپ سے کئے گئے سوالات کے جوابات نقل بھی کئے ہیں۔

ایک اور مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خادم کے ہمراہ چند تحائف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے۔ جب وہ خادم واپس آیا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ حضرت حسین سے کہاں ملاقات ہوئی تھی اس نے کہا مسجد میں، آپ نے پوچھا، وہ کیا کر رہے تھے خادم نے بتلایا کہ آپ قرآن اور حدیث کا درس اور مطلب سمجھا رہے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا خدا کی قسم حسین کو قرآن وحدیث کا بے پناہ شوق ہے۔ (تذکرۃ الشہادہ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا علم وفضل بڑا مشہور تھا آپ جہاں جاتے لوگ آپ کے پاس آجاتے اور

اپنے علم کی پیاس بجھاتے تھے مدینہ منورہ میں آپ کی مجلس علم لگا کرتی تھی جب آپ مکہ تشریف لے آئے تو اہل مکہ کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی پورے ذوق وشوق کے ساتھ آپ کی مجلس میں آجاتے جو دوسرے علاقوں سے مکہ مکرمہ آیا کرتے تھے اور آپ کی صحبت اور علم سے بھرپور فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔

☆......حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے متعدد شادیاں کیں اور ان سے اولادیں بھی ہوئیں آپ کے تین صاحبزادے آپ کے ساتھ کربلاء میں شہید ہوئے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ (حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہ) باقی رہ گئے تھے ان سے آپ کی نسل آگے چلی اور اللہ نے اس نسل میں برکت ڈالی ہے اور قیامت تک یہ نسل باقی رہے گی

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ (امام زین العابدین) خاندان نبوت کے چشم وچراغ اور کثیر الحدیث محدث اور فقیہ ہیں کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کو زین العابدین رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اللہ تعالی نے آپ کو بہت اونچا رتبہ اور مقام عطا فرمایا تھا اور علماء اسلام کے ہاں آپ بہت زیادہ مناقب وفضائل کے حامل بزرگ ہوئے ہیں۔علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا ثَنَاءُ الْعُلَمَاءِ عَلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَمَنَاقِبِهِ فَكَثِيرَةٌ (منہاج ج۷ص ۵۳۴)

امام زہری فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں آپ سے زیادہ صاحب فضلیت کوئی نہیں تھا۔(منہاج ج ۷ ص ۵۳۴) آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ بڑے اونچے درجہ کے فقیہ تھے تاہم آپ بہت کم گو تھے آپ کو صدقہ خیرات کرنا بہت محبوب تھا اور آپ کبھی تو اپنا سارا مال اللہ کے رستے میں خرچ کردیا کرتے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۴۰)

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے زیادہ خشیت الٰہی رکھنے والا شخص نہیں دیکھا۔(حلیۃ الاولیاء)

اللہ تعالی نے آپ کے اوقات میں بہت برکت اتاری تھی حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ آپ روزانہ ایک ہزار رکعت نفل نماز پڑھتے تھے آپ کا یہ معمول موت تک رہا آپ کی کثرت

عبادت کے سبب زین العابدین رضی اللہ عنہ آپ کے نام سے جڑ گیا ہے:

أنه كان يصلي في كل يوم وليلة ألف ركعة إلى أن مات وكانيسمى زين العابدين لعبادته۔ (تہذیب ج ۷ ص ۳۰۶ سیر اعلام لنبلاء ج ص ۲۷۷۰)

آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ اہل بیت نبوت میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جیسا کوئی نہ تھا۔

لم يكن في أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل علي بن الحسين

(ایضاج ۷ ص ۳۰۵)

شیبہ بن نعامہ کا بیان ہے کہ آپ کی وفات پر لوگوں کو پتہ چلا کہ آپ تو مدینہ منورہ کے سو سے زائد گھرانوں کی خفیہ طور پر کفالت کیا کرتے تھے (طبقات ج ۵ ص ۲۲۲ منہاج ج ۴ ص ۴۹) آپ خود اپنی کمر پر اناج وغیرہ لے کر جایا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ کی کمر پر کچھ نشانات بھی پڑ گئے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء)

محمد ابن سعد آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ ثقہ، مامون، کثیر الحدیث، بلند مقام والے، صاحب رفعت اور بڑے پرہیز گار خوف خدا رکھنے والے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ۲۷۶۸۔تہذیب ج ۷ ص ۳۰۵)

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ فَمِنْ كِبَارِ التَّابِعِينَ وَسَادَاتِهِمْ عِلْمًا وَدِينًا۔

(منہاج السنۃ ج ۴ ص ۴۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) تقریب میں لکھتے ہیں:

ثقة ثبت عابد فقيه فاضل مشهور۔ (تقريب التهذيب ص ۴۰۰)

آپ کی حدیث شریف کی مجلس مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھی آپ کے قریب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مولی حضرت سلیمان بن یسار ہلالی رضی اللہ عنہ کی مجلس حدیث رہتی۔ سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔ یزید بن حازم اس مجلس میں جایا کرتے تھے اور اس مجلس کے عینی شاہد تھے وہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يَجْلِسَانِ بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ يَتَحَدَّثَانِ

إِلَى ارْتِفَاعِ الضُّحَى وَيَتَذَاكَرَانِ. فَإِذَا أَرَادَا أَنْ يَقُومَا قَرَأَ عَلَيْهِمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ سُورَةً فَإِذَا فَرَغَ دَعَوْا. (طبقات ابن سعد ج۵ ص ۲۱۷)

میں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت سلیمان کو دیکھا ہے دونوں مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اطہر اور منبر شریف کے درمیان بیٹھتے تھے اور دن چڑھے تک حدیث کی روایت اور اس کا مذاکرہ کرتے تھے اور جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کرتے تو عبداللہ ابن ابی سلمہ قرآن کی کوئی سورت تلاوت کرتے اس کے بعد یہ دونوں حضرات دعا کرتے تھے۔

آپ روزانہ نماز عشاء کے بعد مسجد نبوی کے آخر حصہ میں بھی بیٹھا کرتے تھے آپ کے ساتھ حضرت عروہ بن زبیر بھی ہوتے تھے (طبقات ابن سعد) اور لوگ آپ کی اس مجلس سے مستفید ہوا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ ان لوگوں کی مجلس میں کیوں بیٹھتے ہیں جو مرتبہ میں آپ کے برابر نہیں ہیں آپ نے فرمایا کہ میں ایسے لوگوں کی مجلس میں بیٹھتا ہوں جن سے مجھ کو دینی نفع ملتا ہے

إني أجالس من انتفع بمجالسته في ديني (تہذیب ج۷ ص ۳۰۵)

آپ کے شیوخ حدیث میں آپ کے والد محترم حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، مسور بن مخرمہ، ابورافع، ام المؤمنین حضرت عائشہ، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ، ام المؤمنین حضرت صفیہ، مروان بن حکم، سعید بن مسیب، عبداللہ بن عثمان بن عفان، ذکوان وغیرہم ہیں۔

(منہاج السنہ ج۴ ص ۴۸)

رنگون (برما) کے ممتاز عالم اور مفتی حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری صاحب نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی امتیازی شان کو کتنے خوبصورت لفظوں میں بیان فرمایا ہے اسے بھی پڑھتے جایئے:

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی دینی پیشوائی اور ان کے کارناموں اور خصوصی مقام اور امتیازی اوصاف کمال کو اگر مختصر لفظوں میں بیان کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ان کی مبارک

زندگیاں لَمَّا صَبَرُوا ...اور... وَكَانُوا بِاٰيَاتِنَا يُوقِنُونَ ...کی عملی تفسیریں تھیں۔

(سفینۃ النجات ص ۱۸)

سوائے پیغمبر کے کسی کو مفترض الطاعت کہنے والا جھوٹا ہے

مصعب کہتے ہیں کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بیٹے عمر سے پوچھا گیا کہ کیا اہل بیت میں کوئی ایسا آدمی ہے جس کی اطاعت امت پر فرض قرار دی گئی ہو آپ نے کہا نہیں۔ اہل بیت میں کوئی ایسا نہیں جو مفترض الطاعت ہو جو شخص ایسی باتیں کرتا ہے وہ پرلے درجہ کا جھوٹا آدمی ہے:

قِيلَ لِعُمَر بْن علي بْن الحسين: هل فيكم أهل البيت إنسان مفترضة طاعته؟ فَقَالَ: لا، واللّٰهِ ما هذا فينا، من قال هذا فهو كذاب. (تہذیب الکمال ج ۲۱ ص ۴۶۷)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا وصی نہیں بنایا

مصعب کہتے ہیں کہ ان سے یہ بھی کہا گیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے ......(علی ھذا القیاس) امامت کی وصیت کی تھی (کہ ان کے بعد یہ اور ان کے بعد وہ امام ہوں گے) آپ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میرے والد کا اس حال میں انتقال ہوا کہ انہوں نے اس باب میں دو حرف کی بھی وصیت نہ کی تھی جو لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں وہ ہماری طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے اہل بیت کے نام پر اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔

واللّٰهِ لمات أَبِي وما أوصى بحرفين، قاتلهم الله إن كانوا إلا يتأكلون بْنا.

(تہذیب الکمال ج ۲۱ ص ۴۶۷)

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بارے میں پوچھا کہ آپ کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اطہر کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا کہ ان کے مقام ومرتبہ کے لئے بس یہی کافی ہے کہ وہ سرور دوعالم رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آرام فرما ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۲۷۷۰ تہذیب ج ۷ ص ۳۰۶)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تقیہ کے قائل نہ تھے

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام محمد باقر کہتے ہیں میں اپنے والد حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ بنی امیہ کی اقتداء میں بغیر کسی تقیہ کے نمازیں پڑھا کرتے تھے اور ہمارا بھی یہی معمول ہے۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: إِنَّا لَنُصَلِّي خَلْفَهُمْ فِي غَيْرِ تَقِيَّةٍ وَأَشْهَدُ عَلَى عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي خَلْفَهُمْ فِي غَيْرِ تَقِيَّةٍ. (طبقات ج ۵ ص ۱۶۴)

آپ کی وفات ۹۴ھ کو مدینہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں آپ کی تدفین عمل میں آئی تھی۔

نوٹ: جس طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شیعہ گروہ امامت کے عنوان پر ایک دوسرے کے مقابل آ گیا اور ہر کوئی اپنی پسندیدہ شخصیت کو امام بتانے لگا اسی طرح حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھی امامت کے مسئلہ پر ایک طوفان کھڑا ہو گیا تھا۔شیعہ روایات بتاتی ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ نے دعوی امامت کر دیا (ان کی امامت کے قائلین کو زیدیہ کہا جاتا ہے) اور وہ چالیس ہزار کا لشکر لے کر عراق کے حاکم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے مگر ان میں سے تیس ہزار نے عین موقع پر آپ سے بے وفائی کر لی اور حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ شہید کر دئے گئے ......انہی دنوں کچھ لوگ حضرت حسن مثنی بن حضرت حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی امامت کے قائل ہوئے ان کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ محض رحمۃ اللہ علیہ، پھر ان کے بعد ان کے پوتے محمد نفس زکیہ رحمۃ اللہ علیہ کی امامت کے قائل ہوئے اور انہوں نے آپ کو امام مہدی سمجھا......ایک گروہ حضرت زین العابدین کے بعد آپ کے دوسرے بیٹے حضرت محمد باقر کی امامت کا قائل ہوا اس گروہ میں چار لوگ ایسے تھے جن کے بارے میں حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ اگر نہ ہوتے تو ہمارا کہیں ذکر بھی نہ ہوتا۔ زرارہ۔ابوبصیر۔محمد بن مسلم۔بریدبن معاویہ۔ (دیکھئے رجال کشی ص ۱۳۶)

ہم اس وقت اس تفصیل میں نہیں جاتے کہ ان چاروں نے اہل بیت نبوت کے نام پر کس قدر شرمناک تماشا برپا کیا اور ان بزرگوں کے نام سے کتنی شرمناک روایات وضع کر ڈالیں یہ بات خود

شیعہ علماء بھی تسلیم کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جب ان بزرگوں کو ان کی خرافات کا پتہ چلتا تو وہ ان پر لعنتیں بھیجا کرتے تھے اور ان کو پرلے درجے کا جھوٹا کہتے تھے۔ ہم اس وقت ان راویوں کے کردار پر تبصرہ کرتے ہیں، نہ ہی ان روایات پر جو ان لوگوں نے ائمہ اہل بیت کے نام وضع کر رکھی ہیں۔ اس وقت ہم حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے تذکرہ کر رہے ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج واولاد

شیخ عبداللہ ابن قتیبہ (۲۷۶ھ) لکھتے ہیں:

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے علی (امام زین العابدین) تھے جن کی والدہ مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی ❶ کی بیٹی تھیں۔ ② اور علی اصغر ایک لونڈی سے تھے ③ اور سیدہ فاطمہ جن کی والدہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ تھیں ④ اور سیدہ سکینہ، جنکی والدہ رباب بنت امرؤ القیس قبیلہ بنی کلب سے تھیں۔

نوٹ: شیعہ مؤرخین کی تحقیق کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی شہر بانو بنت یزدجر بھی تھی جو بقول ان کے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں یہ خاتون فتح خراسان کے غنائم میں آئیں تھیں ان کی ایک بہن بھی ان کے ساتھ قید ہو کر آئیں تھیں اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا آپ نے خراسانی بادشاہ کی یہ دونوں بیٹیاں کس کس کو دیں اسے شیعہ عالم عبداللہ مامقانی (۱۳۰۰ھ) سے سنیں۔

''سہل بن قاسم البوشنجانی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضا نے خرسان کے علاقہ میں بتلایا کہ ہمارے اور تمہارے نسبی رشتہ ہے میں نے عرض کیا کہ وہ کیسے؟ تو حضرت علی رضا نے کہا کہ جب عبداللہ بن عامر نے (جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فوج کے کمانڈر ان چیف تھے) جب خراسان فتح کیا تو عجمیون کے بادشاہ یزدجر بن شہر یار کی دولڑکیاں اس کو ہاتھ لگیں اس نے دونوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک لڑکی

---

❶ یہ خاتون حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں اور حضرت معاویہ کی بھانجی ہیں جن کو لیلیٰ بنت مرہ کہا جاتا ہے۔ حضرت معاویہ حضرت علی اکبر پر بڑا فخر کرتے تھے۔ (شہدائے کربلا ذکر علی اکبر مطبوعہ امامیہ مشن لکھنؤ)

حضرت حسن بن علی کو دی اور ایک حضرت حسین کو دی یہ دونوں لڑکیاں حضرت حسن وحسین کے ہاں صاحب اولاد ہوکر فوت ہوئیں اور جو لڑکی حضرت حسین کی اہلیہ تھیں ان سے حضرت علی بن حسین علیہما السلام پیدا ہوئے۔'' (تنقیح المقال فی علم الرجال ج ۳ ص ۸۰)

شیعہ کی بعض روایات میں اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت بتلایا گیا ہے۔ ہم اس وقت اس بحث میں نہیں جاتے کہ شیعہ کی کونسی بات درست ہے اور کونسی نہیں، اس وقت ہمارا مقصد حضرت حسین کی ازواج کا ذکر ہے اور بس۔

ممتاز شیعہ عالم شیخ محمد بن محمد نعمان (۴۱۳ھ) نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں جعفر بن حسین بھی بتلایا ہے اور یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حیات میں فوت ہو گئے تھے ان کی والدہ قضاعیہ تھیں۔ (الارشاد ص ۳۳۸)

حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما

آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بڑی بیٹی ہیں عام طور پر انہیں فاطمۃ الصغری بھی کہا جاتا ہے آپ نے معرکہ کربلا دیکھا تھا اور آپ کے بعض بیانات بھی کتابوں میں درج ہیں۔

ان کا نکاح اپنے چچازاد بھائی حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ہوا تھا جن سے ان کے چار بچے ہوئے ان کے انتقال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے نکاح میں رہیں یہ نکاح آپ کے بیٹے عبداللہ بن حسن نے آپ کے حکم سے کرایا اور ان سے دو بچے قاسم اور محمد دیباج اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت عبداللہ بہت خوبصورت تھے ان کی خوبصورتی کی وجہ سے ان کو مطرف بھی کہا جاتا ہے اور ان کے بیٹے محمد دیباج بھی بہت حسین رضی اللہ عنہ اور نرم ونازک تھے ان کا لقب ہی دیباج یعنی ریشم پڑ گیا تھا)

آپ کا شمار جلیل القدر تابعیات میں ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ کا پایہ علم وفضل بہت بلند تھا حدیث اور فقہ میں بڑا عبور حاصل تھا آپ بڑی باوقار اور باحیا خاتون تھیں۔ ابرش کلبی ایک واقعہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ شرم وحیاء والی کسی اور کو نہیں پایا۔

فما کان فیھن أخفر ولا أحیا من فاطمة بنت الحسین۔ (تاریخ دمشق ج ۷۰ ص ۱۶)

آپ کی اپنے والد، ام المومنین حضرت عائشہ، اوراپنی دادی حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء سے بھی مرسلا روایتیں ملتی ہیں۔ (تاریخ اسلام ج ۷ ص ۴۴۲ للذہبی)

وَقَدْ رُوِيَ أَيْضًا عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ غَيْرُ حَدِيثٍ.
(الطبقات الکبری ج۸ص ۳۴۶)

حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وأما فَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ - وَهِيَ أُخْتُ زَيْنِ الْعَابِدِينَ - فَحَدِيثُهَا مَشْهُورٌ رَوَى لَهَا أَهْلُ السُّنَنِ الْأَرْبَعَةِ، وَكَانَتْ فِيمَنْ قُدِمَ بِهَا مَعَ أَهْلِ الْبَيْتِ بَعْدَ مَقْتَلِ أَبِيهَا إِلَى دِمَشْقَ، وَهِيَ مِنَ الثِّقَاتِ (البدایہ ج ۶ ص ۸۱)

آپ کا زیادہ تر وقت اللہ کی یاد میں گزرتا تھا اور دھاگوں کی گرہوں پر سبحان اللہ کی تسبیح پڑھا کرتی تھیں أَنَّهَا كَانَتْ تُسَبِّحُ بِخُيُوطٍ مَعْقُودٍ فِيهَا (ایضا) آپ رضی اللہ عنہا اپنے والد کی طرح مال جمع کرنا پسند نہ تھا جو کچھ ہوتا غرباء اور فقراء میں تقسیم کیا کرتی تھیں۔آپ کا انتقال ۱۱۷ھ میں ہوا تھا۔

حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہ (۱۲۶ھ)

آپ حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ کی علاتی بہن ہیں ان کی والدہ رباب بنت امرؤالقیس ہیں جو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں ان کا نکاح جناب مصعب بن زبیر سے ہوا جن سے ایک بیٹی فاطمہ تھیں ان کے انتقال کے بعد عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم نے نکاح کیا تھا ان سے ایک لڑکا قرین ہوا اس کی اولاد باقی ہے ان کے بعد جناب اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان اموی سے نکاح کیا تھا ان سے تین بچے عثمان، حکیم اور ربیحہ ہوئے تھے۔اس کے بعد سیدہ سکینہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے جناب زید بن عمرو بن عثمان نے نکاح کیا انہوں نے جناب سلیمان بن عبدالملک کے کہنے پر ان کو طلاق دے دی [1] ان کا انتقال خلیفہ ہشام کے زمانہ میں مدینہ میں ہوا یہ ابوالیقظان کا بیان ہے۔

صالح بن کیسان کی روایت کے مطابق ان کا نکاح پہلے عمرو بن حکیم بن حزام سے ہوا پھر

[1] ان سے ایک صاحبزادے عثمان ہوئے جناب سکینہ تقریباً آٹھ سال تک جناب زید بن عمر بن عثمان کے عقد میں رہیں۔ (حاشیہ کتاب المعارف ص ۲۱۹)

زید بن عمرو بن عثمان سے، پھر مصعب بن زبیر سے۔

ابن کلبی کے بیان کے مطابق ان کے پہلے شوہر عمر بن عبدالعزیز کے بھائی اصبغ بن عبدالعزیز اموی تھے وہ مصر میں بغیر ان کو دیکھے ہوئے انتقال کر گئے [1] اس کے بعد زید بن عمر بن عثمان نے ان سے عقد کیا اس کے بعد مصعب بن زبیر نے، اس کے بعد عبید اللہ بن عثمان بن عبداللہ حکیم نے اور ان سے ایک لڑکا قرین پیدا ہوا۔ (کتاب المعارف لابن قتیبہ ص ۲۱۹)

جناب مصعب بن زبیر حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کے بڑے متمنی تھے ایک مرتبہ ایک جماعت حرم میں حجر اسود کے پاس جمع تھی ان میں حضرت عبداللہ بن عمر اور مصعب بن زبیر بھی تھے ان سب نے کہا کہ تم میں سے ہر ایک اٹھ کر اللہ سے اپنی حاجت کے پورا ہونے کی دعا کرے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے لئے تو مغفرت کی دعا مانگی اور مصعب بن زبیر نے دعا میں کہا کہ اے اللہ آپ تو ہر چیز کے رب ہیں اور ہر چیز آپ کے پاس ہی پہنچتی ہے میں تمام چیزوں پر آپ کی قدرت کا واسطہ دے کر مانگتا ہوں کہ جب تک آپ مجھے عراق کا والی نہ بنادیں، اور حضرت سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما سے میری شادی نہ ہو جائے اس وقت تک مجھے موت نہ دینا۔

اللّٰهمّ إنّكَ رب كل شيء وإليك يصير كُلُّ شَيْءٍ، أَسْأَلُكَ بِقُدْرَتِكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ أَلَا تُمِيتَنِي مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى تُوَلِّيَنِي الْعِرَاقَ وَتَزَوِّجَنِي سُكَيْنَةَ بِنْتَ الْحُسَيْنِ۔ (المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ج ۶ ص ۱۳۵)

آپ نے اس دعا میں عائشہ بنت طلحہ کا بھی نام لیا تھا کہ ان کی ساتھ بھی شادی ہو جائے جناب عائشہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نواسی (ام کلثوم کی بیٹی) ہیں ان کا نکاح پہلے ان کے خالہ زاد بھائی عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے ہوا تھا بعد ازاں وہ مصعب کے نکاح میں آئیں چنانچہ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور دونوں ان کی بیویاں بنیں مصعب بن زبیر نے دونوں کا ایک ایک لاکھ دینار مہر رکھا تھا اور خود حضرت مصعب بھی بڑے خوبصورت تھے۔ اور یہ دعا بھی قبول ہوئی کہ انہیں عراق کی امارت ملے اور وہ بھی ملی۔

---

[1] اصبغ بن عبدالعزیز اموی یزید بن معاویہ کے بھی داماد تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز جناب اصبغ کے چھوٹے بھائی ہیں۔
(بقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۴۵ نسب قریش ص ۹، کتاب الاغانی ص ۱۳)

فسأل ابن عمر المغفرة، وسأل مصعب أن يزوجه الله سُكَيْنَةَ بِنْتَ الْحُسَيْنِ، وَعَائِشَةَ بِنْتَ طَلْحَةَ، وَكَانَتَا من أحسن النساء في ذلك الزمان، وَأَنْ يُعْطِيَهُ اللّٰهُ إِمْرَةَ الْعِرَاقَيْنِ، فَأَعْطَاهُ اللّٰهُ ذلك، تزوج بعائشة بنت طلحة، وكان صداقها عليه مِائَةَ أَلْفِ دِينَارٍ، وَكَانَتْ بَاهِرَةَ الْجَمَالِ جِدًّا، وَكَانَ مُصْعَبٌ أَيْضًا جَمِيلًا جِدًّ۔ (البدایہ ج۸ص ۳۱۹)

حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے خاوند مصعب بن زبیر سے بڑی محبت تھی۔ جس معرکہ میں مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ قتل ہوئے حضرت سکینہ آپ کے ساتھ تھی جب آپ مقتولین کی تلاش میں نکلیں تو مصعب کو ایک تل کی وجہ سے پہچانا جو ان کے گال پر تھا حضرت سکینہ نے اس وقت کہا مسلمان عورت کے لئے یہ کیا خوب شوہر تھا۔

نِعْمَ بَعْلُ الْمَرْأَةِ الْمُسْلِمَةِ۔ (البدایہ ج۸ص ۳۲۱)

حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کا ایک نام آمنہ بھی بتایا جاتا ہے (النجوم الزاہرۃ فی ملکو مصر والقاہرۃ ج۱ص ۲۷۶، لجمال الدین یوسف بن تغری ۸۷۴ھ) آپ اپنے زمانہ کی حسین ترین خاتون تھیں (وکانت من أجمل نساء عصرھا) (النجوم الزاہرۃ ایضا)

سُكَيْنَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ كَانَتْ مِنْ أَجْمَلِ النِّسَاءِ حَتَّى إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي زَمَانِهَا أَحْسَنُ مِنْهَا فالله أَعْلَمُ۔ (البدایہ ج۸ص ۲۱۰)

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت سکینہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے حدیث بھی روایت کی ہے۔ (تاریخ الاسلام ج ۷ ص ۲۱۹)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی اس بیٹی سے بہت پیار کرتے تھے آپ نے ان کے اور ان کی والدہ رباب کے بارے میں چند اشعار بھی کہے ہیں:

لعمرك انني لاحب دارا — تكون بها السكينة و الرباب
أحبهما وأبذل جل مالي — وليس لعاتب عندي عتاب
فلست لهم وإن غابوا مضيع — حياتي أو يغيبني التراب
كأن الليل موصول بليل — إذا زارت سكينة والرباب

تیری زندگی کی قسم مجھے وہ گھر بہت پسند ہے جس میں سکینہ اور رباب رہتی ہیں۔ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور ان پر بیت مال بھی خرچ کرتا ہوں اور کسی عتاب کرنے والے کے عتاب کی پرواہ نہیں کرتا۔ گو کہ وہ یہاں نہیں ہیں مگر میں ان کی فکر سے بے خبر نہیں رہوں گا جب تک میں زندہ ہوں اور جب تک مجھے (قبر کی) مٹی چھپا نہ دے گی۔

جب میری بیوی رباب اور میری بیٹی سکینہ اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لئے گئی ہوں تو رات ایسی لمبی نظر آتی ہے جیسے رات دوسری رات کے مل گئی ہو۔

حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۱۲۶ھ کو مدینہ میں ہوا تھا (وفیات الاعیان ج ۲ ص ۳۹۴) اس وقت مدینہ کے گورنر خالد بن عبداللہ بن حارث تھے انہوں نے کہا کہ جنازے کے لئے میرا انتظار کرنا کہ میں نماز پڑھاؤں گا جب جنازہ تیار ہو گیا تو خالد بن عبداللہ بہت دیر تک نہیں پہنچے تھے اور جنازہ میں گرمی کی شدت کی وجہ سے تغیر کا خوف ہوا تو تیس دینار کا کافور خریدا گیا تھا پھر جب خالد واپس آئے تو آپ کے حکم سے نماز جنازہ شیبہ بن النطاح نے پڑھائی تھی۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۴۷)

حضرت علی اصغر بن حسین رضی اللہ عنہ

ان کا سلسلہ نسب ان کے سوا اور کسی اولاد سے جاری نہیں ہوا سلسلہ نسب نہیں کی ذات تک محدود ہے۔ (کتاب المعارف ۲۱۹ مترجم)

شیعی مؤرخ حسین بن علی مسعودی (۳۴۵ھ) لکھتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹوں میں سے جو کربلا میں شہید ہوئے تھے ان میں ایک علی الاکبر، دوسرے عبداللہ الصبی، اور تیسرے ابوبکر تھے۔

(رحماء بینہم ج ۱ ص ۲۶۴ بحوالہ التنبیہ والاشراف ص ۲۶۳)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھرانے میں رشتہ داریاں

جس طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خاندان میں بیاہی گئیں ہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دونوں بیٹیاں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خاندان میں بیاہی گئیں تھیں ان نکاحوں کی تصریح شیعہ کی معتبر کتابوں تذکرہ بن سبط جوزی اور منتخب التواریخ ص ۲۴۱ طبع ایران

میں موجود ہے اور شیعہ مؤرخ امیر علی نے بھی اپنی کتاب تاریخ صحرا نشیناں (ص ۲۰۲ حاشیہ) پر سیدہ سکینہ بنت الحسین رضی اللہ عنہما کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے کے نکاح میں آنے کو صریح لفظوں میں تسلیم کیا ہے۔ (عبقات ۲۱۶)

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بہو (حضرت ابان کی اہلیہ) ام کلثوم حضرت علی کے بھتیجے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی صاحبزادی تھیں (یعنی حضرت ابان حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے داماد تھے) حضرت ابان کی وفات کے بعد ام کلثوم حجاج بن یوسف کے نکاح میں آئیں۔ ابان کی اولاد بکثرت ہے جن میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابان نہایت عبادت گذار صاحب اجتہاد تھے ان سے حدیث کی روایت بھی کی گئی ہے۔ (کتاب المعارف ص ۲۰۰ لابن قتیبہ ۲۶۷ھ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشگوئی پہلے ہی فرمادی تھی چنانچہ آپ کی شہادت دس محرم ۶۱ھ جمعہ کے دن ہوئی اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۷ سال اور ساڑھے چھ ماہ تھی۔ آپ کا مزار مبارک عراق میں مرجع خلائق ہے اور ہزارہا لوگ دن رات آپ کے مزار پر سلام کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور آپ کے لئے ایصال ثواب کرتے ہیں اور برکتیں حاصل کرتے ہیں اور اپنے غم ورنج کا اظہار کرتے ہیں یہاں ایک بہت بڑی اور نہایت خصورت مسجد تعمیر کی گئی ہے اور زائرین کے لئے یہاں عمدہ انتظامات بھی کئے گئے ہیں۔ علامہ عزالدین ابن اثیر لکھتے ہیں:

وقبره مشهور یزار. (اسد الغابۃ ج ۲ ص ۲۷)

آپ کی قبر مشہور اور زیارت گاہ خلائق خاص وعام ہے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وقبره مشهور يُزار ويُتبرك به، وحزن الناس عليه كثيرًا، وأكثروا فيه المراثي، رضی الله عنه۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۶۳)

شیخ الاسلام مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم نے اپنے سفر نامہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مزار کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اسے بھی پیش نظر رکھ لیجئے:

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مزار کے بارے میں دو روایتیں بہت مختلف ہیں۔ عام طور پر مشہور یہ ہے کہ آپ کا جسم مبارک تو کربلا ہی میں مدفون ہے لیکن سر مبارک چونکہ یزید کے پاس دمشق لے جایا گیا اس لئے وہ یہاں مدفون نہیں۔ پھر سر مبارک کے مزار کے نام سے مختلف شہروں میں بڑی بڑی عمارتیں بنی ہوئی ہیں اگر یہ روایت درست ہو کہ سر مبارک یزید کے پاس شام لے جایا گیا تو اس کا دمشق میں مدفون ہونا تو کچھ سمجھ میں آتا ہے لیکن ایک عظیم الشان مزار قاہرہ (مصر) میں جامع ازہر کے سامنے بھی بنا ہوا ہے اور یہ پورا محلہ سیدنا الحسین کے نام سے مشہور ہے۔

بہر صورت! سر مبارک کے بارے میں تو روایات بہت مختلف ہیں لیکن جسم مبارک کے بارے میں قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کربلا میں مدفون ہوگا اگرچہ اس کی خاص جگہ کا تعین تاریخی اعتبار سے خاصا مشکوک ہے۔ امام ابونعیم مشہور محدث اور مؤرخ ہیں ان سے کسی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مزار کی جگہ دریافت کی تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار فرمایا۔''

(تاریخ بغداد ج۱ ص ۱۴۴ للخطیب)

کربلا میں دوسرے مزارات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عباس اور صاحبزادہ علی اکبر وغیرہ کے ہیں یہاں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور سانحہ کربلا کے دل گداز واقعات ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے آتے رہے اس وقت دریائے فرات یہیں قریب ہی بہتا ہوگا اب یہاں سے کچھ دور چلا گیا ہے۔

خانوادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان عالی مقام افراد نے مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر اس دشت کربلا میں جان دینے کو یقیناً کسی دنیا طلبی کی خاطر گوارا نہیں کیا تھا ان کا مقصد رضائے الٰہی کے حصول کے سوا کچھ اور نہ تھا

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(جہاں دیدہ ص ۷۶)

جن حضرات نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے آپ کا سر مبارک یزید کے پاس دمشق بھیجا تھا اور وہاں یزید نے آپ کے چہرہ اقدس کے ساتھ گستاخانہ معاملہ کیا تھا گو کہ حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ)

اسے آثار کثیرہ کی وجہ سے اظہر قول بتلاتے ہیں تاہم حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) اسے درست نہیں سمجھتے اور اس سلسلے میں جو آثار ہیں اس کی اسناد کو آپ مجہول اور منقطع کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یزید کے دربار میں جن صحابہ کا نام لے کر یہ واقعہ نقل کیا جاتا ہے وہ صحابہ تو اس وقت شام میں تھے ہی نہیں۔ وہ تو عراق میں تھے۔

وَقَدْ رُوِيَ بِإِسْنَادٍ مَجْهُولٍ أَنَّ هَذَا كَانَ قُدَّامَ يَزِيدَ، وَأَنَّ الرَّأْسَ حُمِلَ إِلَيْهِ وَأَنَّهُ هُوَ الَّذِي نَكَتَ عَلَى ثَنَايَاهُ. وَهَذَا مَعَ أَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ، فَإِنَّ الَّذِينَ حَضَرُوا نَكْتَهُ بِالْقَضِيبِ مِنَ الصَّحَابَةِ لَمْ يَكُونُوا بِالشَّامِ وَإِنَّمَا كَانُوا بِالْعِرَاقِ.

(منہاج السنۃ ج ۴ ص ۵۵۷)

آپ اپنی کتاب راس الحسین میں بھی یہی بات لکھتے ہیں:

ولکن بعض الناس روی بإسناد منقطع (أن هذا النکت کان بحضرة یزید بن معاویة) وهذا باطل. فإن أبا برزة، وأنس بن مالك، کانا با لعراق لم یکونا بالشام، ویزید بن معاویة کان بالشام، لم یکن بالعراق حین مقتل الحسین، فمن نقل أنه نکث بالقضیب بحضرة هذین قدامه فهو کاذب قطعا، کذبا معلوما بالنقل المتواتر. (راس الحسین ص ۱۹۹)

آپ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا حَمْلُهُ إِلَى عِنْدِ يَزِيدَ. فَبَاطِلٌ. وَإِسْنَادُهُ مُنْقَطِعٌ۔ (ایضاص ۱۴۲)

عمان کے دکتور حامد محمد الخلیفۃ لکھتے ہیں:

فھی روایات لا صحۃ لھا۔ (ریحانۃ النبی ص ۱۱۸)

بعض اکابر علماء کا بیان ہے کہ آپ کا سر مبارک جنت البقیع میں آپ کی والدہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس دفن ہے حافظ ابویعلی الہمدانی کہتے ہیں کہ آپ کا سر مبارک آپ کی والدہ کے قریب دفن کر دیا گیا تھا اور فرماتے ہیں کہ تمام اقوال میں یہ صحیح ترین قول ہے اور ماہر انساب زبیر بن بکار اور محمد بن حسن المخزومی بھی یہی کہتے ہیں۔ (التذکرۃ ج ۲ ص ۲۹۵)

مؤرخین نے اپنی اپنی تحقیق کی روشنی میں آپ کے سر مبارک کی تدفین کا مقام الگ الگ جگہ

بتایا ہے حقیقت کیا ہے یہ اللہ تعالی ہی بہتر جا تا ہے تاہم مسلمانوں کی ذمہ داری ہے وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اقرباء اور رفقاء کی ان شہادتوں اوران کے مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کو اپنی عمومی اور خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں اور ان سب کے ایصال ثواب میں کوتاہی نہ کریں۔

اللہ تعالی نواسہ رسول جگر گوشہ بتول سیدنا الحسین رضی اللہ عنہ کی قبر کو نور سے منور فرمائے، آپ کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور سب مسلمانوں کی جانب سے آپ کو اور آپ کے پورے گھرانے کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔آمین

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چند قیمتی اقوال

① آپ نے فرمایا: جس کام کی طاقت نہ ہو اس کو قبول مت کرو، اور جس چیز کو حاصل نہ کرسکو اسکے درپے نہ ہونا، اپنی کمائی کے برابر خرچ کرنا (اسراف نہ کرنا)، اور اپنے عمل کے بقدر بدلہ طلب کرو، صرف اللہ کی فرمانبرداری پر مسرت کا اظہار کرو اور وہ چیز استعمال کرو جس کا اپنے آپ کو اہل سمجھتے ہو۔

② بہترین مال وہ ہے جو اپنی عزت اور آبرو کی حفاظت میں کام آئے ......سے بھلائی کا بدلہ لینے میں جلدی مت کرو کیونکہ روز قیامت اس کا بدلہ تمہیں مل کر رہے گا۔

④ آپ نے چند اشعار میں فرمایا کہ ہائے زمانہ تیری دوستی پر افسوس ہے تیرے کتنے ہی دوست اور مطلوب ہیں جو صبح شام مر رہے ہیں، زمانہ بدلہ پر قناعت نہیں کرتا تمام کاموں کی باگ دوڑ درحقیقت اللہ ہی کے ہاتھ ہے اور ہر جاندار نے اس راہ پر چلنا ہے

⑤ اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنت البقیع (قبرستان) آئے تو آپ نے وہاں چند اشعار پڑھے ؎

نَادَيْتُ سُكَّانَ الْقُبُورِ فَأَسْكَتُوا — وَأَجَابَنِي عَنْ صَمْتِهِمْ ترب الحصا
قالت أتدري ما فعلت بساكني — مزقت لحمهم وخرقت الكسا
وحشوت أعينهم ترابا بعدما — كانت تأذى باليسير من القذا
أَمَّا الْعِظَامُ فَإِنَّنِي مَزَّقْتُهَا — حَتَّى تَبَايَنَتِ الْمَفَاصِلُ والشوا
قطعت ذا زادٍ من هذا كذا — فتركتها رمماً يطوف بها البلا

اور بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے

لَئِنْ كَانَتِ الدُّنْيَا تُعَدُّ نَفِيسَةً ۔۔۔ فَدَارُ ثَوَابِ اللّٰهِ أَعَلَى وَأَنْبَلُ

وَإِنْ كَانَتِ الْأَبْدَانُ لِلْمَوْتِ أنشئت ۔۔۔ فقتل امرئ بالسيف في الله أَفْضَلُ

وَإِنْ كَانَتِ الْأَرْزَاقُ شَيْئًا مُقَدَّرًا ۔۔۔ فَقِلَّةُ سعي المرء في الرزق أجمل

وإن كانت الأموال للترك جمعها ۔۔۔ فَمَا بَالُ مَتْرُوكٍ بِهِ الْمَرْءُ يَبْخَلُ

جن کا ترجمہ یہ ہے:

میں نے قبر والوں کو آواز دی تو وہاں سے کوئی جواب نہیں ملا ان کے بجائے قبر کی مٹی اور سنگ ریزے بولے کہ آپ کو کچھ پتہ ہے کہ میں نے قبر والوں کا کیا حشر کیا ہے؟ سنو میں نے ان کے نرم و نازک جسموں کو پارہ پارہ کر دیا اور ان کے کفن کو پھاڑ دیا ہے اور ان کی وہ روشن آنکھیں جو معمولی تنکا گرنے سے بھی تکلیف میں آجاتی تھیں میں نے آج ان آنکھوں میں مٹی بھر دی ہے۔ بدن کو ریزہ کر دیا اور بدن کے ہر حصے کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا۔ (قبر نے کہا کہ) جو لوگ یہاں تیاری کے ساتھ آئے تھے (یعنی سج سجا کر آئے) میں نے ان کے بھی ٹکڑے کر دیئے اور ان کو ایسا ڈراؤنا ک بنا دیا ہے کہ اب سوائے مٹی اور ٹوٹ پھوٹ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

(بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے) دنیا کتنی ہی حسین صورت میں کیوں ظاہر نہ ہو مگر جنت تو اس سے کہیں اعلیٰ اور افضل ہے۔ یہ بدن تو مرنے کے لئے بنا ہے تو پھر اللہ کی راہ میں شہید ہونا کتنی اونچی بات ہے۔ اگرچہ رزق ایک مقرر شدہ چیز ہے مگر طلب معاش کے لئے بھی انسان کی کوشش اچھی بات ہے۔ مال اگرچہ چھوڑنے کے لئے ہی جمع کیا جاتا ہے مگر اس چھوڑنے والی چیز میں بھی انسان کنجوسی سے کام لے تو (خود سوچ لے کہ) اسکا انجام کیا ہوگا۔ (البدایہ ج۸ ص۲۲۸)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک دعا

آپ کی دعا ملاحظہ کیجئے باوجودیکہ آپ جوانان جنت کے سردار ہیں پھر بھی اللہ کے آگے آپ اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کرم کے طلب رکھتے ہیں۔ آپ نے یہ دعا مقام ملتزم

کے پاس مانگی تھی:

إلهي أنعمتَ عَلَيّ فَلَم تَجِدني شاكِرًا، وابتَلَيتَني فَلَم تَجِدني صابِرًا، فَلا أنتَ سَلَبتَ النّعمَةَ بِتَركِ الشّكرِ، ولا أَنتَ أَدَمتَ الشّدّةَ بِتَركِ الصّبرِ. إلهي لا يَكونُ مِنَ الكَريمِ إلّا الكَرَمُ۔ (بحار الانوار ج ۹۶ ص ۱۹۸)

اے میرے اللہ! آپ نے مجھ پر بے شمارے انعامات واحسانات فرمائے مگر میں کما حقہ اس کا شکر ادا نہ کرسکا، اور مجھے آزمائش میں بھی ڈالا تو میں (مجھے جیسا صبر کرنا چاہئے تھا) میں ویسا صبر نہ کرسکا مگر پھر بھی آپ نے مجھ سے نعمتیں نہین چھینی اور صبر نہ کرنے کے باوجود آپ نے مجھے ہمیشہ کے لئے مصیبت اور سختی میں نہیں اتارا۔ اے میرے اللہ! آپ تو کریم ہیں اور کریم سے کرم ہی کی امید کی جاسکتی ہے (اسلئے مجھ پر کرم فرما)

نوٹ: حضرت شیخ عبدالکریم بن ہوازن القشیری رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۵ھ) اور حضرت علامہ محمد بن محمد الطرطوشی المالکی رحمۃ اللہ علیہ (۵۲۰ھ) نے اپنی کتاب سراج الملوک میں، اسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی دعا بتلائی ہے۔

کربلاء میں کی جانے والی آپ کی دعاؤں میں سے ایک یہ بھی ہے:

اے اللہ! ہر مصیبت میں تجھ ہی پر اعتماد ہے اور ہر پریشانی میں تجھ ہی سے امید وابستہ ہے، ہر حال اور کام میں تو ہی میرا توشہ اور تجھ ہی پر بھروسہ ہے۔ کتنے ہی رنج والم ہیں جن میں دل ہمت ہار بیٹھتے ہیں، تدبیریں بے کار ہوجاتی ہیں دوست شرمسار اور دشمن خوش ہوتے ہیں میں ایسے رنج والم کا تجھ ہی سے شکوہ کرتا ہوں اور اسے تیرے ہی حضور پیش کرتا ہوں اور سب سے منہ موڑ کر تیری طرف رجوع کرتا ہوں اس لئے آپ ہی میری دستگیری فرمایئے اور اسے دور کرکے آپ ہی مجھے کافی ہوجایئے۔ آپ ہی میرے منعم حقیقی ہیں اور ہر خیر وبھلائی کا مالک ہیں اور ہر انتہا کا مرجع ہیں۔ (الامام الحسن ص ۱۰۳)

کربلا

کٹا کر گردنیں اپنی بتلا گئے یہ کربلا والے
کبھی طاقت کے آگے جھک نہیں سکتے خداوالے
اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ لاشِ جگر گوشۂ بتولؓ
حسینؓ کے خون سے تو رنگین ہوگئی
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسولؐ
کرتی رہے گی پیش شہادت حسینؓ کی
آزادی حیات کا یہ سَرمَدِی اصول
کٹ جائے سر تیرا تلوار کی نوک سے
یزیدیوں کی بیعت ہر گز نہ کر قبول

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے فضائل ومناقب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دونوں نواسے بہت عزیز تھے اور آپ دونوں سے بہت محبت کرتے تھے حضرت انس کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ:

''اہل بیت میں مجھ کو حسن اور حسین سب سے زیادہ محبوب ہیں۔'' (البدایہ ج ۸ ص ۲۰۵)

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز میں ہوتے اور آپ سجدہ میں جاتے تو بچے آپ کی پشت پر چڑھ جاتے تھے اور آپ انہیں منع نہ کرتے تھے اور آپ نماز سے فارغ ہوتے تو بچوں کو اپنی گود میں لے لیتے ایک مرتبہ آپ نے اسی موقع پر فرمایا کہ جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ ان دونوں سے بھی محبت رکھے۔

مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّ هَذَيْنِ۔

(مسند ابی یعلی ج ۵ ص ۲۶ وص ۱۶۲ نسائی کبری ج ۵ ص ۵۰)

☆......ابوبریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ حسن اور حسین کھیلتے ہوئے ادھر آنکلے اور لڑکھڑاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب بڑھے انہیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے اتر پڑے ان دونوں کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا اللہ نے سچ کہا ہے تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں میں نے ان دونوں کو لڑکھڑاتے ہوئے آتے دیکھا تو مجھ سے نہ رہا گیا یہاں تک کہ میں نے اپنا خطبہ منقطع کر دیا اور ان دونوں کو اٹھالیا۔

فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا۔

(ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹ اسد الغابۃ ج ۲ ص ۱۶)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر گئے تو بچے نہ تھے تھوڑی دیر میں دونوں گھر آئے تو آپ نے ان دونوں کو اپنے گلے سے لگایا اور فرمایا اے اللہ میں ان کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان سے محبت رکھتا ہے تو ان سے بھی محبت رکھ۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۲ بخاری ج ۱ ص ۲۸۵)

☆......حضرت یعلی بن مرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہلے پہنچنے کیلئے حضرت حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دوڑ رہے تھے اور جب وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ نے ان دونوں کو اپنے بدن سے چمٹالیا اور ان کو بوسے دئے اور فرمایا کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اس لئے تم لوگ بھی ان سے محبت کرو......الحدیث (مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۲)

☆......حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو حسن اور حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

(مسند ابی یعلی ج ۵ ص ۹ ۴ ۴ ابن ماجہ ص ۱۳)

☆......حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ان دونوں سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے مجھ سے محبت رکھی اللہ اس سے محبت کرے گا اور جس سے اللہ محبت کرے اللہ اس کو جنات النعیم (نعمتوں والے باغات) میں داخل کرے گا۔ اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا یا ان سے زیادتی کی اس نے میرے ساتھ زیادتی کی اور جس نے میرے ساتھ ایسا کیا اللہ اس کو مبغوض رکھے گا اور جس کو اللہ ناپسند کر دے اس کو جہنم کی

آگ میں بھیج دیا جائے گا اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

(معرفۃ الصحابہ ج ۲ ص ۱۴۔طبرانی کبیر ج ۳ ص ۵۰)

اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو اہل بیت کے بارے میں اپنے دلوں میں بوجھ رکھتے ہیں اور ان کے خلاف اپنا تقریری اور تحریری طور پر بغض کا اظہار کرتے اور دل کی بھڑاس نکالتے ہیں یہ لوگ کم از کم اتنا تو سوچلیں کہ جن حضرات کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کا قلم چلتا ہے ان کا خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا رشتہ ہے اور آپ نے اس رشتے کے بارے میں کیا تعلیمات اور نصیحتیں فرمائی ہیں۔

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس دن سے ان کو محبوب رکھتا ہوں جب سے میں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دیکھا ہے یہ آپ کی ریش مبارک سے کھیلتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان مبارک ان کے منھ میں دے کر فرماتے تھے کہ اے اللہ میں ان کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی انہیں محبوب رکھ۔(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۸۵)

☆......حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر آئے تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ سے لپٹ گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں اس امت کے مہکتے پھول ہیں:

رَیْحَانَتِي مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ۔(سنن نسائی کبری ج ۵ ص ۴۹)

(۳) جو سخاوت کرے گا وہ دردار بن جائے گا، اور جو بخل کرے گا وہ ذلیل ہوگا اپنے بھائی

☆......حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ضرورت کے سلسلے میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کی چادر میں کوئی چیز چھپی ہوئی تھی۔ میں نے اپنی ضرورت کی بات کی اور جاتے وقت پوچھا کہ حضور! اس چادر میں کیا ہے آپ نے چادر ہٹائی تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ چادر میں سے باہر آئے آپ نے فرمایا کہ یہ میرے دو بچے ہیں میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ میں انہیں محبوب رکھتا ہوں آپ بھی انہیں محبوب رکھیں۔

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۶ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے گھر والوں میں کون سب سے زیادہ عزیز ہے آپ نے کہا حسن اور حسین رضی اللہ عنہ آپ حضرت فاطمہ سے کہتے کہ

ان دونوں کو بلاؤ جب وہ آتے تو آپ انہیں سونگھتے اور گلے سے چمٹا لیا کرتے تھے۔
(مسند ابی یعلی ج ۴ ص ۲۱۹ دررفرائد ترجمہ جمع الفوائد ص ۳۳۵)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا اور ہم دونوں خاموش چل رہے تھے اتنے میں بنی قینقاع کے بازار سے گزرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس ہو کر حضرت فاطمہ کے گھر آئے اور فرمایا کہ کیا بچہ (یعنی حضرت حسن) یہاں ہے اس پر تھوڑی دیر گذری اور ہم سمجھے کہ وہ شاید غسل کر رہے ہیں یا انہیں ان کی والدہ کپڑے پہنا کر لا رہی ہے پھر وہ دوڑے ہوئے آئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں پس آپ بھی اس سے محبت رکھنا اور اس سے بھی محبت رکھنا جو اس سے محبت رکھے۔ (دررفرائد ص ۳۳۶)

اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جو شخص صدق دل کے ساتھ اہل بیت نبوت بالخصوص حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا اور آپ کی تعظیم وتوقیر کرتا ہے وہ اللہ جل شانہ کی محبت میں آجاتا ہے اور وہ اپنے لئے نجات کا سامان حاصل کر لیتا ہے۔ خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اس بات کی بشارت دی ہے کہ جو شخص ہم سے اللہ واسطے محبت رکھتا ہے تو قیامت کے دن وہ ہمارے اس طرح ہوگا جس طرح دو انگلیاں آپس میں ایک دوسرے سے جڑی ہوتی ہیں یعنی وہ ہمارے قریب اور ساتھ ہوگا۔ کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس دنیا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ سچی محبت کے بدلے روز محشر کی یہ سعادت حاصل کر لے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ أَحَبَّنَا لِلّٰهِ كُنَّا نَحْنُ وَهُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَاتَيْنِ.

(المعجم الکبیر ج ۳ ص ۱۲۵ للطبرانی)

قال من أحبنا الله وردنا نحن وهو على نبينا هكذا وضم إصبعيه۔

(تاریخ دمشق ج ۱۴ ص ۱۸۴ لابن عساکر)

☆......حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دوش مبارک پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو لئے جا رہے تھے ایک شخص نے دیکھا تو کہا صاحبزادے بڑی اچھی سواری پر بیٹھے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو فرمایا وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ کہ سوار بھی تو بہترین ہے۔
(اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۷ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹)

☆......حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں اُمّ ایمن آئیں اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن اور حسین رضی اللہ عنہ معلوم نہیں کہاں ہیں مل نہیں رہے ہیں اس وقت دن چڑھ چکا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ چلو میرے دونوں بچوں کو تلاش کریں چنانچہ ہر شخص ان دونوں کی تلاش میں نکل پڑے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا یہاں تک کہ ہم ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے تو دیکھا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کو چمٹے ہوئے کھڑے ہیں اور ان کے قریب ایک کالا سانپ اپنی دم پر کھڑا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے ناگ کی طرف بڑھے اس نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ مڑ کر چل پڑا اور ایک سوراخ میں داخل ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کے قریب ہوئے اور دونوں کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں تم دونوں اللہ کے ہاں کتنے قابل احترام ہو پھر آپ نے ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں کندھے پر بٹھا لیا میں نے کہا کہ تم دونوں کو بشارت ہو کہ تمہاری سواری بہت ہی عمدہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں بہت عمدہ سوار ہیں اور ان کے والدین ان دونوں سے بہتر ہیں۔ (حیاۃ الصحابۃ ج ۲ ص ۸۶۹ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۸۲)

☆......یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں جا رہے تھے راستہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کھیلتے ہوئے دیکھا تو حضور انہیں پکڑنے کے لئے آگے بڑھے اور اپنے ہاتھ پھیلا دئے مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ ادھر ادھر بھاگنے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ان سے مزاح کرنے لگے یہاں تک کہ انہیں جا پکڑا اور اپنا ایک ہاتھ ان کی گدی پر اور دوسرا ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور حضرت حسین کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں جو شخص حسین کو دوست رکھتا ہے خدا اس کو دوست رکھتا ہے (اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ) حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے۔

(فضائل الصحابۃ ج ۲ ص ۷۷۲ لاحمد بن حنبل۔ سنن ابن ماجہ ۱۵ ش)

☆......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فرشتہ اترا جو اس سے پہلے کبھی نہ آیا تھا اس نے مجھے سلام کے بعد یہ بشارت پہنچائی کہ

''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی اور حسن و حسین رضی اللہ عنہ جنت کے جوانوں کے سردار

ہیں۔‘‘ (رواہ الترمذی ج ۵،ص ۶۶۰ ش۔البدایہ ج ۸ ص ۲۰۶)

☆......حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

أَنَّ الحَسَنَ وَالحُسَیۡنَ سَیِّدَا شَبَابِ أَھۡلِ الجَنَّۃِ۔

(مسند ابی یعلی ج ۲ ص ۵۸ سنن نسائی کبری ج ۵ ص ۵۰)

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں:

’’امام حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ کون ولی ہوگا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور حد درجہ محبوب تھے جن کے بارے میں پیشن گوئی ہے حسن اور حسین دونوں نوجوان جنت کے سردار ہیں۔‘‘ (وعظ۔حقیقت الصبر ص ۴۲)

ایک شبہ اور اس کا جواب

سوال: دونوں امام (یعنی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ) جب کہولت کو پہنچ کر شہید ہوئے ہیں تو شباب کس طرح کہلائے؟

جواب: حدیث میں جو مضمون ہے: الحَسَنَ وَالحُسَیۡنَ سَیِّدَا شَبَابِ أَھۡلِ الجَنَّۃِ۔۔اور حدیث أَبُو بَکۡرٍ وَعُمَرُ سَیِّدَا کُھُولِ أَھۡلِ الۡجَنَّۃِ إِلَّا النَّبِیِّینَ وَالۡمُرۡسَلِینَ اس میں خدشہ ہوا کرتا ہے کہ عمر ہر دو امامین کی بھی تو کہولت (سن رسیدہ) کو پہونچی ہے کیونکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال قریبا ۴۵ سال کی عمر میں ہوا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ قریبا ۵۶ برس کی عمر میں شہید ہوئے پھر ان کو شباب (جوان) کیسے فرمایا؟

اگر اس کا جواب یہ دیا جائے کہ یہاں شباب شیخوخت کے مقابلہ میں ہے چونکہ امامین کی عمر سن شیخوخت تک نہیں پہنچی اس لئے ان کو شاب (نوجوان) فرمایا تو اس کی توجیہ تو ہو جائے گی مگر یہ وجہ حضرات شیخین میں بھی مشترک ہے پھر ان کو کہول (سن رسیدہ) کہنے کی کیا حکمت ہے؟

سو توجیہ اس کی یہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ حضرات شیخین وفات کے وقت کہول تھے ان کے مجموعہ وفاتین کے وقت یعنی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما شاب تھے پس لفظ شاب اپنے معنی پر رہے گا۔(وعظ۔راس الربیعین ص ۵۲)

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حضرات حسنین رضی اللہ عنہما خاتون جنت کے لخت جگر لاڈلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیارے نواسے ہیں کہ نسل انہیں سے چلی جو سادات کہلاتے ہیں۔ ان کے فضائل بے شمار ہیں اور جس کو ذرا بھی محبت ہوگی محبوب خدا کے ساتھ وہ سمجھے گا کہ آپ کے نواسوں کے ساتھ محبت کس قدر بڑی نعمت ہے۔ (درر فرائد ص ۳۳۵)

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتے اور ان کی حفاظت کے لئے پڑھ کر انہیں دم کر دیا کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ دعا پڑھ کر حسن حسین رضی اللہ عنہما کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے:

أُعِيذُ كُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ۔

(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۸۳)

میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعہ وہم میں ڈالنے والے شیطان اور نظر بد سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے بعد فرمایا

هَكَذَا كَانَ يُعَوِّذُ إِبْرَاهِيمُ ابْنَيْهِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ۔

(ایضا۔ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۰۴)

تمہارے جد امجد حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کے لئے ان کلمات سے پناہ مانگا کرتے تھے (یعنی ان کلمات کو پڑھ کر دم کرتے تھے)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس نے جنتی آدمی دیکھنا ہو وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان کے بارے میں یہ بات سنی ہے۔

(مسند ابی یعلی ج ۲ ص ۳۴۸ البدایہ ج ۸ ص ۲۰۶)

☆......ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سلام کیا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا سَيِّدِي۔ پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آپ سید ہیں۔ (مسند ابی یعلی ج ۶ ص ۹۱)

☆...... ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حالت احرام میں مچھر مارنے کے بارے میں مسئلہ پوچھا تو آپ نے ان سے کہا تم کہاں سے ہو؟ اس نے کہا عراق سے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے دیکھو یہ ایک مچھر کے قتل کے بارے میں مسئلہ پوچھتا ہے جبکہ اان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ کو شہید کر دیا اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ میرے دنیا کے پھول ہیں۔

إِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا۔

(مسند ابی یعلی ج ۵ ص ۲۸۷ اسد الغابۃ ج ۲ ص ۲۶)

☆......حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ میں نے اہل بیت میں کسی کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ جیسا نہیں پایا

مَا جَالَسْتُ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ مِثْلَهُ - يَعْنِي الْحَسَنَ (المصنف لابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۸۶)

☆......مشہور شیعہ عالم شیخ صدوق کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت کی نسبت ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کا ٹکڑا ہیں اور ان کا جسم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پرورش یافتہ ہے اور میں جانتا ہوں کہ اہل عراق ضرور انہیں اپنی طرف بلائیں گے اور پھر ان کی مدد سے ہاتھ اٹھالیں گے اور ان کو اکیلا چھوڑ دیں گے اگر تجھے ان پر غلبہ ملے تو ان کی عزت کے حق کو پہچاننا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی قرابت کے مرتبہ کو یاد رکھنا اور ان کے کاموں کا مؤاخذہ نہ کرنا اور میں نے ان کے مابین جو روابط اس مدت میں قائم کر رکھے ہیں ان کو قطع نہ کرنا۔ خبردار انہیں کوئی مکروہ اور تکلیف دہ چیز نہ پہونچانا۔'' (جلاء العیون ص ۳۸۸)

افسوس صد افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا، اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کرب وبلا میں مرتبہ شہادت پاکر ہمیشہ کیلئے امر ہو گئے اللہ رب العزت کی کروڑوں رحمتیں آپ اور آپ کے اہل وعیال پر نازل ہوں۔ آمین یارب العالمین

❁❁❁

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی گستاخی، خاتمہ بالخیر سے محرومی

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، امابعد!

اس بات سے کس مسلمانوں کو انکار کی جرأت ہوگی کہ اللہ تعالی شانہ نے سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بڑی شان اور عظمت عطا فرمائی تھی اور ہر مسلمان کے دل میں آپ کی عزت وعظمت پوری طرح قائم ہے اور وہ آپ کی مسافرانہ اور مظلومانہ شہادت پر افسردہ اور غمزدہ بھی ہے اللہ رب العزت انہیں اپنی شایان شان جزا عطا فرمائے۔ آمین

① حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا نہ صرف یہ کہ شرف حاصل کیا تھا بلکہ آپ کو ہمہ وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت ہر طرح سے حاصل تھی اس لحاظ سے وہ تمام کمالات اور مراتب اور مقام ومرتبہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بھی صحابی کو حاصل تھا وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی بدرجہ اتم حاصل تھا اور اللہ تعالی نے تمام صحابہ کے لئے اپنی رضا، مغفرت اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے جو شخص آپ کے اس مقام کا انکار کرکے اپنے دل کا کینہ نکالتا ہے وہ یقینا ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں ایسے لوگ خاتمہ بالخیر کی سعادت کس طرح پا سکتے ہیں۔

② حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت بھی حاصل تھی کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے پیاری بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ کے دوسرے لخت جگر ہیں اور آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ اور ریحانہ ہونے کا شرف بھی ہے اس طرح آپ اس گھرانہ میں سے ایک ہیں جنہیں اللہ تعالی نے نجس سے دور کردیا ہے اور اللہ نے چاہا ہے کہ ان کو خوب پاک

کر دے پھر آپ ان میں سے بھی ہیں جنہیں اللہ کے نبی نے اپنے ساتھ ایک چادر میں لیا اور اللہ سے خصوصی دعا فرمائی اور کہا کہ اے اللہ یہ میرے خاص گھر والے ہیں ان سے رجس کو دور کر دیں اور انہیں خوب پاک کر دیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو صحابیت کی سعادت کے ساتھ یہ دوسری فضیلت بھی حاصل ہوئی کہ وہ اہل بیت نبوت میں سے ایک ہوئے اور اہل بیت نبوت کی شان اور ان کی عظمت جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی ہے اس کے ہوتے ہوئے کس کم بخت میں یہ جرات ہے کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزت وعظمت پر حملہ کرے اور ان کی ذات کو نشانہ طعن بنائے

سو جو شخص یہ جاننے کے باوجود کہ آپ پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ اور شہزادہ ہیں پھر بھی آپ کے بارے میں زبان دراز کرے اس کے خاتمہ بالشر ہونے میں کسے کلام ہو سکتا ہے

(۳) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پھر یہ شرف بھی حاصل ہے کہ جس طرح حضرت سیدہ فاطمہ آپ کی تمام صاحبزادیوں میں سب سے چہیتی صاحبزادی ہیں اسی طرح باقی تمام بچوں میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھے اور آپ بار بار ان سے اپنی محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ ان سے محبت رکھنا، ان سے محبت رکھنا مجھ سے محبت رکھنا ہے اور جو ان سے محبت کرے گا اللہ بھی اسے اپنا محبوب بنائے گا اور جو ان سے بغض اور کینہ رکھے گا تو پھر میرا اس سے کوئی تعلق ہوگا نہ اللہ تعالی اس سے اپنا تعلق رکھیں گے۔

اب اگر ہم اپنے آپ کو مسلمان کہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے کا دعوی بھی کریں مگر آپ کے محبوب کے بارے میں زبان درازی اور بے ہودہ گفتگو کریں اور آپ کی شہادت کو متنازع بنا کر آپ ہی کو اس کا مجرم بنانے کی کوشش کریں تو کیا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہیں ہوگی اور کیا قرآن نے یہ بات نہیں کہی کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں (ان کے بارے میں نازیبا، ناشائستہ

اور نا گفتہ بہ بولتے اور لکھتے ہیں) اللہ کی ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت اترے گی اور ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔غور کیجئے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالی نے ان کے اس قبیح ترین کرتوتوں کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں (لعنت یعنی) اپنی رحمت سے دور کردیا تو ایسے لوگ کس طرح خاتمہ بالخیر کی سعادت پا سکیں گے؟

④ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ولی اللہ ہونا ہر شک وشبہ سے بالا ہے اور اللہ تعالی نے (حدیث قدسی میں) فرمایا ہے کہ جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی میری طرف سے اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے اور جنگ کے اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ فریق مخالف کی ہر قیمتی سے قیمتی چیز تباہ کردی جائے اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ سب سے قیمتی چیز جان ہے کہ فریق مخالف کو گرادیا جائے اور اسے ختم کر کے فتح حاصل کر لی جائے۔

جب اللہ تعالی نے اپنے ولی کے دشمنوں کے خلاف اعلان جنگ کردیا ہے تو یہ بات یقینی ہے کہ جنگ اللہ ہی جیتے گا اور اس کی سب سے قیمتی چیز لے کر اس کو تباہ کردے گا یہ قیمتی چیز اس کا ایمان ہے جس سے ایک انسان آخرت میں نجات پائے گا اور اس جہاں کی نعمتوں اور فرحتوں سے مالا مال ہوگا۔اب اگر یہی قیمتی دولت اللہ کے ولی کی عداوت اور زبان درازی کی وجہ سے اس سے چھین لی گئی تو ایمانداری سے بتلائیے وہ کس طرح خاتمہ بالخیر کی سعادت پا سکتا ہے۔؟

وہ تمام لوگ جو اپنی چرب زبانی اور قلم کی روانی کی وجہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (اور دیگر اہل بیت نبوت، ازواج اور بنات مطہرات اور صحابہ کرام) کی عزت وعظمت پر حملہ آور ہیں اگر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو سوچیں کہ وہ اپنے اس فعل سے کیا صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کٹہرے میں کھڑا کر کے ن کے خلاف جرائم کی فہرست بتا رہے ہیں یا وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نانا، اللہ کے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی تکلیف پہنچا رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس کا انجام کس قدر خوفناک ہوگا۔

اسلام اس بات سے منع نہیں کرتا کہ آپ تحقیق کے میدان میں اتریں اور تاریخ کا تنقیدی مطالعہ کر کے سچ اور جھوٹ کو سامنے لائیں لیکن تحقیق اور تاریخ کی ایک حد ہے جس تحقیق اور تاریخ سے اللہ اور اس کے رسول اور ان کے گھر والوں، جانشیوں، اور ہم نشیوں کی شرافت و دیانت، اور ان کی عزت و عظمت پر ذرا بھی آنچ اور حرف آتا ہوا ایسی تحقیق پر دو بول پڑھ کر اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دینا چاہیے نہ کہ اسے تحقیق اور ریسرچ کا نام دے کر ان قدسی صفات حضرات کی ذات اور ان کی دینی خدمات کو مشکوک اور مجروح بنا دیا جائے۔

اللہ تعالی ہمارے دلوں میں صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی محبت، عظمت اور عقیدت کو اور راسخ فرمائے اور ہماری زبان اور ہمارے قلم کو مقبولان الٰہی کی گستاخی اور توہین سے محفوظ رکھے۔آمین

وصلی اللّٰہ تعالی وسلم علی سیدنا ومولانا محمد خاتم النبیین ورحمة للعالمین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

محتاج دعاء

محمد اقبال رنگونی عفا اللہ عنہ

مانچسٹر